

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دَارُ الْإِحْسَانِ



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعَتَرَتِهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَتُوبُ إِلَيْكَ



لامت فتر کی شان ہے

بازیر محمد برکت علی لودھیانوی معنی عشرہ

المقام النجاف لصحاف المقبول لمصطفین • دارالاحسان فیصل آباد  
پاکستان



## مَلاَمَتُ

آدمیت کی بے کمال بے قدری

انسانیت کی توہین

بشریت کی ہتک — اور

روحانیت پر بے بنیاد الزام ہے

ہر کوئی

کرامت کا طالب ہے — ملامت کا کوئی طالب نہیں،

## مَلاَمَت

نفس کی لگام — اور

فتر کا مضبوط قلعہ ہے

جسے — کوئی توڑ نہیں سکتا



## ہر بندہ ہر وقت

ان تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں رہتا ہے

عام بندے مخلوق کی طرف متوجہ رہتے ہیں —

جسے خوش نصیب بندے پر (اللہ) راضی ہو کر اُسے اپنے

قریب کرنا چاہتے ہیں، اُسے اپنے نفس کی طرف متوجہ کر دیتے



ہیں۔ — یہ خاص آدمیوں کا مقام ہے،  
 جسے بندے کو (اللہ) اپنا دوست بنا لیتے ہیں، اسے اپنی  
 ذات کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں، (اور یہ)  
 خاص الخاص بندوں کا مقام ہے

### بندہ

جب اللہ کے لطف و کرم سے اپنی طرف متوجہ ہو جاتا ہے  
 مخلوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا، اسے کسی مخلوق سے کوئی  
 دلچسپی نہیں رہتی،

### پھر جب

(اللہ) کی رحمت جوش میں آکر اُسے اپنی ذات کی طرف  
 متوجہ کر لیتی ہے، پھر اُسے اپنے نفس کی ہستی سے کوئی  
 دلچسپی نہیں رہتی؛ اللہ ہی کی طرف محو و منہک ہو جاتا ہے

### اور

یہ عبادیت کا آخری مقام ہے

### ہم سب

مخلوق کی طرف متوجہ ہیں، نہ اپنی طرف متوجہ ہیں۔ نہ  
 اللہ کی طرف۔ — یہی وجہ ہے۔ کہ ہم ہر وقت ہر حال  
 میں زندگی کی کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں۔ کسی ایک  
 مقام پہ نہیں ٹھہرتے۔



## (اللہ جب)

بندہ کو اپنی مخلوق کی حقیقت سے باخبر کر دیتے ہیں، اسی وقت مخلوق سے مستغنی و بے نیاز ہو کر وہ اپنے تمام تعلقات منقطع کر لیتا ہے، کسی پہ کوئی بھروسہ نہیں رکھتا، اور نہ ہی کسی سے کوئی امید رکھا کرتا ہے، اللہ کی مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ سے ان کی بھلائی اور عافیت کی دعائیں کرتا رہتا ہے، کسی کا بھی بدخواہ نہیں ہوتا —

## اس ایک نقطے پہ کڑی غور فرمائیے

## (اللہ)

جس بندے کی توجہ مخلوق سے اٹھا کر اُسے اپنے نفس کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں، وہی بندہ جب اپنے نفس کی حقیقت سے آشنا ہو جاتا ہے، اپنی ذات سے بے خبر و بے گانہ ہو کر اللہ کی ذات میں محو ہو جاتا ہے،

## گویا

بندے کا اپنے نفس کی طرف متوجہ ہونا، اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا ابتدائی مقام ہے، پھر اس وقت اُسے نہ مخلوق سے کوئی دلچسپی رہتی ہے، نہ اپنی ذات سے، اور وہ ہر وقت ہر حال میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے



اللہ کی ذات قدس میں محو و منہک رہنے والے

اللہ کے خاص بندے ہوا کرتے ہیں!

ان ہی بندوں کو (اللہ) اپنی دو نعمتیں

## استقامت اور توکل

عنایت فرمایا کرتے ہیں، اور وہ کسی بھی حال میں اپنے مقام سے کبھی نہیں ہٹتے، اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی اور پر کوئی بھروسہ رکھا کرتے ہیں۔ (اللہ) کے بندے ہی صاحبِ ملامت ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی کچھ بھی کہے — پر وہ انہیں کرتے۔ وہ اپنی ذات کی ہستی سے بیگانہ ہوتے ہیں، اپنی قدر و منزلت کی کبھی پرواہ نہیں کرتے، اور نہ ہی اپنی ہتک اور توہین کو بُرا مانا کرتے ہیں، انہیں کوئی کچھ بھی کہے — اسے وہ اللہ ہی کی طرف سے سمجھ کر خاموش ہو جایا کرتے ہیں — کسی کو کوئی جواب نہیں دیا کرتے، اور نہ ہی کسی بری بات کو دل کے قریب آنے دیا کرتے ہیں۔ سُن کر صبر کرتے ہیں، اور ایسے رہتے ہیں — جیسے کہ کسی نے کچھ کہا ہی نہیں ہوتا۔ نہ شکوہ کرتے ہیں اور نہ شکایت حقیقتاً وہی لوگ ہیں — جنہوں نے اپنا ہر معاملہ اللہ ہی کے حوالے کیا ہوتا ہے، اور صرف وہی لوگ اپنے کسی معاملے میں کسی سے کوئی



واسطہ نہیں رکھتے، ہر معاملہ میں اللہ ہی کی کارسازی پر مطمئن  
اور متوکل رہتے ہیں! — اور  
حقیقتاً

یہی بندے عبد منیب و حنیف ہیں  
سُبْحَانَ اللَّهِ!

کیسے کیسے بندے پیدا کئے، ایک بندوں کے لئے دن  
رات بھلائی کی دعائیں کرتے ہیں، اور — جن کی  
بھلائی کے لئے وہ راتوں کو کھڑے رہتے اور سجدے کرتے نہیں  
تھکتے، وہ دن کو ان کو ملامت کرتے ہیں  
ماشاء اللہ!

کیا یہ ناز کا مقام نہیں؟

یہ مقام وری الوری ہے



حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ العزیز

مصر کے ایک مایہ ناز درویش الوری تھے

لیکن

جب تک آپ مصر میں زندہ رہے، لوگ آپ کو زندقہ کہہ کھپاتے



رہے — بندہ آپ کے حضور میں خراج تحسین پیش کرتا ہے،

ساری عمر

آپ نے زندیق کے خطاب کو گرنے نہیں دیا  
لوگ آپ کی کرامات پہ متحیر بھی ہوتے تھے۔ اور بے شمار  
فیضان حاصل بھی کرتے، لیکن ساتھ ساتھ زندیق ضرور کہتے،  
آپ کو ذوالنون اس لئے کہتے ہیں

کہ آپ ایک دفعہ ایک کشتی میں سوار دریا کو عبور کر رہے تھے  
کہ کسی سوداگر کا موتی گم ہو گیا۔ تلاشِ بیار کے باوجود  
نہ ملا۔ آخر سب نے آپ ہی کو چور ٹھہرایا۔ آپ نے  
ایک آہ بھری، اُسی وقت دریا سے بشار چھلیاں  
اپنے جٹروں میں ایک ایک موتی لے کر پانی کی سطح پر  
نمودار ہوئیں۔ آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک  
موتی لے کر سوداگر کے حوالے کر دیا۔ اُسی وقت  
تمام مچھلیاں دریا میں غائب ہو گئیں۔ اس وقت سے  
آپ کا لقب

ذوالنون

جباری ہوا

آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں!



## ایک دفعہ

مصر میں بارش نہ ہوئی، لوگوں نے کہا۔ کہ چلو اس  
زندیق سے بارش کی دعا کر آئیں، چنانچہ مصری ایک وفد کی  
شکل میں آپ کے حضور میں حاضر ہوئے، آپ ان کے سوال  
کو سن کر ایک دم دباں سے بھاگ نکلے، اسی وقت موسلا دار  
بارش شروع ہو گئی۔ متواتر کئی دن تک بارش ہوتی رہی،  
لوگ پھر ان کی تلاش میں نکلے۔ حتیٰ کہ انہوں نے انہیں کسی  
دور دراز علاقے میں جا پایا۔ اور عرض کی۔ کہ ذوالنون!  
بارش بند ہونے کے لئے دعا کریں، آپ پھر بھاگے، اور اپنی  
جگہ پر آ گئے، اُسی وقت بارش رک گئی، جب لوگوں نے اس کی  
وجہ پوچھی، تو آپ نے فرمایا۔ کہ

تم مجھے زندیق کہتے ہو! میں نے سوچا۔ جب  
تو زندیق مصر میں ہے اللہ کی رحمت کیسے  
آسکتی ہے؟ پس میں وہاں سے بھاگ نکلا۔  
اُسی وقت اللہ نے بارش برسا دی۔ جب تم نے  
کہا۔ بارش بند نہیں ہوتی، میں نے سوچا،  
کہ یہی زندیق پھر مصر میں چلا جائیگا۔ تو۔  
بارش بند ہو جائیگی۔ واپس آ گیا۔ اور بارش  
بند ہو گئی!



آپ کی حیاتِ طیبہ ایسے ہزاروں واقعات سے معمور ہے

## جس سے دینے

آپ کا وصال ہونا تھا، اس رات مصر کے شہر یوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کسی کو فرمایا کہ ہم آج مصر میں اپنے دوست ذوالنونہ کے استقبال کو آئے ہیں۔ چنانچہ اسی صبح آپ نے وصال فرمایا۔

## آپ کی مقبولیت

کا یہ عالم تھا، کہ جب تک آپ کو دفن نہیں کیا گیا۔ مصر کے سارے پرندے غول در غول اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے رہے۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا، اسی طرح پرندے جنازہ شریف پر سایہ کئے ہوئے قبرستان کی طرف اڑتے رہے۔



## بسطام کا ایک صوفی

چودہ سال حضرت بایزید کی خدمت میں رہا۔ آخر ایک روز اُن سے عرض کرنے لگا، کہ میرا حال ابھی تک نہیں بدلا۔ آپ نے اہل سے فرمایا،



تیرا حال چودہ سال تو کیا۔ چودہ سو سال میں بھی نہیں بدل سکتا۔ تو  
 اخروٹ خریدے، اور اپنے اس شہر میں جہاں کہ تیری بڑی  
 عزت ہے، دروازے میں جا بیٹھ! اور عام اعلان کر دے،  
 کہ جو تیرے دو جوتے مارے گا، اُسے دو چنڈا خروٹ ملیں گے!  
 شاید یہ وہ نہ کر سکا، اور اسی حال میں رہا۔ ان سب کا۔

### حاصل مطلب

یہ ہے۔ کہ۔ نفس کی صرف ایک ہی تمنا ہے، کہ لوگ اسکی تعریف  
 کریں، اس کی پاکبازی کا چرچا ہو، اور عام ہو، اس کے کمالات کا  
 کوئی منکر نہ ہو، حالانکہ طر لقیّت میں کسی بھی کمال کا دعویٰ  
 کرنا اصل جہالت ہے، اس لئے کسی کو کسی کمال پہ کوئی گزر نہیں  
 ہر کمال اللہ ہی کی طرف سے بندوں کو منایت ہوتا ہے۔ بندے  
 کا کمال اللہ کی شکر گزاری ہے، جسے جو ملا۔ اللہ کی طرف سے ملا۔



### فقر کی ساری تاریخ

میں بہت کم جو افرادوں نے ملامت کے میدان کی امامت کی۔ ملامت  
 فقر کا ایک وہ اکھاڑا ہے، جس میں داخل ہو کر وہ ہر بازی جیت گئے،  
 نفس حب ملامت کے گھوڑوں سے روند دیا جاتا ہے، پارس بجاتا ہے

حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ



کی فتر کے میدان میں بہت بے فتری ہوئی۔

آپ ایک جگہ ملازم ہو گئے، مالک نے آپ کو کوئی چیز لینے بھیجا۔ نہ ملی، آپ واپس آ گئے۔ اسی طرح چالیس مرتبہ گئے اور واپس لوٹے، آپ رونے لگے، خدا آئی۔ ایک دن جب تو بخارا کے شہر میں آیا تھا، تو چالیس شہزادے تیرا استقبال کرنے آئے تھے، آج ہم نے اسکا بدلہ چکا دیا۔

### ایک دن

آپ کشتی میں سوار تھے، آپ کے کہیں جوہیں پڑ گئیں، ایک مسخرہ آپ کے گرد ہوا، اور آپ کی طرح طرح کی تقلیدیں اٹارنے لگا۔ حتیٰ کہ اس نے آپ کو یونہی سمجھ کر کھڑے ہو کر آپ پہ پیشاب کر دیا۔ آپ نے اُسے بُرا نہیں جانا، بلکہ اپنی کمال بے فتری پہ مسکرائے، اللہ نے اس دن آپ کو مراد بخشی۔

### بندے کا مطلب

یہاں تذکرہ بیان کرنا نہیں، نفس کی ماہیت بیان کرنا ہے، انسان کا نفس بڑا مکار اور عیار ہے، اپنی عزت اور شہرت پہ اس قدر فدا ہے۔ کہ ہر قیمت پہ اُسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ جب اُسے پتہ چلتا ہے۔ کہ تقویٰ عین شہرت ہے، تو اسے اختیار کر لیتا ہے، حالانکہ اس کا مدعا کسی نہ کسی رنگ میں اپنی نیک نامی اور شہرت ہے جو طریقت کے عین منافی ہے جہاں اُسے ضرورت پڑتی ہے، اپنی پارسائی کا ایسا مظاہرہ کرتا ہے، کہ اللہ کو اس پہ غیرت آتی ہے، ایسی پارسائی پہ آخرت کے دروازے بند کر دیئے



جاتے ہیں۔ اور جو اس کو دنیا ہوتا ہے، دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔ اُسے  
پتہ ہوتا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں۔ پھر بھی یہ کوئی نہ کوئی ڈھونگ رچائے ہی  
رکھتا ہے

### روح اگوجہ

تن کے اقلیم کی حکمران ہے۔ حقیقتاً اس پر کچھ اختیار نہیں رکھتی،  
جیسے روح تن کی بادشاہ ہے۔ نفس کو بھی اللہ نے کافی اختیار  
بخشا ہوا ہے، اور اللہ ہی کے لطف و کرم سے اس پر بندہ قابو  
پاسکتا ہے۔ ورنہ یہ ہر بندے کو اپنے ہی قابو میں رکھتا ہے  
اپنے پر کسی کو قابو میں نہیں ہونے دیتا۔ جب اُسے اچھے اچھے  
ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ بڑا خوش ہوتا ہے، پھولے نہیں سماتا۔ پکارنے  
والے کو خراج تحسین پیش کرتا ہے، اُسے اپنے ہمواؤں میں شمار کرتا ہے  
اُس کے لئے اپنے نقلی فیض کے در کھول دیتا ہے، حالانکہ دونوں کی رو میں  
اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے کی مکاری سے پوری واقف ہوتی ہیں۔ اللہ  
کے دو فرشتے، جو ہمیشہ بندے کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی  
حرکات سے متخیر ہو کر بعض دفعہ ان کیلئے دعا بھی کرتے ہیں۔!

### طریقت کے میدان میں

بہترین جو امر وہ ہے، جو اپنے نفس کو ذلیل اور قابو میں  
رکھے، اُسے کبھی ”یا حضرت کی منزل تک پہنچنے نہ دے  
اور اس کی کسی مکاری کو چلنے نہ دے۔ جب بھی اُسے۔



درغلانے کی کوئی کوشش کرے۔ ناکام کر دے۔ کوئی  
ایسا کام کر دے۔ جو شریعت کے توہین مطابق  
ہو۔ لیکن اس کی عزت کے خلاف ہو۔



## اس چھوٹے سے رسالے

میں بندہ آپ کو اپنے نفس کو ذلیل رکھنے کے وہ ضروری  
نکتے۔ جن کا کہ طریقت میں اخفا ضروری ہے۔  
تحریراً نہیں بیان کر سکتا۔ ملاً سمجھا سکتا ہے  
طریقت کی درسگاہ میں ایسے بے شمار طریقے ہیں جس سے کہ انسان اپنے  
نفس کو اس کے اپنے اصلی مقام سے کبھی ابھرنے نہیں دیتے۔

## نفس کی مخالفت کے ان ہی طریقوں کو

## اصل میں طریقت کہتے ہیں

### بعض دفعہ

یہ ایسی ایسی باتوں کا دعویدار بن جاتا ہے، جن کی کہ اُسے اصلاً خبر نہیں ہوتی  
اُسے اپنی نفی کے سوا ہر شے مرغوب ہے :

لذت مرغوب ہے      راحت مرغوب ہے

زینت مرغوب ہے      اور شہرت مرغوب ہے



انے ہی چاروں چیزوں پہ اس کی زندگی کا انحصار ہے،  
جب تک ان چاروں چیزوں میں سب کوئی چیز باقی رہتی ہے۔ یہ اُس ایک  
ہی چیز کی بدولت پورا زندہ رہتا ہے

## انے چاروں چیزوں

میں سب سے زیادہ خطرناک چیز اس کی شہرت ہے  
لذت ' راحت ' زینت

اگرچہ اس کی مرغوب ترین چیزیں ہیں۔ لیکنے۔  
اگر اُن کے ترک کرنے میں اس کی شہرت کا مقام ہو، تو۔  
انہیں فوراً چھوڑ دیتا ہے، لیکن یہ اپنی چوتھی بنیادی اور آخری چیز

## شہرت

کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ ہر شے۔ جو بھی کرتا ہے۔  
شہرت ہی کے لئے کرتا ہے، اپنی نیکنامی پہ بڑا خوش  
ہوتا ہے، بڑی سے بڑی نیک نامی حاصل کرنے کے لئے۔

ہر شے کر سکتا ہے۔ !



بھوک پیاس کی مصیبت برداشت کر سکتا ہے —  
 اب آپ اس ضمن میں خود ہی سوچ لیں کہ یہ کیا کیا  
 کرتا ہے — جو بھی کچھ کرتا ہے۔ شہرت کے  
 لئے کرتا ہے —

اور

مکلا مت نفسے کی موت — !

اور

روح کی حیات کا مزدہ جانفزا ہے !  
 اُسے

اپنی نفی پسند نہیں — کبھی اپنی نفی نہیں کرتا — حالانکہ  
 اُس کی نفی ہی میں ہر شے کا دار و مدار ہے

اکابرینِ طریقت

نے اس کی پوری نفی کی — اسے کسی بھی رنگ میں نکھرنے  
 نہ دیا — لیکن آج یہ ہم پر پوری طرح غالب  
 اور ہم اس کے مغلوب ہیں۔



## بعض دفعہ

ایسی ایسی سرکات کا مرتکب ہوتا ہے، کہ خود اُسے اپنی بیداری  
پہ شرم آتی ہے،

— کبھی آنکھیں بند کرتا ہے

— کبھی دم کھینچتا ہے

— کبھی لٹٹیں رکھتا ہے

— کبھی اونچی اونچی ضربیں لگاتا ہے

— کبھی خاموشی اختیار کر لیتا ہے،

## بندہ

سب باتیں بیان نہیں کر سکتا

صرف اس ایک بات پہ اس کی فطرت کی پوری وضاحت  
کرتا ہے — کہ —

ہر بات جو بھی یہ کرتا ہے، سراسر

مکر، اور اس کی ہستی کی شہرت کا

موجب ہوتی ہے۔ !





## مکلامت

نفس کے لئے زہر کا وہ پیالہ ہے۔ جسے وہ  
پی کر بھی حیات بر نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ  
قدر و منزلت کی کسی بھی صف میں شمار نہیں ہوتا  
ہر جہاں حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔  
مخلوق سے جب کسی کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتی  
ہے۔ خالق سے کہاں وہ مقبول ہو جاتا ہے

جسے

جس سے قدر زوال آتا ہے۔ اتنا ہی صاحب کمال ہوتا ہے

در حقیقت

زوال ہی کمال کا مژدہ کا لفظ ہے۔  
بے قدری میں قدر اور زوال کی آغوش میں کمال ہوتا ہے  
اللہ کے فقیروں کے سوا  
مکلامت کے اس کڑے پیالے کو کمال تسلیم و رضا کے ساتھ  
کوئی اور نہیں پی سکتا  
وہ اس سے پی سکتے ہیں۔ کہ وہ اللہ ہیں ایسے محو  
ہوتے ہیں۔ جیسے چکاند میں چکور  
اور اس محویت میں



شیریں شربت اور کڑواہٹ ہیں کوئی فرق نہیں محسوس کرتے  
دونوں کو اللہ ہی کے عطیات سمجھ کر غٹ غٹ کر کے پی جاتے ہیں!

پی کر شکر کرتے ہیں۔ اور

یہی سُکر ان کی مقبولیت کا باعث بن جاتا ہے  
صاحبِ ملامت وہ ہوتے ہیں

جو کسی ملامت کی کبھی تڑپ نہیں کرتے، نہ ہی کسی کو اپنی  
صفائی پیش کرتے ہیں، جو بھی کوئی کہتا ہے، سُکر چُپ ہو  
جاتے ہیں، کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور

یہ صبر کا بہترین مقام ہے



رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ  
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ آمِينَ

امروز سعید : پنجشنبہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۸۹ ہجری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دارالاحسان



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَعُوْذُ بِكَ



مراقبه ما بعد الموت

مؤلف: محمد برکات علی روڈیانی

المقام الثانی لاصحاب المقبول المصطفین • دارالاحسان فیصل آباد  
پاکستان



تَبْلِغِ کَافِیَہٗ پِیغَامِ

مَہِ

مَرِنے والوں سے سیکھا

مَرِنیوالے مر گئے

اور

یہ نصیحت کر گئے۔ کہ



مرنے کے بعد —————

دُنیا کی ہر شے اپنی اپنی جگہ قائم و برقرار رہی —

————— صرف ایک ہم نہ رکھے



مرنے کے چند سال بعد

یا سو سال بعد

یا ہزار سال بعد

کسی کی کوئی بھی یاد باقی نہ رہی —

یہاں تک کہ

لکھی ہوئی کتاہیں تک نابود ہو گئیں!



ہم درجہ بدرجہ حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے ہیں



## لیکنے

کسی کو بھی اپنے دادے کے دادے کا پتہ نہیں، کہ وہ  
کون تھا، پھر ہم ایسی ناپائیدار دنیا پہ اس طرح کیوں مائل ہیں؟

○ خالی ہاتھ آئے تھے

○ خالی ہاتھ لوٹ چلے

○ نہ کچھ لے کر آئے تھے، نہ کچھ ساتھ لے چلے

○ بنی بنائی پہ آئے تھے

○ بنی بنائی چھوڑ چلے

صرف ایک ہی ارمان ساتھ لے چلے۔ کہ۔۔

دنیا میں رہ کر (اللہ کی عبادت کیوں نہ کی۔۔؟

اور کمر کر بھی تو چھوڑ ہی آئے۔ کیا ہی اچھا ہوتا

مٹی کے ان بے قدر گھروں کو جیتے جی چھوڑ کر

(اللہ کی راہ میں نکلتے۔ اور پھر کیا ہی اچھا ہوتا

جو (اللہ کیلئے (اللہ کی راہ میں مرتے۔ اور آج

کوئی حسرت نہ ہوتی۔۔۔۔۔ اللہ کی راہ میں

اللہ کے لئے نکلنے سے بہتر اور کوئی بھی کام نہیں،



(اللہ)

بندے پہ کب خوش ہوتا ہے؟  
بندہ جب اللہ کے حکم کو تسلیم کر کے اللہ سے ڈرتا اور  
نفس کی مخالفت کرتا ہے، (اللہ) خوش ہو جاتا ہے!

**جو بندہ**

(اللہ) کے لئے (اللہ) کی راہ میں چلتا اور خندہ پیشانی سے  
(اللہ) کے راہ کی مصیبتوں کو برداشت کرتا ہے، (اللہ)  
اس سے راضی ہو جاتا ہے، — (اللہ) اپنے ہر اس  
بندے کا فخر سے فرشتوں میں ذکر فرماتا ہے، کہ دیکھو! تم  
کہتے تھے — ”کہ تو آدم کو کیوں پیدا کرتا ہے؟ — یہ تو  
دنیا میں جا کر تیری نافرمانی کرے گا“ — دیکھئے، میرے  
بندے کس ذوق و شوق سے میرے لئے میری راہ میں  
چل رہے ہیں؟ میرے سوا ان کی اور کوئی غرض و غایت  
نہیں، — (اللہ) کی راہ میں چلنے والے

**مُبلَغ و مُجَاهِد**

کی ہر نقل و حرکت اللہ کے ہاں مقبول ہوتی ہے

اور

اللہ کو ان کی زندگی ساری دنیا کے عملوں سے پسند ہوتی ہے  
اگر دنیا والے دنیا ہی کے کاموں میں مشغول رہیں، اور کوئی



بھی اللہ کی راہ میں نہ نکلیے ، (اللہ اس دنیا کو ختم کر دے  
بے شک

کائنات کا قیام اللہ کے ذکر کی بدولت — اور  
ذکر کا قیام دین کی تبلیغ کی بدولت ہے !  
اللہ کو یہ پسند ہے

کہ اللہ کے بندے اللہ کا حکم لے کر اللہ کے ملک میں  
بندوں کی طرف نکلیں — اس میں کوئی بھی شک نہیں ،  
بے شک یہ اللہ کو پسند ہے ، کہ

اللہ کے بندے ایک ہاتھ میں اللہ کی کتاب اور  
دوسرے میں اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی  
سُنّت لے کر اللہ ہی کے توکل پہ چلیں — کسی سے  
بھی ، اور کسی بھی معاملہ میں کبھی نہ ڈریں — اور نہ ہی  
کسی سے کوئی سوال کریں — اس لئے کہ — اللہ کے  
سوا (اللہ کے ملک میں) اللہ کی کسی مخلوق کو کسی بھی مخلوق  
پر کسی بھی قسم کا کوئی تصرف حاصل نہیں — (اللہ ہی  
مخلوق کا خالق و مالک و معبود ہے) — (اللہ ہی  
اپنی ہر مخلوق پر قادر و مقتدر ہے) — اسی طرح (اللہ کی  
راہ میں چلنے والے کسی اور کے کبھی محتاج نہیں ہو سکتے  
بھلا اللہ کی غیرت یہ گوارا کر سکتی ہے کہ



اللہ کا بندہ کسی اور کا محتاج ہو؟ — ہرگز نہیں کر سکتی  
 اللہ کے پاس ہر شے کے خزانے بھرے پڑے ہیں، اور  
 وہ ہمارے ہی لئے تو ہیں — اللہ کے ہاں کسی بھی چیز کی  
 کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ساری مخلوق بیک  
 وقت اپنی جو مراد چاہے مانگے، اور اللہ ہر کسی کی ہر مراد  
 پوری کر دے، تو سب کو دے کر اتنی بھی کمی نہیں آتی  
 جس طرح کہ سمندر میں سے ایک سوئی ڈبو کر نکال لی جائے  
 واضح ہو کہ

اللہ اپنے بندوں کو اندازے کے مطابق روزی دیتا ہے  
 تاکہ رزق کی بہتات بندے کو ناشکرانہ بنا دے۔  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :  
 ”اگر اللہ کے نزدیک ساری دنیا کی قیمت ایک چھتر  
 کے پیر کے برابر بھی ہوتی، تو کافروں کو ایک گھونٹ  
 پانی تک نہ پلاتا۔“

اللہ کو یہ پسند ہے، کہ

اللہ کے بندے، اللہ کے توکل پہ، اللہ کی راہ میں چلیں،  
 اپنی کسی بے سرو سامانی کی کوئی منکر نہ کریں۔ اللہ جب  
 کسی چیز کے کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں، تو صرف ارشاد  
 فرماتے ہیں ”کرنے“ تو پس اُسی وقت وہ چیز ہو جاتی ہے



## ہم اشرف المخلوقات ہیں

دیکھنے میں اللہ کی ذات پہ اتنا بھی بھروسہ نہیں جتنا کہ ایک  
چڑیا کو ہے۔ ہم سے تو یہ چڑیاں بہتر نکلیں۔ سبحان اللہ!

## ہماری نظر اسباب پہ ہے

### اسباب والے پہ نہیں!

اللہ کی راہ پہ چلنے والوں کو تکلیفیں آیا کرتی ہیں، اللہ کے ہاں  
وہ حسنِ کارکردگی شمار کی جاتی ہیں۔ اور وہی ان کا بیش قیمت سرمایہ  
ہے۔ اللہ اپنی راہ میں چلنے والوں کی راہ میں اپنے فرشتوں کو  
مقرر فرما دیتے ہیں، شجر و حجر ان کے لئے مسخر کر دیئے جاتے  
ہیں۔ اور کوئی بھی شے ایسی نہیں ہوتی، جو ان کے لئے دُعا نہ  
کرتی ہو، قبروں و اسے دنیا کی منزل کو ختم کر چکے، ان کو اللہ  
کی راہ میں چلنے کا پتہ ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ صرف اس  
ایک ہی بات پہ پکھتاتے ہیں۔ کہ

کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ دنیا میں کوئی کام نہ کرتے، ساری  
عمر اللہ کی راہ میں مسافروں کی طرح گزار دیتے، اور کسی  
مال و دولت کی طرف آنکھ تک اٹھا کر نہ دیکھتے۔ ایسے  
مکانوں کی ایسی تھیسی۔ ہم سے تو جنگل کے پتے اچھے  
نکلے۔ جو ککھیاں کانیاں دے کوٹ اُسار کر گزاراں کر گئے



گلیوں میں ہے، محلوں میں نہیں — محلوں والے بھلا  
 خانہ بدوشوں کی برابری کر سکتے ہیں؟ خانہ بدوشوں کے کتے  
 شیروں کا مقابلہ کیا کرتے ہیں — کھٹیا بھی کیا کھٹی — ایک  
 مکان — چپڑا — ایک چھوٹی سی مخلوق ہے  
 اپنی کسی بھی چیز کے لئے کسی کا محتاج نہیں — اپنی ننھی سی چوپنچ  
 میں ایک ایک تنکا دباتا ہے، اور پھر کس قرینے سے  
 گھونسلا تیار کرتا ہے۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بڑے  
 بڑے کاریگر اس ترکیب سے اور اتنی جلد گھونسلا نہیں تیار  
 کر سکتے۔ اسی طرح اپنے کھانے کے لئے وہ کسی دوسرے  
 کا محتاج نہیں ہوتا۔ اللہ کا برکت والا نام سے کر درخت  
 سے اڑ جاتا ہے۔ جو روزی اُسے اللہ دیتا ہے، اکھا کر  
 واپس آ جاتا ہے۔ اپنی فراغت کا سارا وقت اپنے خالق کی  
 تسبیح و تحمید میں مشغول رہتا ہے۔

### یہ انسان ہی ہے

جو ہر روز ہر معاملہ میں کسی نہ کسی کا محتاج بنا رہتا ہے۔ اس  
 نے اپنی زندگی کا معیار اتنا بلند کیا ہوا ہے۔ کہ یہ اپنے آپ  
 اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ اُسے اپنے ساتھ کئی اوروں  
 کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ بیچارے کی ساری عمر  
 اسی چکر میں کٹ جاتی ہے — مکان بنانے لگ جاتا ہے،



تو اتنا وسیع اور عمدہ بناتا ہے، کہ لاکھوں روپیہ صرف  
 کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس کے رہنے کے لئے دو تین  
 چھوٹے چھوٹے کمرے کافی ہیں۔ یہ ان کمروں پر اکتفا  
 نہیں کرتا۔ نہ معلوم کس کے لئے اتنے بڑے بڑے مکان  
 بنائے جا رہا ہے!

### کوئی مصنوعی منظر

کسی قدرتی منظر سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتا۔ جو  
 دلکشی و قدرتی مناظر میں ہے، مصنوعی میں نہیں، جنگل  
 کے باسی ہی قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔  
 ایک درخت پہ چڑیوں کی ایک ڈار اٹھکیلیاں کرتی ہوئی  
 آئی۔ چند منٹ چھپا کر اڑ گئی۔ — تھوڑی دیر بعد ایک اور  
 قسم کی چڑیاں آئیں، اسی طرح چھپا کر وہ بھی اڑ گئیں اور  
 یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا ہے، کبھی دھوپ کبھی  
 بارش، کبھی آندھی، کبھی تند و تیز ہوا۔ غرضیکہ نہ نیا  
 سماں اور نہ نیا کیف ہوتا ہے

انسان اشرف المخلوقات ہے

لیکن

کو رائہ تفتلید کا پابند ہے!



کسی بات کو غور سے نہیں سوچتا۔ دوسرے کی نقل پہ اکتفا کرتا ہے جب لباس پہنتا ہے، شیشے کے سامنے کھڑا ہو کر کتنی دیر سکا دیتا ہے۔ سادگی اختیار نہیں کرتا۔

### اسی طرح

جب کھانا کھانے لگتا ہے۔ ضرورت سے کہیں زیادہ چیزیں دسترخوان پہ چن لیتا ہے، اور اس پہ فخر کرتا ہے، کہ اس کے دسترخوان پہ آج اتنی چیزیں حاضر ہوئیں۔ تو بہ تو بہ! — اس کے کھانے کے لئے دو روٹی اور کوئی سا سالن اس کی لذت اور قوت دونوں کے لئے کافی ہے، لیکن یہ ایسے نہیں کرتا۔ ایسی ایسی روغنی غذائیں کھاتا ہے، جسے ہضم نہیں کر سکتا۔ اور بیمار ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ اپنی کمائی کا سارا نہیں، تو ایک معقول حصہ دوائیوں ہی پہ صرف کر دیتا ہے۔ لیکن تندرست پھر بھی نہیں ہوتا۔ اگر اللہ حضرت انسان کو ہدایت بخشے، اس کی زندگی کے لئے چند چیزیں کافی ہیں۔ — رھنے کے لئے ایک گھر — کھانے کے لئے معمولی کھانا — پہننے کے لئے معمولی کپڑا۔

### باقی سارا وقت

اُس کے کام کے لئے فارغ ہے، دینی ہو یا دنیاوی اگر انسان کھانے پینے اور رہنے کے ہر معاملہ میں سادگی اختیار کرے، تو تانے فیصد تکالیف کا اسی وقت خاتمہ ہو جائے،



اور اس کی دنیاوی زندگی کے کسی بھی کام میں کوئی خلل پیدا نہ ہو،

## ان سب باتوں کو حاصل کرنے کیلئے

کسی دن اپنے کسی عزیز کی قبر پر جا کر سوچا کریں، کہ اس نے دنیا میں کیسی زندگی اختیار کی، اب وہ دنیا — جسے کہ وہ چھوڑ کر اس قبر میں آیا ہوا ہے، اس کے کس کام آرہی ہے، آپ عبرت حاصل کرنے کے لئے ضرور قبرستان میں جایا کریں اور سوچا کریں کہ یہ سب آپ کی طرح ایک دن اس دنیا میں زندہ تھے، اور کسی دن یہ بھی دنیا واسے تھے۔ اور آج اس دنیا کی کوئی بھی چیز انکے پاس نہیں — مگر — صرف ایک ارمان — جو اب کبھی پورا نہیں ہو سکتا — کہ — اللہ انہیں پھر دنیا میں بھیجے۔ تاکہ وہ دنیا میں جا کر اللہ ہی کی عبادت میں اپنا سارا وقت گزاریں۔ جن کے لئے کماتے رہے، ایک بار دفن کر کے پھر کبھی نہ آئے۔ پھر کسی نے بھی کوئی سار نہ لی، قبر میں جا کر یہ پتہ چلا — کہ کیا ہی اچھا ہوتا، کہ اپنا کمایا ہوا سارا مال اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آتے اور آج یہاں اس کے کام آتا۔ اور یہ بھی قبر ہی میں جا کر پتہ چلا۔ کہ ساری دنیا مطلب ہی کی ہے، جب تک کسی کو کسی سے مطلب ہوتا ہے، دوست ہوتا ہے، جب مطلب



پورا ہونے کی امید نہیں رہتی، دوستی ختم ہو جاتی ہے، دنیا کے دوستوں میں سے کوئی بھی دوست پھر اس کا حال پوچھنے اس کی قبر پر حاضر نہ ہوا۔ قبر میں انسان اپنی اس غلطی پر بھی بڑا پچھتا تا ہے، کہ اس نے دنیا میں کیوں کسی کو اپنا دوست بنایا۔ جب کہ کوئی کسی کا نہیں، کیا ہی اچھا ہوتا، اللہ ہی سے اپنی دوستی رکھتا۔

### عرضیکہ

اللہ کی راہ میں چلنے اور مرنے والوں کے سوا جو بھی کوئی اس دنیا سے گیا — روتا ہی گیا۔ اور مرنے کے بعد بس اس کا ایک ہی ارمان رہا۔ کہ دنیا میں اس نے

اللہ کے حکم کی کیوں فرمانبرداری نہ کی۔!



### بندہ

جب اس امر کی صدق دل سے تصدیق کرتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے — اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو کسی بھی معاملہ میں کبھی شریک نہیں ٹھہراتا — اور پھر اپنے اس استمرار کی عملی ثبوت سے تصدیق کرتا ہے — یعنی اللہ کے



سو کسی اور طرف ربوبیت کے کسی معاملہ میں متوجہ نہیں ہوتا۔  
 ہر معاملہ میں اللہ ہی کو اپنا وکیل و کفیل تسلیم کر لیتا ہے، اللہ  
 خوش ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل میں ظاہری اور باطنی عفا  
 بھر دیتا ہے۔ بھرا اللہ کا یہ بھی حق ہے، کہ اسے کسی غیر کا کبھی  
 محتاج نہ کرے۔ بے شک اللہ ہی عننی اور ہم سب  
 اُس کے در کے فقیہ ہیں۔

اللَّهُ اللَّهُ رَجِثْ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا  
 ہم زبان سے تو کہتے ہیں

لیکن

اس کلمے کی عملی تصدیق نہیں کرتے۔ ورنہ اگر  
 دل سے اس کی تصدیق کریں، (اللہ ہم پر تسکین  
 نازل فرمائے۔ حصول تسکین کا بس یہ ہی ایک ذریعہ ہے  
 ہم اپنے اللہ کو سچے دل سے اپنا رب تسلیم کر لیں۔ اور  
 اس کی ذات باری میں کسی بھی اور کو کبھی شریک نہ ٹھہرائیں  
 اپنے تمام معاملات اللہ ہی کو سونپ کر ماسوا سے بے  
 نیاز رہیں، ہم اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا  
 زبان سے اقرار کرتے ہیں، دل سے تصدیق نہیں کرتے

حصولِ اطمینان

کے لئے محض زبان کا اقرار کافی نہیں۔ زبان کے



اقرار کے ساتھ ساتھ دل کی تصدیق ضروری ہے،



آج ہم آپ کی خدمت میں

حضرت سیدنا **نوح** علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اللہ

کا قصہ بیان کرتے ہیں

ویسے تو تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کی توحید کے علمبردار بنا کر بھیجے گئے، اور سب نے ساری عمر اللہ کی توحید کی تبلیغ میں بسر کی۔ لیکن حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نبی اللہ کو اس باب میں ایک خصوصی مقام حاصل ہے۔ قوم نے آپ کی کوئی بات نہ مانی آپ دس بیس سال نہیں، ایک روایت کے مطابق آپ اپنی قوم کو ۹۰۰ سال تک تبلیغ کرتے رہے، شب و روز طرح طرح کے دلائل سے اللہ کی توحید کو بیان کرتے رہے۔ لیکن کسی نے ان کی کوئی بات نہ مانی۔ ہر بات کو جھٹلایا۔ باوجود اس اتنی طویل جدوجہد کے آپ کبھی بھی ناامید نہ ہوئے، اور نہ ہی مار کر بیٹھے، اللہ تعالیٰ نے



انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو  
دو وہ چیزیں عنایت کی ہوئی ہوتی ہیں، جواب ہم میں  
نہیں پائی جاتیں —

## اِسْتِقَامَت اور تَوَكُّل

### جب تک

کوئی ان دو مضبوط ستھیا روں سے لیس نہیں ہوتا۔ تبلیغ  
کے میدان میں کامیاب نہیں ہو سکتا  
جب قوم نے ان کی کسی بھی بات کو نہ مانا۔ ہر بات کی  
بے بنیاد دسیلوں کی بنا پر مخالفت کی۔ آپ نے اپنی  
قوم سے بر ملا کہا۔ کہ تم سب کے سب اکٹھے ہو جاؤ  
اور اپنے ان تمام حاکمتیوں کو جنہیں کہ تم اپنا خدا مانتے  
ہو، اپنے ساتھ شریک کر لو، پھر میرے غلات جو بھی کرنا  
چاہتے ہو، کر لو۔ اور ذرا بھی ڈھیل نہ دو۔ اور نہ ہی  
کسی قسم کی مجھ سے رعایت بر تو۔ لیکن یاد رکھو!  
تم میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ تمہیں کوئی قدرت نہیں دی  
گئی، تم ضعیف و ناتواں ہو، اسی طرح یہ تمہارے جھوٹے  
رب بھلا کیا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ میں تمہیں ایک بار  
نہیں بار بار اللہ یہ ایمان لانے اور اس کے عذاب سے



ڈرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ کہ لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ،  
 اللہ کو اپنا رب، اپنا مالک اور اپنا معبود تسلیم کر لو، اور  
 ان سب کی نفی کر دو۔ یہ کچھ بھی نہیں، تمہارے یہ معبود  
 جن پر کہ تم تکیہ کئے ہوئے ہو، بے جان پتھر، اور کسی بھی  
 حرکت پر قادر نہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا طاقت ہو  
 سکتی ہے، کہ تم رب عرش عظیم۔ رب السموات والارض  
 کے مقابلے میں اپنے ان مصنوعی ربوں سے مدد طلب کر دو۔  
 ۹۰۰ سال یعنی۔ پوری نو صدیاں آپ اپنی قوم کو  
 اللہ کی طرف بلا تے رہے اور پیغمبرانہ فراست سے دین  
 کی دعوت دیتے رہے، باوجود اس کے وہ راہ راست پر نہ آئے

### انتی طویل مدت

اس دنیا میں بسنے والا کوئی دین کا داعی  
 صبر نہیں کر سکتا۔ ہم اگر کسی ایک بستی میں جا  
 کر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں، وہاں کے لوگ ہماری دعوت  
 پہ ہم سے تعاون نہ کریں، تو ہمارے حوصلے پست ہو جاتے ہیں  
 اور ہم مایوسی کی حالت میں لوٹ آتے ہیں، دوبارہ جانے کی زحمت  
 گوارا نہیں کرتے، یوں کہہ کر ٹال دیتے ہیں، کہ ہم وہاں کئی  
 بار جا چکے ہیں۔ لوگوں نے ہماری دعوت کی پرواہ نہ کی، مار کر  
 ہم نے وہاں جانا چھوڑ دیا!



## دینے کے تبلیغ

ہمارا وہ فرض ہے، جسے کہ ہم نے آخر دم تک  
اور ہر حال میں جاری رکھنا ہے، تبلیغ کے معاملے میں ہم  
تثقیب اور تحسین — دونوں سے کلیۃً مستغنی — اور  
بے نیاز ہیں۔ ہمارا کام ہر کسی کو دین کا ہر حکم پہنچانا ہے۔  
مسجدیں اللہ کے گھر ہیں

لیکن بعض دفعہ ہمیں مسجدوں میں قرآن اور سنت کی تعلیم  
کی اجازت نہیں دی جاتی — تبلیغ کا نام سنتے ہی لوگ  
اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور عموماً یہ سوال کرتے ہیں —  
کہ — آپ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں؟

اور

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جب یہ حال ہو — تو یوں جواب دو کہ:  
”ہم مسلمان ہیں — سادہ مسلمان — نہ عالم ہیں نہ صوفی،  
اور نہ ہی کسی اور کمال کے دعویدار — ہمیں جو بات (اللہ)  
کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے، لوگوں تک  
پہنچاتے ہیں، اور اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں  
کرتے؟ — پھر اُن سے کہیں — آپ بھی ہم سے



تعاون کریں، اور دین کی جو بات آپ کو آتی ہے، اپنے بھائیوں تک پہنچائیں۔ ہم نے آپ سے دین کی اس خدمت کی کوئی بھی اجرت نہیں لینی، آپ کے قیمتی وقت کے چند منٹ لینے ہیں، ہم آپ سے آپ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کریں گے، آپ اطمینان سے بیٹھ کر سنئے، بس! یہی ہمارا آپ سے مطلب ہے!

### عقیدے

کی پوری وضاحت یوں کریں۔ کہ

اللہ ہمارا رب، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول۔ اسلام ہمارا دین، اور قرآن ہمارا کتاب، اور ہم سب ایک واحد امت کے فرد ہیں۔ اور آپس میں بھائی بھائی ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مدارج ہر ایک کے ایک سے نہیں ہوتے، جتنا کوئی کسی کے قریب ہوتا ہے، اتنا ہی اس کا مرتبہ ہوتا ہے۔ ہم اپنے محسن اعظم سرور کونین، سرکارِ دو عالم شفیع المذنبین، خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین کی ذاتِ اقدس واکمل، اکرم واجمل، اطیب واطھر کی حد درجہ کی تعظیم و تکریم اپنے ایمان کی تکمیل کا وہ ضروری جزو سمجھتے ہیں، جس کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔



## ہمیں

دین کا جو بھی سلم بلا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے بلا۔ یہاں تک کہ قرآن عظیم بھی — آپ نے فرمایا — اللہ رب العالمین نے آپ پر اس قرآن عظیم کو وحی کے ذریعہ نازل فرمایا ہے، یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اللہ نے آپ پر وحی کے ذریعے نازل فرمایا — اور ہم اس پر ایمان لائے، اور اس سے زیادہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور زیادہ کیا شان بیان کر سکتے ہیں؟ ہر شے آپ پر ہی نازل ہوئی، اور آپ ہی سے صادر ہوئی،

آپ نے فرمایا

”یہ اللہ کا کلام ہے، جو اللہ نے مجھ پر وحی کیا۔“ ہم اس پر ایمان لائے

پھر آپ نے فرمایا

”یہ میری حدیث ہے!“ — ہم نے کہا — آمنا وصدقنا!

اللہ کرے

ساری عمر ہماری اس گناہگار زبان سے ایسا کوئی کلمہ نہ نکلے جس میں ہمارے مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں رائی بھر بھی گستاخی پائی جائے۔



# ہمارا نصب العین

## اتحاد بین المسلمین ہے !

فرقہ وارانہ کشیدگی نہیں

یعنی

کرہ ارضی پہ بسنے والے تمام مسلمان بھائی آپس میں متحد ہوں

گویا کہ

ساری امت ایک جسم کی مانند ہو، کسی کو کسی سے کوئی اختلاف نہ ہو

آج

ہم کیوں ایک دوسرے کے خلاف محاذ قائم کئے ہوئے ہیں، آپ  
کی امت کتنے فرقوں میں بٹی ہوئی ہے، اللہ کرے، یہ امت پھر  
ایک ہو — آہن — یا حتی یا متیوم !

جو چیز انتشار کا موجب ہو، ترک کر دیں۔ یہ کلمہ کہ  
فلاں کچھ بھی نہیں، بھلا کبھی اللہ کو پسند ہو سکتا ہے، اگر کسی نے  
کسی کو دین کی کوئی بات بتائی، کیا اس کا یہ حق نہیں، کہ وہ اس کو  
خوش ہو کر سنے۔ اگر یہ غلط ہو، تو اس کی اصلاح کرے جو  
غلطی پہ ہو، اپنی غلطی کو تسلیم کر لے، جب تک ذاتیات ہم سے



دور نہیں ہوتیں، ہماری کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔

ذاتیات سے کوئی پاک نہیں۔ سب میں درجہ بدرجہ پائی جاتی ہے، اللہ کرے۔ ہم سب اللہ کے لئے، اللہ کے دینِ اسلام کے ہر معاملے میں ایک دوسرے سے متفق و متحد ہوں۔ ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ جو بات غلط ہو، اس کی اصلاح کریں دین کے کام کرنے والے کسی شخص اور کسی بھی ادارے کی ہتک نہ کریں۔ کیا ہی اچھا ہو، کہ اپنے سے بہتر سمجھ کر اس کو اچھے کلمات سے پکاریں۔ اگر ایسا ہو، تو معاشرے کی اصلاح کے لئے کایا پلٹ ثابت ہو،

دین کی تبلیغ کا ادارہ مدار ان دہی باتوں پہ ہے۔

## استقامت اور توکل

استقامت سے یہ مراد ہے، کہ آپ اسے ہمیشہ جاری رکھیں کسی بھی حال میں کبھی ترک نہ کریں۔ کسی کمال کا کبھی دھوئے نہ کریں، کمالات سے بے نیاز ہو کر (اللہ کے لئے)۔ (اللہ کی راہ میں چلیں، تو ماشاء اللہ کمالات آپ کے پیچھے پیچھے پھریں۔ اور آپ کو ان کی پرواہ تک نہ ہو

(اللہ)

اپنے بندوں کو اپنی راہ میں آزمایا کرتے ہیں۔ کوئی ناکامی، کبھی



آپ کی سب راہ نہ ہو — نہ کبھی ہٹیں — نہ مایوس ہوں — نہ  
 ناامید — ہر حال میں اپنا کام پورے ذوق و شوق سے جاری  
 رکھیں — آپ خود عمل کریں — اور لوگوں کو عمل کی دعوت دیں،  
 اگرچہ ساری عمر جدوجہد کرنے کے باوجود کوئی بھی نہ سُنے۔ اور اسے  
 آپ (ﷺ) ہی کی طرف سے ایک تحفہ سمجھ کر خوش رہیں، کہ اللہ نے  
 آپ کو اپنے کام میں مشغول کیا — اور شکر کریں۔ کہ باوجود اتنی  
 دوڑ دھوپ کے کسی نے بھی آپ کی کوئی بات نہیں مانی۔ یہ مایوسی  
 کا نہیں، تحسین کا مقام ہے۔ اور اس بات پر شکر کرتے نہ تھکیں  
 کہ ہماری کسی نے عزت نہ کی۔ ہم (ﷺ) کے لئے (ﷻ) کی  
 راہ میں نکلے تھے، جہاں بھی گئے۔ نکالے گئے۔ کسی نے بھی  
 ہماری کوئی بات نہ سُنی، حالانکہ ہم نے ہر کسی کو (ﷻ) اور  
 (ﷺ) کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنائیں،

### مسلمانے

بھلا کیوں مایوس ہو سکتا ہے؟ — توبہ توبہ!

مسلمان نہ محروم ہو سکتا ہے — نہ مایوس!

محروم وہ ہے — جو ثواب سے محروم ہے — دین کا کوئی  
 کام کرنے والا کیونکر اپنے کو محروم کہہ سکتا ہے؟ اس کی ہر شے اللہ  
 ہی کے حوالے، اور اللہ ہی کے ذمے ہے

اللہ کا شکر ہے



کہ اللہ نے ہم خاک نشینوں کو وہ شوق بخشا ہے جس پہ کوئی  
ناکامی اثر انداز نہیں ہو سکتی

صایوس سے وہ ہے، جو ثواب سے مایوس ہے۔ ایک آدمی کو  
ایک مسجد سے نہایت بے رخی سے نکالا گیا۔ اس پہ وہ خوش ہوا  
کہ اللہ کا شکر و احسان ہے۔ کہ وہ اللہ کا پیغام لے کر اللہ کے  
گھر میں اللہ کے بندوں کی طرف گیا۔ انہوں نے اس کی کسی بھی  
بات کو نہ سنا۔ اور وہاں سے نکال دیا گیا۔ گویا یہ محبوب کی ایک  
ادا ہے۔ اور اسے محبوبانہ اداؤں میں سے ایک ادا سے نوازا  
گیا۔ اس کے دل میں کسی کے خلاف کوئی برائی نہ آئے۔ یہ کہے۔ کہ  
یہ تو اس کے اپنے ہی گناہوں کی بدولت ہے

### جب

آپ سے کسی جگہ ایسا سلوک ہوا تو آپ خوش ہوں۔ اور  
حاضرین سے کہیں۔ کہ آپ کا شکر یہ۔ آپ نے ہمیں  
توبہ کی طرف دعوت دی۔ ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور  
اللہ سے بخشش مانگتے ہیں۔ کہ جس گناہ کی بدولت آج ہم  
سے تیرے بندوں نے ایسا سلوک کیا ہے۔ بخش دے ہیں  
بھی، اور جن کی بدولت ہم نے اپنے گناہوں سے توبہ کی طرف  
رجوع کیا۔ ان سب کو بھی۔ یہ سب باتیں جو ہیں آج  
پیش آرہی ہیں، ہمارے اپنے ہی گناہوں کی بدولت ہیں،



ورنہ ہم اگر گناہگار نہ ہوتے، ہمارے بھائی کبھی ہم سے ایسا  
ناروا سلوک نہ کرتے۔

## دینے کی تبلیغ

میں مصروف ہونے والوں کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ  
دین کی باتوں کے سوا کسی دوسری باتوں میں کبھی مصروف  
نہ ہوں۔ ہر وقت دین ہی کی باتیں جاری رہیں۔  
آؤ جی۔ سناؤ جی نہ ہو۔ اور کبھی نہ ہو۔

”اخبار کی نئی تازہ خبر سناؤ“۔ عموماً ہم سب ایسی ہی باتوں میں  
الجھے رہتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی کرنے والی باتیں ہیں؟۔ یہ باتیں  
ہمیشہ روز ہر جگہ ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ہمارا تو مقصد ہی تمام فضول  
باتوں کو ختم کرنا ہے۔ ہم صرف ایک بات کرنے نکلے ہیں اور  
وہ دینے کی بات ہے،



## توکل

جب تک کسی کو یہ حق الیقین نہیں ہوتا، کہ اس کا  
رب اس کے ساتھ ہے، جہاں بھی وہ ہے، وہیں اس کا  
رب بھی ہے متوکل نہیں ہو سکتا۔ (اللہ آپ کو



حق الیقین کی یہ نعمت بخشے، پھر زندگی کے کسی بھی معاملے میں  
 آپ اللہ کے سوا کسی کے محتاج نہیں ہو سکتے  
 کیا یہ تعجب کی بات نہیں، کہ اللہ کو رب تو ہم مانتے ہیں، لیکن  
 ہر معاملہ میں رب کی طرف نہیں، رب کی مخلوق کی طرف رجوع کرتے  
 ہیں۔۔۔ اللہ خالق المخلوقات ہے۔۔۔ اللہ کی ایک ہی  
 تویہ مرضی ہے۔۔۔ کہ اس کے بندے اس کی طرف رجوع کریں

### ہر شے

چھوٹی ہو یا بڑی۔۔۔ اُس ہی سے مانگیں۔۔۔ یہاں تک کہ  
 نمک کی ڈلی بھی اُسی سے مانگیں۔۔۔ بندہ جب اللہ سے  
 اپنی کوئی حاجت مانگتا ہے۔۔۔ (اللہ بڑا خوش ہوتا ہے،  
 اللہ کو پتہ ہوتا ہے۔۔۔ کہ میرے بندے کو معلوم ہے۔ کہ  
 میں اس کا رب ہوں۔۔۔ اور میں اس کا قاضی الحاجات ہوں،  
 وہ میرے سوا اُسے کسی اور سے کوئی امید نہیں رکھتا۔ ہر معاملہ  
 میں میری ہی طرف رجوع کرتا ہے۔

### اللہ کو

بندے کی کسی حاجت کا پورا کرنا کیا مشکل ہے؟ اللہ کے  
 خزانے میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں، اللہ کے تمام خزانے  
 ہمارے ہی لئے تو ہیں۔۔۔ افسوس! ہم نے (اللہ سے کوئی  
 بھی چیز نہیں مانگی، زید بکر سے مانگی، اور یہ اللہ کو پسند نہیں،



کبھی اللہ سے مانگ کر تو دیکھیں۔ کسی نے کب اس سے  
کوئی شے مانگی؟ جب بھی مانگی، آپ جانتے ہی ہیں، کہ کس سے  
مانگی؟ اگر (اللہ) سے مانگتے۔ اللہ کی قسم۔ اللہ ضرور  
آپ کو دیتے، کبھی خالی نہ لوٹاتے، اللہ کی بارگاہ سے بھی  
کوئی خالی آیا؟ — وہاں کس شے کی کمی ہے؟ —  
خزائنے بھر پور — اور

وہ کریم بے مثال ہے !

(اللہ) کے کرم کی وسعت ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے  
وہاں اگر کوئی افسوس ہے، تو یہ — کہ میرے کسی بندے  
نے کبھی مجھ سے کوئی شے نہ مانگی۔ جب بھی کوئی شے مانگی  
میرے ماسواہ سے مانگی

جس طرح

لوگوں کو اسباب پہ بھروسہ ہے !

(اللہ) پہ نہیں ! — اگر کوئی اللہ پہ بھروسہ کرے، جیسے کہ  
بھروسے کا حق ہے — اللہ کی قسم — اللہ کے سوا اُسے  
کسی سے کوئی واسطہ نہ رہے — اس کی ہر حاجت، چھوٹی ہو  
یا بڑی — پوری ہو — حاجت روائی کے معاملے میں وہ  
کسی مسیدان میں کبھی نخل نہ ہو !

(اللہ) کی راہ میں چلنے والے کو اس قسم کے توکل کی ضرورت



ہے۔ کہ اُسے اپنی بے سرو سامانی کی مطلق پرواہ نہ ہو اور  
 نہ ہی وہ کسی شے کا پابند ہو۔ (اللہ کا برکت والا نام  
 لے کر اللہ کی راہ میں نکل پڑے، اس کی ہر شے اللہ ہی کے  
 حوالے ہو۔ بھلا اللہ کی غیرت یہ کبھی گوارا کر سکتی  
 ہے، کہ اس کا کوئی بندہ اس کے سوا کسی اور کا محتاج ہو؟  
 ہرگز نہیں!



## سلطان ابراہیم ادھمؒ

جب تخت و تاج سے دستبردار ہو کر اللہ کی راہ میں نکلے، تو  
 جنگل میں آپ کو رات آگئی، یہ ان کی زندگی کی پہلی رات تھی،  
 جو جنگل میں آئی۔ آپ نے دیکھا۔ کہ کسی جگہ سے کسی آدمی  
 کی آواز آرہی ہے، آپ وہاں پہنچے۔ وہاں دیکھا، کہ ایک درویش  
 کی کٹیا ہے۔ آپ نے کہا۔ اللہ کے بندے!۔ مجھ کو بھی آج  
 رات اپنے پاس رہنے دے، اس نے سوچا۔ میرے لئے اللہ  
 کی طرف سے دو روٹیاں آتی ہیں، اگر یہ یہاں رہ گیا، تو ایک اے  
 دینی پڑے گی۔ اس درویش نے ان سے کہا۔ کہ میرے پاس  
 کسی کو بھی رہنے کا حکم نہیں، یہاں سے چلے جاؤ!  
 آپ وہاں سے چند گز دور کسی درخت کے نیچے جا کر لیٹ



گئے، اتنے میں ایک فرشتہ اُسی قسم کے کھانے، جیسے کہ وہ شاہی  
 محلوں میں کھایا کرتے تھے۔ لے کر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا۔ میں  
 نے تو آج کوئی کھانا نہیں کھانا! البتہ اس اللہ کے بندے کے  
 پاس پہنچا دو! ابھی وہ فرشتہ وہاں پہنچا ہی تھا۔ کہ اس کا کھانا بھی اللہ  
 کی طرف سے آگیا۔ جو کہ دو روٹیاں اور ایک پیاز کا گھٹہ تھا،  
 اس درویش نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا، — مجھے فقیر ہونے  
 بارہ برس گزر گئے، اور یہ کل فقیر بنا ہے، اس کے لئے تو نے  
 ایسے ایسے کھانے بھیجے، جو میں نے آج تک دیکھے تک نہیں،  
 اس پہ ندا آئی، کہ

یہ شخص میرے عشق میں چالیس شہزادوں کی بادشاہی چھوڑ  
 کر آیا ہے، اور یہ میرا مہمان ہے، مجھ کو ابراہیم سے  
 شرم آتی ہے، کہ میں اس کو اس سے گھٹیا کھانا دوں،  
 جو کہ وہ اپنے محلوں میں روز کھایا کرتا تھا، — اور تو نے  
 میرے عشق میں ایک کھریہ اور ایک تنگڑ چھوڑا ہے  
 اگر تجھ کو یہ سودانا پسند ہے، تو اپنا کھریہ اور تنگڑ لے،  
 اور جس کام کو چھوڑ کر آیا ہے، وہی کرنے جا لگ!



یہ دو چیزیں



○ استقامت اور

○ توکل

دینے کے تبلیغ

کرنے والوں کے لئے بنیادی چیزیں ہیں !



(ﷻ تعالیٰ)

کسی کے پالنے کے لئے اسباب کے محتاج نہیں۔ یہ بات سمجھانے کے لئے قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا :  
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیل اللہ کے واقعے کو ہی دیکھئے۔ کہ بخومیوں کے خبر دینے پر مزود نے آپ کی تشریف آوری کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ لیکن آپ تشریف لا کر ہی رہے۔ اور پھر۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کی پرورش بھی اس طرح سرمائی۔ کہ والدہ کو کئی دن تک آپ کے پاس آنے کی فرصت نہ ملتی۔ اور جب آپ کے



پاس آئیں، تو قدرت الہی کا عجیب منظر دیکھتیں۔ کہ آپ نے ہاتھ  
کے انگوٹھے سے دودھ پی رہے ہیں۔ اور۔ آپ کی زیارت  
بھی دل کو عجیب طرح متاثر کرتی،

پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی طرف مائل کرنے کے  
لئے غار سے نکلتے ہی ایسے سوال کئے، کہ والدہ اور والد۔  
انگشت بندھاں رہ گئے۔ والدہ سے پوچھا۔ کہ میرا  
رب (پالنے والا) کون ہے؟

کہا۔ کہ میں!

اور پوچھا۔ "بچے کون پالتا ہے؟"

کہا۔ کہ تیرا والد!

اور پوچھا۔ کہ اُسے کون پالتا ہے؟

کہا۔ کہ "مزد!"

اور پوچھا۔ کہ اُسے کون پالتا ہے؟

تو کہا۔ کہ "وہ خود سب سے بڑا رب ہے!" اور اس کے متعلق  
خاموش رہنے کی تلقین کی۔

اسی طرح

پھر باری باری ستارے کو۔ چاند کو۔ اور سورج کو

رب کہہ کر قوم کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی طرف متوجہ کیا۔

پھر بتوں کو زحسمی کہہ کے بھی ایک عجیب انداز سے یہی



ثابت کیا، کہ

ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہیں!

اسی طرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی پرورش بھی ان کے دشمن کے گھر میں منرا کر اللہ تعالیٰ  
نے اپنے کمال ربوبیت کی مثال قائم فرمادی



اپنی ہر حاجت کے وقت

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوا جائے!

اس میں بھی

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال توکل

ہی بڑی عمدہ مثال ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو جب آگ میں ڈالا جانے لگا۔ تو آسمانوں میں فرشتے

بھی تلمسلا اُٹھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا خلیل اللہ کی راہ میں

اپنی جان مستربان کر رہا ہے۔ سب نے مل کر اللہ تعالیٰ

کی بارگاہِ عالیہ میں مدد کی درخواست کی، تو رب العزت ذوالجلال

والاکرام نے منرا کیا۔ کہ جا کر میرے خلیل سے پوچھ لو۔



اگر تمہاری مدد کی اُسے ضرورت ہو، تو مدد کرو!  
 فوراً ہی فرشتے حضرت خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے  
 اور باری باری مدد کے لئے اجازت چاہی۔ حضرت ابراہیم  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ  
 ”اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے ہو، تو جیسے حکم  
 ہو، پورا کرو، اور اگر اپنی مرضی سے آئے ہو،  
 تو مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔“  
 آئے

خود بھی اُس آگ سے نجات حاصل کرنے کے لئے بارگاہِ  
 رب العزت میں دُعا نہیں فرمائی، اور یہی فرمایا کہ  
 میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اگر اُسے میری  
 یہ قربانی منظور ہے، تو میں اس کیلئے تیار  
 ہوں، اور اگر وہ بچانا چاہتا ہے، تو وہ خود  
 اس بات پر بغیر کسی کی مدد کے قادر ہے۔!

### چنانچہ

اللہ تعالیٰ شانہ نے براہِ راست آگ کو ٹھنڈی  
 ہونے کا حکم صادر فرمایا

### گویا

اللہ تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کو جو اسے اپنا رب



تسلیم کر لیتے ہیں، تمام ظاہری قوتوں کے خلاف پال کر  
دکھا دیتے ہیں۔

ارشاد باری عز اسمہ ہے :

ان الذین قالوا ربنا  
الله ثم استقاموا تنزل  
عليهم الملائكة ألا تخافوا  
ولا تحزنوا وأبشروا  
بالجنة التي كنتم  
توعدون ○  
(حم السجده : ۳۰)

جن لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا  
معبود صرف اللہ ہے، پھر اس پر  
وہ ڈٹ گئے، تو ان پر فرشتے  
اتر کر کہتے ہیں، نہ خوف کھاؤ،  
نہ غم کرو، اور اس جنت سے  
خوش ہو جاؤ، جس کا تم سے وعدہ  
کیا جاتا تھا۔



رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ  
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ آمِينَ

امروز سعید : پچھشنبہ ۲۹ ر شوال المکرم ۱۳۸۹ ہجری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دارالاحسان

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَعُوْذُ بِكَ



ربوبیت

ایضاً محمد برکت علی لودھیانوی معنی عمش

المقام الثجاٹ لصحاف لمقبول لمصطفین دارالاحسان فیصل آباد پاکستان

marfa.com



## رَبُّ بَيْتٍ

اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم صفت ہے  
جسے اس نے سب سے پہلے اپنی مخلوق سے متعارف فرمایا  
میشاق کے روز جب ساری خدائی کو اللہ نے مخاطب فرمایا  
تو یوں فرمایا :

## أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ

”یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“  
عربی لغت میں رَبّ ایک جامع لفظ ہے، جو اپنی مرضی سے  
جب بھی جس چیز کو بنانا چاہے، بنا سکے۔ اور ایک بار بنا کر اُس کو  
پالے، اس کی فطرت کے مطابق روزی دے، ہر کسی کو دے، جو کسی  
بھی معاملہ میں اپنے سوا کسی اور کا محتاج نہ ہو۔ لیکن — ہر معاملہ میں  
ہر کوئی اس کا محتاج ہو،

اُسے روز اللہ نے اپنی مخلوق سے یوں نہیں فرمایا، کہ میں تمہارا  
معبود ہوں — حالانکہ رُوحوں کو یہ پتہ ہی نہیں تھا، — کہ  
ربوبیت کسے کہتے ہیں؟



## اسی طرح

جب اپنی کتاب قرآن کریم کو جبریل امین کے ذریعے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل فرمانا شروع کیا، تو غارِ حرا میں جبریل امین علیہ السلام یہ پہلی آیت لیکر تشریف لائے

## اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم کی پہلی آیت کو نازل فرمایا۔ اور فرمایا —

## اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○

یعنی اپنے پیدا کرنے اور پالنے والے رب کا نام پڑھ، جس رب نے آپ کو پیدا فرمایا، اور پھر آپ کا پالنے والا ہے اس کا نام پڑھ

## اسی طرح

اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم کی ابتدا اپنی اسی صفت عظیمہ سے کرائی — سورہ فاتحہ کی پہلی آیت میں اپنی صفت رب ہی کو سب پہ مقدم رکھا۔ اور اپنی کتاب کی اس آیت سے ابتدا کی —

## الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

یعنی ہر قسم کی حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالمین



(مخلوقات) کا پالنے والا ہے

رسول — رب العالمین کی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں۔  
جنہیں دعا کی تسلیم فرمائی، تو اسی صفت سے دعا کی تسلیم فرمائی  
اور ہر کسی کو اسی طرح فرمایا :

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ  
حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ

لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ○

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ○ وغیرہ

اسی طرح

قرآن میں جب بھی اللہ نے اپنے کسی نبی کو اپنی بارگاہ میں دعا  
مانگنے کی توفیق بخشی، تو اپنی ربوبیت ہی کو مخاطب کرنے کی تلقین  
فرمائی — ہم اپنے پالنے والے کو نہیں سمجھتے

آج بندہ



آپ کی خدمت میں ربوبیت کی تفصیلاً تشریح بیان کرتا ہے

## رَبُّوْہِیَہ

جو جس بھی مخلوق کو جب پیدا کرنا چاہے کرے، اس کے جسم، الوجود، شکل و صورت کی تخلیق کے کسی بھی معاملہ میں کسی صلاح کار کا محتاج نہ ہو۔ اور نہ ہی ان کے پالنے میں اپنی ذات کے سوا کسی اور کا محتاج ہو۔ جسے اپنی ہر مخلوق کی ہر حاجت کا ہر وقت پتہ ہو۔ کہ کس کو کس وقت کونسی چیز درکار ہے۔ جسے جس وقت جو چیز ضروری ہو، دے۔ اور یہ عطا ہر مخلوق کیلئے ہو، اگرچہ وہ اس کی سرکش و نافرمان ہی کیوں نہ ہو؟ — خالق کی ربوبیت ہر مخلوق پہ ہوتی ہے، اگرچہ وہ مخلوق اپنی نادانی کی بنا پر اپنے خالق کی ربوبیت کی منکر ہو،

## ہر مخلوق

کا پالنے والا (اللہ) ہے، (اللہ) کے سوا کسی بھی مخلوق کو کوئی اور نہیں پال سکتا، بندہ شکر گزار نہیں، اپنے پالنے والے کا شکر نہیں کرتا، نہ ہی اپنے پالنے والے کو دل و جان سے اپنا پالنے والا تسلیم کرتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا حجاب یہ ہے — کہ وہ ربوبیت کی کسی بھی



تھے کو اپنے رب کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ رب کے سوا  
ہر کسی سے منسوب کرتا ہے۔ مثلاً

کہیں سے کوئی چیز ملی۔ سچے دل سے یہ تسلیم نہیں کرتا کہ  
یہ شے جو اُسے ملی ہے، (اللہ) نے دی ہے۔ بلکہ یوں کہتا  
ہے۔ اس نے کمائی کر کے حاصل کی ہے۔ یا اس کی اپنی کوشش  
سے اس کے دوست نے اسے دی ہے۔ حالانکہ ایسا کوئی نادان  
نہیں، جو رب کے سوائے ربوبیت کو ماسوائے کی طرف  
منسوب کرے

جسے نے بھی سچے دل سے (اللہ) کو اپنا رب تسلیم کر کے  
یوں کہا :

اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا

کہ میرا پالنے والا اللہ ہے، اور میں اپنے پالنے والے کی  
ذات میں کسی بھی دوسرے کو کبھی شریک نہیں ٹھہراتا۔ بندہ  
جب یوں کہتا ہے، (اللہ) اس پر راضی ہو کر اس پر تسکین  
نازل فرما دیتے ہیں۔ اس کے علم و ہم کو زائل فرما کر اُسے شاد  
کر دیتے ہیں۔ اُسے ابدی راحت عنایت فرما دیتے ہیں،  
اُس پر اپنے فرشتوں کو نازل فرماتے ہیں، اور حقیقی اطمینان  
کی دولت سے مالا مال فرما دیتے ہیں، قرآن کریم میں  
ان کی شان میں یوں فرمایا :



قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ شَمَّ اسْتَقَامُوا تَنْزِلُ  
 عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا  
 وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○

ترجمہ : کہا انہوں نے پروردگار ہمارا اللہ ہے، پھر مستقیم  
 رہے اوپر اُسی کے۔ اترتے ہیں اوپر ان کے فرشتے،  
 وقت موت کے، کہ مت ڈرو، اور مت غم کھاؤ۔ اور خوشخبری  
 سنو اس بہشت کی جو تھے وعدہ دیئے جاتے۔

### معلوم ہوا

کہ بندہ جب اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر لیتا ہے اللہ  
 اُسے استقامت و توکل عنایت فرماتے ہیں

### اگرچہ

ہر شے اللہ ہی کی طرف سے بندے کو عنایت ہوا کرتی ہے  
 پھر بھی ہر شے کو حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی جدوجہد  
 کی ضرورت ہوتی ہے، جسے عرف عام میں منزل کہتے ہیں۔

### استقامت و توکل

حاصل کرنے کے لئے یہ منزل ہے، کہ بندہ سچے دل سے اپنے  
 رب کو پالنے والا مان لے۔ بندہ مکے دل و دماغ میں یہ  
 بات گھر کرے، کہ اس دنیا میں اللہ کے سوا اس کا کوئی پالنے



والا نہیں، اس کا رب اللہ ہے، اور یہ اپنے اللہ ہی کی طرف  
رجوع کرتا ہے، کسی اور طرف نہیں کرتا، نہ ہی اس کی ذات  
میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہراتا ہے۔ اللہ ایسے کہنے  
والے کو اپنی سب سے بڑی عنایت

## استقامت و توکل

عطا فرمادیتے ہیں۔

### آج ہم

ہر صفت کو بیان کئے جا رہے ہیں، لیکن ہم میں سے کسی  
میں بھی وہ صفت نہیں پائی جاتی۔ جس میں جس قسم کی  
صفت پائی جاتی ہے، اُس سے اللہ اُسی قسم کا کام لیتے ہیں  
جو آدمی ڈاکٹری پاس کر لیتے ہیں، انہیں لوگوں کے علاج  
معالجہ کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ جو انجینئرنگ پاس  
کر لیتے ہیں۔ اپنے سیکھے ہوئے فن کے مطابق کام  
کرتے ہیں۔ اسی طرح۔ جس کے پاس جو بھی  
ہنر ہوتا ہے، اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے۔ اللہ جسے

### استقامت و توکل

عنایت فرمادیتے ہیں، اس سے اپنے دین کی تبلیغ  
کا کام لیتے ہیں!



## (اللہ کو)

یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس آدمی کو میں نے استقامت و توکل بخشا ہوا ہے۔ اُسے جو بھی کام دیا جائے گا، پورا کرے گا۔ اس میں کبھی کوتاہی نہ کرے گا۔ اور نہ ہی اسے کبھی ترک کرے گا۔ ہر حال میں پورے ذوق و شوق سے جاری رکھے گا۔

## دینے کے تبلیغ

کا کام دنیا کا سب سے اعلیٰ، بہتر، عمدہ، قیمتی اور مشکل کام ہے!

## دینے کے تبلیغ

کرنے والوں کے لئے یہ سب سے ضروری ہے، کہ جس بات کی وہ تبلیغ کریں، وہ ان کی اپنی ذات میں پوری طرح جلوہ گر ہو گیا

جو وہ کہتے ہوں، کرتے بھی ہوں۔ ان کے افعال ان کے اقوال کی تصدیق کریں۔ اور ان کے اقوال ان کے افعال کی تائید میں ہوں۔ توکل، استقامت کا ضروری جزو ہے!

## متوکل وہ یہ

جسے کسی تدبیر سے کوئی سروکار نہ ہو۔ جس کی ہر تدبیر (اللہ)



ہی کی طرف سے، اور (اللہ ہی کے لئے ہو۔ جسے کسی بھی  
 معاملہ میں (اللہ کے سوا ماسوا سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ جسے  
 جس بھی حال میں (اللہ رکھے، راضی رہے، کسی بھی حال میں  
 اعتراض نہ کرے۔ جو ہر حاجت کے لئے (اللہ ہی کا محتاج  
 ہو۔ (اللہ ہی سے رجوع کرے، جسے ماسوا سے کوئی امید  
 نہ ہو۔ جیسے (اللہ کرائے کرے۔ جیسے (اللہ رکھے۔ رہے،  
 جیسے (اللہ کہلائے، کہے جس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو، (اللہ  
 کی مرضی ہی اس کی مرضی ہو۔ جسے جس کام پہ (اللہ لگا دے،  
 اس پہ چٹانے کی طرح ڈٹا رہے۔ اپنی جگہ سے کبھی نہ  
 ہٹے، کبھی نہ ہلے، پھر اُس سے جو ٹکرائے گا۔ گویا (اللہ  
 سے ٹکرائے گا، اور پاش پاش ہو جائے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ

اپنی راہ میں چلنے والوں کو پیغمبرانہ استقامت و توکل عنایت  
 فرمائے — آمین

یہ وہ دو ضروری خصلتیں ہیں

جو اللہ کی طرف سے بندوں کو عنایت ہوتی ہیں!  
 اور جن کے بغیر بندہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اگرچہ  
 سینکڑوں برس جتد و جد کرتا رہے!



# آزمائش

## محبت کی پہچان یہ ہے۔!

اللہ جب اپنے کسی بندے سے محبت فرمانا چاہتے ہیں  
 عموماً اسے کسی نہ کسی آزمائش سے آزمایا کرتے ہیں، اگرچہ  
 ہم گنہگار بندے (اللہ کی کسی بھی آزمائش کے قابل نہیں  
 اور اللہ ہی کی توفیق سے جس بات میں (اللہ آزمائے  
 پورے اتر کر تے ہیں !

## حضرت ابراہیم علیہ السلام

اللہ کے خلیل تھے۔ (اللہ نے انہیں کئی بار  
 آزمایا، آپ ہر بار پورے اترے، انہیں اللہ کی ربوبیت پر  
 حق الیقین تھا، کہ جو کچھ بھی (اللہ ان سے کہنے والا ہے،  
 سراسر حکمت پر مبنی ہے، آپ اس کی ربوبیت کے  
 بھروسے پہ ہر آزمائش میں پورے اترے،

جس کا جتنا اونچا مقام ہوتا ہے

اُتنی ہی کڑی آزمائش میں آزمایا جاتا ہے!



اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے :

وَلْتَبْلُوْا نَفْسَكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ  
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ  
الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ  
وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۝ الَّذِينَ  
إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ  
قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا  
إِلَيْهِ ۝ أُولَٰئِكَ  
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ  
رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ  
هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

○

البقرہ :

○

## یہاں توحید کا یہ نقطہ

ہر سوال کا جواب ہے، کہ — اللہ جسے چاہتا ہے — اپنا  
دوست بنا لیتا ہے، جسے جس آزمائش میں آزماتا ہے — اسے  
اس میں پورا اترنے کی توفیق بھی عنایت فرماتا ہے۔ بندہ

اور (دیکھو) ہم تمہیں آزمائیں گے یعنی تمہارا  
امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور  
فاقر سے اور مال اور جان اور بچوں  
کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو  
بشارت سنا دیجئے، (جن کی یہ عادت ہے)  
کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے  
تو وہ کہتے ہیں، کہ ہم تو (مع مال و اولاد  
حقیقتاً) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں،  
اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالیٰ ہی  
کے پاس جاننا لے رہے ہیں، اور یہ لوگ ہیں  
جن پر اللہ کی درودیں ہیں اور رحمت اور  
یہی لوگ ہدایت کی راہ پر ہیں۔



اللہ کی ہر آزمائش میں (اللہ) ہی کی توفیق سے پورا اتر سکتا ہے  
(اللہ) نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

## ایک انوکھی آزمائش

میں آزمایا۔ آزمائش کی ایسی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی  
جب آپ کو حکم دیا، کہ آپ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ بی بی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ مکرمہ کے اس وقت کے سنان  
ویرانے میں چھوڑ آئیں آپ نے کوئی سوال و جواب نہ کیا۔ یہ حکم  
سننے ہی آپ کچھ کھجوریں۔ اور ایک پانی کا مشکیزہ لے کر (اللہ)  
کے حکم کی تعمیل میں مکہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اس وقت  
مکہ ایک سنان جنگل تھا۔ ارد گرد کہیں کوئی آبادی نہ تھی، نہ  
ہی کہیں پانی کا کوئی چشمہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حق الیقین تھا۔ کہ  
اس کا اور کل کائنات کا پالنے والا (اللہ) ہے، اور اسے ان کی  
پرورش کے متعلق کوئی بھی فکر و امنگیہ نہ ہوا۔ جب حضرت  
بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک سنان پہاڑ  
کے دامن میں تنہا چھوڑ کر رخصت ہونے لگے، تو آپ نے پوچھا  
کہ آپ مجھے کس کے حوالے کر چلے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں تجھے



تیرے رب کے حوالے کر چلا ہوں !

انہوں نے کہا : ” پھر کوئی ڈر نہیں ! “

مکہ مکرمہ — جو آج ساری دنیا کے اسلام کی سجدہ گاہ ہے، ایک سنان جنگل تھا :

اولے تو

ام اللہ کی ربوبیت پر ایسا ایمان لاتے ہی نہیں —  
اور اگر کوئی زبان سے استرار کر بھی لے، تو اسے (اللہ کی ربوبیت پر حق الیقین نہیں ہوتا — دیکھا —  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا نہ حق الیقین ! —  
اللہ کا حکم سن کر تعمیل کی — (اللہ) (اللہ) کرتے بی بی  
صاحبہ کو ساتھ لے کر جہاں (اللہ) نے حکم دیا، چھوڑ آئے،  
کوئی اعتراض نہ کیا !

(اللہ) ہیں بھی ایسا کامل ایمان عنایت فرمائے، آمین ثم آمین !

رب جلیل نے اپنے خلیل کو تین حکم دیئے

پہلا حکم دیا — کہ اپنی بیوی (حبرہ) (رضی اللہ عنہا) کو جنگل میں  
چھوڑ آؤ ! — آپ نے کہا : ” بہت اچھا “ اور چھوڑ آئے

پھر حکم دیا — ” اپنی پیاری چیز — یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام  
کو میری راہ میں مستربان کرو “ آپ نے کہا : ” بہت اچھا ! “



آپ نے ایک چھری اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کو لے کر ذبح کرنے کے لئے جنگل میں جا کر ٹاٹا لیا، اور ذبح کرنے کے لئے گلے پہ چھری رکھ دی۔ کوئی اعتراض نہ کیا۔

پھر حکم ہوا۔ ”یہاں میری عبادت گاہ بناؤ!“  
آپ نے کہا۔ ”بہت اچھا!“۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام اور آپ دونوں نے پتھروں سے کعبہ کی تعمیر کی۔

**پھر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی باری آئی!**

خلیل نے اپنے رب جلیل سے بھی تین ہی دعائیں کیں،  
پہلی یہ کہ۔ ”میرے بعد تمام انبیاء علیہم السلام میری نسل سے ہوں!“۔ جلیل نے کہا۔ ”بہت اچھا!“  
پھر دعا کی۔ ”کہ تیرا یہ شہر ساری دنیا کا قبلہ ہو!“  
فرمایا۔ ”بہت اچھا!“

پھر عرض کی۔ ”یہاں کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عنایت ہو!“۔ فرمایا۔ ”بہت اچھا!“

✽ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے، آپ ہی سب کے جدِ امجد ہیں!

✽ جو عبادت گاہ آپ نے بنائی تھی، وہ ساری دنیا کے اسلام کا قبلہ ہے! اور۔



☆ وہاں کے مکینوں کو اللہ پھیلوں کی روزی دیتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی پھیل ایسا نہیں، جو وہاں نہ ملتا ہو !

یہ مثالیں

ہماری راہنمائی کے لئے ہیں !

آپ کو

ہر وقت اپنے پالنے والے کی ربوبیت پہ پورا پورا اعتماد ہو، تاکہ ایک بار پھر اسی گزرے ہوئے زمانے کا دور دورہ ہو، ہمیں اپنے رب کی کارسازی پہ کوئی بھروسہ نہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے کہاں کہاں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں، لیکن پھر بھی کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوتا۔

آپ ہر معاملہ میں یوں کہا کریں

کہ میں اس معاملہ میں (جو بھی) کوئی معاملہ ہو۔ اپنے رب کی کارسازی پہ بھروسہ رکھتا ہوں، اور اپنی ناتوانی اور۔۔۔ بے بسی کا اعتراف کرتا ہوں، کہ میں اس معاملہ کو کسی بھی طرح اپنی یا کسی اور کی مرضی کے مطابق نہیں سمجھ سکتا۔ ہر معاملہ اللہ ہی کی مرضی کے مطابق جیسے (اللہ) چاہیں گے سراخبرام ہوگا۔ آپ یہ

کَلْبہ قَاعِدہ

اُزبر کر لیں۔ کہ (اللہ) ملک کا مالک الملک ہے :



اور

(اللہ کے ملک میں اللہ کے سوا —

کسی بھی مخلوق کو کسی بھی امر پہ کوئی قدرت و تصرف حاصل نہیں — مگر اللہ کے حکم سے — جب تک حکم نہیں ملتا — کوئی ذرہ کسی حرکت پہ قدرت نہیں رکھتا ہر معاملہ میں — چھوٹا ہو یا بڑا — دینی ہو یا دنیوی — یوں کہا کریں :

إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ

دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (ہود) ترجمہ : ”میں نے (اپنے) اللہ

پہ توکل (بھروسہ) کر لیا ہے جو میرا بھی پالنے والا ہے اور تمہارا بھی پالنے والا ہے،

جتنے بھی روئے زمین میں چلنے والے (یعنی جاندار) ہیں۔ سب کی پیشانی کے بال اس کے

قبضہ قدرت میں پکڑے ہوئے ہیں۔ یقیناً میرا رب صراطِ مستقیم پہ چلنے سے ملتا ہے۔“

فے : یعنی کوئی مخلوق خود سر نہیں، ہر مخلوق کی پیشانی کے بال اللہ کے

قبضہ قدرت میں پکڑے ہوئے ہیں، اور جکڑے ہوئے ہیں اور بدوں ارادت

الہی اللہ کی کوئی مخلوق کسی بھی حرکت پہ کوئی قدرت نہیں رکھتی، نہ کسی کو

نقصان پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ — مگر اللہ کے حکم سے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ



محبت ذات سے ہوتی ہے، اور ذات ہی کے لئے صفات سے ہوتی ہے۔ محبوب کی صفات کو ذات تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھ کر صفات سے محبت کی جاتی ہے

### دین کی جو عمارت

حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنیادوں پر استوار کی جاتی ہے، ہر طوفان و زلزلہ سے محفوظ رہتی ہے، کبھی نہیں گرتی حضور اقدس و اکمل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے

### محبت

مومن کے ایمان کی تکمیل کا واحد ذریعہ ہے، جسے جس قدر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی، اتنا ہی اس کا ایمان کامل و اکمل ہوگا۔

### ایمان کے تکمیل کے انحصار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے! محب کا محبوب کو پکارنا محبت کی اصل ہے جسے جس سے محبت ہوتی ہے، اُسے یاد کرتا ہے! محب اپنے محبوب کی تعریفیں کیا کرتا ہے! اُسے دعوت دیتا ہے۔ گھر پہ بلاتا ہے! جہاں بھی جاتا ہے۔ اُسے ساتھ لیکر جاتا ہے!



اکیلے کہیں بھی جا کر سیر نہیں ہوتا۔ اگر ملاقات کو دیر ہو جائے، تو ملنے کے لئے بے قرار و بیتاب ہو جاتا ہے۔ جب تک مل نہ لے، چین نہیں پاتا۔

ہر وقت اس کی لگن میں مگن رہتا ہے، محبت حقیقتاً اپنے محبوب ہی کو پکارنے کا اصطلاحی نام ہے محبت بے لوث ہوا کرتی ہے، محب کو محبوب سے محبت کے سوا کوئی اور واسطہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی محبت میں من و تو کی تمیز ہوتی ہے، محبوب کا جمال ہی محب کی عین ہوتی ہے، جسے جس سے محبت ہوتی ہے، وہ اُسے ضرور یاد کرتا ہے۔ اس کے بغیر اُسے زندگی میں کوئی لذت محسوس نہیں ہوتی، جب تک اُسے مل نہ لے اور دیکھ نہ لے، اُسے چین نہیں آتا۔ محبت بندے کی ذات سے ہوتی ہے، بندے کے کاموں سے نہیں، بندے کو بندے کی اپنی جان بڑی پیاری ہے، ہر وقت اس کی حفاظت میں لگا رہتا ہے

ہمیں

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی جانوں سے کہیں زیادہ پیارے ہیں!

ایک جان تو کیا، ہم ایسی لاکھوں جانیں آپ کے قدموں پہ نثار کر دیں

اللہ ہمیں



اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہایت فرمائے  
 طیب و مبارک محبت — تاکہ اس دام کا وہ گزرا ہوا دور  
 ایک بار پھر سے آئے — یا سخی یا قیوم! — آمین!

اور

اُس گزرے ہوئے دور کی ساری عظمت و برکت — آپ  
 کی محبت ہی کی بدولت تھی

ہمارا

آپ کے شانے میں

آپسے میں نکتہ چینی کرنا

ہی ہمارے کم نصیبی کا موجب ہے

اگر

کوئی اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کلام  
 کرتا — تو — ہمیں کوئی افسوس نہ ہوتا — افسوس تو  
 اپنوں پہ ہوتا ہے — فیروں پہ نہیں

آپ کے شانے

وڑی الوری ہے!

ہمارے فہم و ادراک میں نہیں آ سکتی



## آپ کی محبت

ہمارے ایمان کا وہ ضروری جزو ہے جس کے  
بغیر ہم کبھی متحد نہیں ہو سکتے۔!

## آپ کی محبت

وہ صراطِ مستقیم ہے۔ جو بندہ کو اللہ تک پہنچا  
دیتی ہے، اللہ تک جو بھی پہنچا۔ آپ کی راہ پر چل  
کر، اور آپ ہی کا پہنچا یا ہوا پہنچا !

## آپ کی محبت

ہمارے زندگی کے سرمایہ میرے

اختلاف بھی کس مسئلے پر ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب ہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس نے جتنی بھی شان بیان کی، کم ہے

جو جتنا بھی اُن کے قریب ہوا۔ کم ہے!



اگر

کوئی اُن کو اللہ کا بیٹا کہتا۔

تو بے شک ہم اُس کی تردید کرتے

اگر کوئی اُن کو اللہ کا شریک ٹھہراتا

ہم ضرور اُسے روکتے!

ہم نے تو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العالمین

کے حبیب اور کل کائنات کے لئے رحمتہ اللعالمین

مان کر آپ سے آپ کی محبت مانگی ہے!

محبت کے سوا

ہم کسی اور شے کے طلب گار نہیں

ٹیلیوژن

میں ایک ہی اداکار۔ ساری دنیا میں۔ جہاں بھی

ٹیلیوژن لگا دیا جائے، بیک وقت اپنی اسی

حالت میں دیکھا جاتا ہے۔ اگر یہی خبر



آج سے ہزار سال پہلے

کے بنے والے لوگوں کو بتائی جاتی۔ کہ عنقریب  
ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے، کہ ایک آدمی ایک جگہ  
بولا کرے گا، اور اس کی آواز اسی وقت ساری دنیا  
کے کونے کونے میں سنی جایا کرے گی، اور اس کی آواز  
سات سمندروں کو عبور کرتے ہوئے فوراً ہر جا  
پہنچا کرے گی، اس طرح اس کی شکل بھی ہر جگہ دیکھی  
جایا کرے گی، تو وہ سارا زمانہ اس پر منحصر ہو جاتا،  
اور کبھی تسلیم نہ کرتا۔ کہ یہ سچ ہے !  
اُسے زمانے میں

ایسی باتوں کے ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔

اگر کسی کو

کہیں جانا ہوتا، فت فلوں کی شکل میں سفر کرتے، ایک ملک  
کی دوسرے ملک کو کوئی خبر نہ ہوتی۔ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟



اور آج

ہم یہ سب باتیں اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ایسے  
دیکھ رہے ہیں، جیسے کہ وہاں خود حاضر ہوتے ہیں۔ یہ

مکادیت

کی ترقی کے دور کا حال ہے!

روحانیت

کی طرف ہم متوجہ ہی نہیں!

اُس کے کمالات کی ہمیں کیا خبر ہو سکتی ہے؟

اس پر غور کریں،

اور — پھر بات کریں!

\* (اللہ رب العالمین کے حبیب

\* گلے کائنات کے رسول

\* نبوت و رسالت کے آخری سرِ اجِ منیر

\* اور کل نبیوں کے سردار

قبر میں ہیں — اور کسی کی کوئی بھی بات نہیں سن سکتے؟



واہ بھٹی واہ !

افسوس صد افسوس !!

”بریں عقل و دانش بباہد گر لیت“



آپ کی محبت کے بغیر۔ کوئی آپ کی اتباع کر ہی  
نہیں سکتا۔ آپ کی اصل اتباع صرف ظاہری  
وضع قطع ہی نہیں

تَرْكِ دُنْيَائِيہ !

(اور آپ کے غلاموں کے سوا۔ کوئی اور۔  
ساری دنیا تو کیا۔ دنیا کی کوئی بھی چیز ترک  
نہیں کر سکتا، یہ آپ کے غلام ہی کا مقام ہے  
دنیا نوں اس پٹھیاں کر کے منہ دے پرنے سٹیا  
ہوئی حرام فقراں اُتے ایسا اس گل گھٹیا  
کہنے کو تو یہ ہر کوئی کہہ سکتا ہے

لیکن



اسے کسی نے بھی — اور کبھی ترک نہیں کیا۔ اگر  
کہیں کیا ہے، تو ان بوریہ نشینوں نے۔ جو آج  
ہماری نظروں میں کچھ بھی نہیں، اور جنہیں کہ  
ہم حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں،

## آپ کی اتباع

فقیری ہے — امیری نہیں؛

آپ کے فقیریوں کی فقیری

فقیریوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں

یہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

حقیقی اتباع یہ





## غور فرمائیں کہ

ایمان کی تکمیل کے لئے اللہ نے اپنی محبت کی تائید کا حکم  
نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے حبیب کی زبانی ان کی محبت کا  
حکم فرمایا ہے :

عَنْ أَنَسٍ أَنَّكَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى  
أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ  
نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَ  
وَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ هـ

روایت ہے حضرت انسؓ سے، کہا انہوں  
نے، فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے، کہ نہیں پورا مومن ہوتا کوئی شخص تم  
لوگوں میں کا۔ مگر جب میں ہو جاؤں  
بڑا پیارا اس کے نزدیک اس کی جان اور  
بیٹے اور باپ اور سارے جہان کے لوگوں سے

فتے : واضح ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں، اللہ

کی وحی سے بولا کرتے ہیں،

اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ  
هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کلام فرماتے اپنی  
خواہش سے۔ نہیں وہ مگر کہ وحی بھیجی جاتی

ہے !

سورة نجم : ۳ : ۴



## اسی طرح

اللہ رب العالمین نے اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی  
اطاعت کا نہیں، اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا  
ذکر فرمایا ہے :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ  
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ  
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ  
رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ  
وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَكَّلْتُمْ  
فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں، اگر ہو تم چاہتے  
اللہ کو پس پیروی کرو میری، چاہے تم کو  
اللہ اور بخشے واسطے تمہارے گناہ تمہارے  
اور اللہ بخشے والا مہربان ہے۔ آپ ارشاد فرمائیں  
فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول (صلی اللہ  
علیہ وسلم) کی، پس اگر پھر جاویں، پس تحقیق اللہ

ال عمران : ۳۱-۳۲  
نہیں دوست رکھتا کافروں کو



اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ساری  
عزائی کے لئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے

اللہ رب العالمین ہے اور —

اللہ کے حبیب رحمت اللعالمین

جہاں عالم ہے — وہاں ربوبیت ہے

جہاں ربوبیت ہے — وہاں رحمت ہے

ہر شے کا وجود ایک عالم ہے



ہر عالم میں ربوبیت ہے ، اور رحمت ہے

اسی لئے

اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے۔ کہ

ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے !

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ  
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○  
اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا

(احزاب : ۴۵) بن کر بھیجا ہے۔



وتے : ”شاہد وہ ہے جو وقوعہ کے وقت وقوعہ کی جگہ پہ حاضر و موجود  
ہو ، شہادت وہ معتبر ہے ، جسے شاہد (گواہ) نے اپنی آنکھوں  
سے دیکھا اور کان سے سنا ہو۔“

طریقت میں اہل سلوک کو جب تک یہ حق الیقین نہیں ہو جاتا کہ اسکی  
تمام نقل و حرکات جو بھی اس سے سرزد ہو رہی ہیں ، اُس کے  
قاعدا العرفان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
ہیں۔ اس کے اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہیں ، اور نہ ہی کوئی دُوری  
ہے۔ نامعقول حرکات سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ہر وقت کسی کسی  
لغزش کا مرتکب رہتا ہے۔

جس سے منزل کا سالک ہوتا ہے — اُتنا ہی مستیار  
شیطان اس پر مسلط ہوتا ہے ، شیطان اپنے



مارے شکر سے چنا ہوا شیطان اس پر سزا کرتا ہے

## اور جہانے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں، عذاب نہیں ہوتا — !

آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے عذاب کی پوری روکھیں

ماشاء اللہ

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

اللہ ایسا نہیں ہے کہ آپ (اے میرے

وَ أَنْتَ فِيهِمْ ط

حبیب) اُن میں موجود ہوں اور وہ

انہیں عذاب دیدے۔

الانفال : ۳۳





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دار الاحسان



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعَلَيْهِمْ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَعُوْذُ بِكَ



حَرَىٰ اللَّهُ عَنَّا مُحَمَّدًا هُوَ أَهْلُهُ

بازیں محمد پر کشت علی لودھیانوی معنی عثمان

المقام الثجاف لصحاف المقبول لمصطفین دار الاحسان فیصل آباد  
پاکستان

marfa.com



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ۝ آمَّا بَعْدُ

یا اللہ! یا رحمن! یا رحیم! یا حاجی! یا قیوم! یا ذا الجلال والاكرام

تیرا بچہ شکر و احسان ہے، کہ

تُو نے اپنے کمال لطف و کرم سے ہم خاک نشینوں کو

اپنے حبیب اقدس حضرت مُحَمَّد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ —

مُحَمَّد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کی خدمت اقدس میں!

صَلَاة شَرِیف

پیش کرنے کا وہ صیغہ عنایت فرمایا ہے

جو مَا شَاءَ اللہ

علم الحدیث کا پختہ اور تیرے حبیب اقدس کو محبوب رکھنے والے

تیرے بندوں کا وہ سرمایہ حیات ہے جسے وہ کل کائنات کی ہر شے سے

محبوب رکھتے ہیں، یہاں تک کہ جان سے بھی۔ اسے دونوں جہانوں کے



بدلے بھی کبھی نہیں دیتے۔!

مومن کا پیٹ علم سے نہیں بھرتا!

تیرا فضل و کرم لا محدود ہے!

مومن پھر کیونکر اس سے مستغنی و بے نیاز ہو سکتا ہے

پھر بھی اگر وہ اُس

دُرِّ نایاب

پر اکتفا کرے، تو یہ تحفہ دونوں جہانوں میں اس کیلئے کافی ہے

یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے، کہ

آج ہم اسے پا کر پھولے نہیں سماتے، جیسے کہ ہمیں ہماری

کھوئی ہوئی میراث کا خزانہ، جس کی جستجو میں ہم مارے مارے

پھرتے تھے، مل گیا، اللہ کرے۔ ہمارے مولائے کریم

رؤف الرحیم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا یہ

وہ سرچشمہ بنے، جس سے علم و حکمت کے چشمے ابلیں

جو نہایت آب و تاب سے



قیامت تک جاری رہیں، کبھی کم نہ ہوں، اور کبھی ختم نہ ہوں  
یا تحسے یا قیوم، آج!

ہم تیرے حضور میں عجز و نیاز کا سجدہ کرتے ہیں

آج

اس سارنگی کے ہر تار سے ایک ہی سُر نکل رہی ہے  
جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مَحْمَدًا مَا هُوَ أَهْلُهُ

یا اللہ! ہم اگرچہ کسی بھی اعتبار سے تیرے حضور میں طافری  
کے لائق نہیں، پھر بھی ہم گنہگار و لیکن تیری رحمت کے  
امیدوار تیری عزت و عظمت والی بارگاہ ربّ ذوالجلال  
والاکرام میں یہ عرض کرتے ہیں، کہ ہم کمینوں اور خاک نشینوں  
کی طرف سے ہمارے محسن اعظم، قائد العرفان، شفیع  
المنزہین، رحمت اللعالمین، سید المرسلین، حضرت

مُحَمَّدَ رَسُولَ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حیز ادا ہے، جس بدلہ کے کہ وہ



مستحق ہیں، اس سے زیادہ بہتر ہمارے پاس کوئی اور شے  
 نہیں، جو کہ ہم ان کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ تبریک  
 پیش کر سکیں!

مُبَارَکًا مَکْرَمًا مُشْرِفًا

○

چودہ سو سال بعد

بازارِ دین کی منڈی میں

اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی مَحَبَّت کے خریداروں کیلئے

ایک جنسِ نایاب پیش کی جا رہی ہے!

دنیا و آخرت کے بہترین سودے کے لئے جلد آئیے!

اس سے بہتر اس منڈی میں اور کوئی جنس نہیں

یہ گوہرِ نایاب ہے

ہر کسی کو اور ہر جگہ سے نہیں ملتا، اتنا سستا تو کہیں بھی نہیں ملتا



## یہ ہماری

سب سے بڑی خوش قسمتی ہے کہ انہوں نے اپنا سودا ہماری  
منڈی میں بکنے کیلئے بھجوا، ورنہ کہاں ہم اور کہاں یہ سودا۔  
ہم کبھی گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ہمیں بھی کہیں ایسا

## آن بدہ موقی

ملے گا۔ ہم اپنی اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کریں  
کم ہے!

یہ آن بدہ موقی ایک درود شریف ہے  
جو یہ ہے

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مَحْمَدًا

مَا هُوَ أَهْلُهُ

”اے اللہ! جزا دیجئے ہماری طرف سے حضرت محمد (صلی اللہ  
علیہ وسلم) کو، جس کے کہ وہ اہل ہیں!“



اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں فرمایا



هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا  
الْإِحْسَانُ (الرحمن : ۶۰)  
نہیں ہے احسان کا بدلہ۔ مگر  
احسان !

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :  
مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ  
يَشْكُرِ اللَّهَ (ترمذی شریف)  
جو بندہ اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔  
وہ اللہ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کی ساری خدائی پر عید  
اور وہ احسانات ہیں، جسے کوئی بندہ کبھی چکا نہیں سکتا۔  
ہم نے آپ کے کس کس احسان کا، اور کیا بدلہ چکنا ہے۔  
جب کہ ہماری ہر شے آپ ہی کی بدولت ہے، آپ ہی کی ذات  
بابرکات کی برکت سے ہمیں ایمان کی دولت ملی۔ توحید و  
ہدایت کے اصل معلم حضور ہی تو ہیں۔ آپ سے پہلے اس  
دنیا کا کب حال تھا؟ ساری دنیا ایک ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی،  
آپ ہی نے ساری دنیا کو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے کی  
دعوت دی۔ اور فرمایا کہ۔ ہمارا رب ہی ہمارا مالک  
ہے، اس کے سوا ہم کسی اور کی مملوک نہیں۔ اور ہمارا مالک  
ہی ہمارا معبود ہے، الحمد للہ! جس نے ہمیں پیدا  
کیا، وہی ہمارا پالنے والا ہے، اور مالک ہی اپنی مملوک  
کو پالا کرتا ہے، رب کے سوا کسی دوسرے کو اٹھارا ہزار



قسم کی مخلوق کی ہر شے فطرت، عادت، خوراک، بود و باش کا کوئی علم نہیں — ایک مخلوق کی کوئی چیز کسی دوسری سے نہیں ملتی، جو چیز ایک کی مرغوب غذا ہے، دوسرے کو اس سے نفرت ہے، ایک مخلوق ہوا میں رہتی ہے، تو دوسری پانی میں — کوئی درختوں پر، کوئی زمین کی تہہ میں — اپنی ہر مخلوق سے ہر وقت باخبر ہے، کبھی کسی کو نہیں بھوتا، ہر کسی کو جیسی اور جتنی جتنی روزی لکھی ہے، روز پہنچاتا ہے کبھی نہیں چوکتا، نیکی اور برائی کی تمام باتیں آپ ہی نے ہمیں سکھلائیں، یہاں تک — کہ — نیکی کی کوئی بھی بات نہیں، جس کا کہ ہمیں حکم نہیں دیا

اسی طرح

کوئی بھی برائی نہیں چھوڑی، جس سے کہ ہمیں منع نہیں فرمایا۔

اپنی کتاب قرآن کریم

آپ ہی پہ نازل فرمائی، اور — آپ ہی نے یہ فرمایا۔ کہ ”یہ اللہ کی کتاب ہے، آپ ہی سے سن کر ہم اس پر ایمان

لائے، — پس معلوم ہوا

ہماری ساری زندگی آپ ہی کی احسان مند ہے۔ اور ہم آپ کے کسی بھی احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتے — صرف یہ کہہ سکتے ہیں —



# جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ أَهْلُهُ

یعنی ہم اللہ تبارک و تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کے حضور میں  
عاجزانه دعا کرتے ہیں، — کہ ہم بے نواؤں کی طرف سے  
”اللہ ہمارے محسن اعظم حضرت

مُحَمَّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
جس بھی وہ جزا کے مستحق ہیں عنایت فرمائے“

اور یہی ایک نیازِ متداندہ کلمہ ہے !

جسے کہ ہم پیش کر سکتے ہیں

اور ہم بے کسوں کا یہ ہدیۂ اخلاص اس قدر

اللہ کو پسند ہے۔ کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جو شخص اس طرح کے

”جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ أَهْلُهُ“

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ قَالَ ”جَزَى اللّٰهُ عَنَّا“

مُحَمَّدًا مَّا هُوَ أَهْلُهُ“



اَلْكَفِّ مَبْعُوثٌ كَاتِباً اَلْفُ

صَبَاحِ

رواہ الطبرانی فی الکبیر

والاوسط

(اللہ تعالیٰ جزا دے ہماری طرف سے حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جزا کے مستحق

ہیں) تو اس کا ثواب ستر فرشتوں کو ہزار

دن تک مشقت میں ڈالے گا۔ یعنی وہ

ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے

تھک جائیں گے۔



غور فرمائیں !

ساری دنیا کا اللہ پہ ایمان لانا — اذانیں دینا — نمازیں

پڑھنا — اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا — روزے رکھنا

حج کرنا — نیکی کرنا اور نیکی کرنے کا حکم دینا — اسی

طرح برائی سے باز رہنا — اور برائی سے باز رہنے کا حکم

دینا — تسبیح و تہلیل و تکبیر میں مصروف رہنا،

اللہ سے دعا کہ مانگنا — حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

پہ صلوٰۃ شریف پڑھنا — دینی مدارس کا جاری کرنا —

ہر شے

اللہ کے رسول مقبول مولائے کریم رؤف

الرحیم حضرت محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت ہے !



## ساری دنیا

کو آپ ہی نے ان تعلیمات کی تعلیم دی۔ گویا آپ ہی کی بدولت ہم ظلمت (گمراہی) سے نور (ہدایت کی طرف نکالے گئے)۔

بے شک آپ ہی

سب رسولوں کے سردار — قائد العرفان —

طہ، یس، طس، حم — اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں — آخر ہیں،

ظاہر ہیں — باطن ہیں !

\* جب کوئی نہ تھا — آپ تھے !

\* جب کوئی نہ ہوگا — آپ ہوں گے !

(اور آپ ہی

ارض و سمیہ کی ہر محفل کے

سراج منیر

ہیں — مَا شَاءَ اللَّهُ

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً

فيه۔ كما يحب ربنا ويرضى





علم الحديث

کے دیگر

جواہر پارے

چیدہ چیدہ

درود شریف



## صلوات شریف

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ اس شخص کی ناک گرد آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر آئے، لیکن مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور اس شخص کی ناک گرد آلود ہو جس کی زندگی میں رمضان المبارک آئے، پھر اس سے پہلے، کہ اسے بخشا جائے، رمضان ختم ہو جائے۔ اور اس شخص کی ناک گرد آلود ہو جس کے سامنے اس کے والدین پر بڑھا پا آیا۔ لیکن ان دونوں نے اس کو بہشت میں داخل نہیں کیا۔

حضرت عبدالرحمنؓ راوی کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ فرمایا۔ یا ان میں سے ایک کو بڑھا پا آیا۔ اس باب میں حضرت جابرؓ اور حضرت انسؓ سے بھی روایت ہے (یہ حدیث حسن ہے، اور اس طریقہ سے غریب ہے)

بعض اہل علم سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے ایک مجلس میں جب ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا، تو اس مجلس میں وہ جب تک رہے، وہ ایک بار پڑھنا ہی اس کے لئے کافی ہے (یعنی درود پڑھنے کا وجوب صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے۔)

(ابو ہریرہؓ / ترمذی / ترمذی شریف جلد دوم)

صفحہ ۳۳۳ شمار ۱۳۹۳۔ ترتیب شریف صفحہ ۹۹)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے)



(علیٰ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۳۳۳ شمارہ ۱۳۹۴ - ترتیب شریف صفحہ ۹۹)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ مجھ پر جو شخص ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ سبحانہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔

(ابو ہریرہ / مسلم / مشکوٰۃ شریف)

جلد اول - صفحہ ۱۸۶ شمارہ ۸۵۱ - ترتیب شریف ص ۹۹

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو کوئی میرے اوپر ایک بار درود بھیجے گا۔ اللہ سبحانہ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ اور دس گناہ معاف ہوں گے، اور دس درجے اس کے بلند ہوں گے،

(انس بن مالک / نسائی / نسائی شریف)

جلد اول، صفحہ ۳۲۰ - ترتیب شریف صفحہ ۹۹

حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلائیں، کہ میں اس کے لئے کتنا وقت مقرر کروں، اپنے اہمال و ادا دیں سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس قدر تو چاہے، اگر زیادہ کرے گا، تو تیرے لئے بہتر ہوگا! میں نے عرض کیا، آدھا وقت مقرر کروں؟ فرمایا۔ جس قدر تو چاہے، اگر زیادہ کرے گا، تو تیرے لئے بہتر ہوگا! میں نے عرض کیا، دو نہائی وقت مقرر کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس قدر تو چاہے۔ اگر تو زیادہ کرے گا، تو تیرے لئے بہتر ہوگا! میں نے عرض کیا،



اپنی دعا کا سارا وقت مقرر کر دوں؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ کفایت کرے گا، اور تیرے دین و  
دنیا کے مقاصد کو پورا کرے گا، اور تیرے گناہ دور کئے جائیں گے!  
(ابی بن کعب / ترمذی / مشکوٰۃ شریف)

جلد اول صفحہ ۸۷۱ شمار ۸۶۹ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۰

حضرت عبد اللہ (بن مسعود) روایت کرتے ہیں، کہ ایک مرتبہ میں نماز  
پڑھ رہا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور  
عمر فاروقؓ بھی وہاں رونق افروز تھے، جب میں نماز میں بیٹھ گیا، تو پہلے میں  
نے اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا کی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود  
بھیجا، پھر اپنے لئے دعا مانگی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
کہ مانگ تجھے دیا جائے گا، مانگ تجھے دیا جائے گا! اس باب میں حضرت  
فضالہ بن عبید سے بھی روایت ہے، حضرت عبد اللہ (بن مسعود) کی حدیث  
حسن و صحیح ہے (ترمذی شریف جلد اول ص ۱۱۹ شمار ۵۳۰)

(ترتیب شریف صفحہ ۱۰۰)

حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے، کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ  
وسلم آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی تھی، ہم نے عرض کیا  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی پاتے  
ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میرے پاس فرشتہ (جبریل  
علیہ السلام) آیا، اور بولا۔ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سبحانہ فرماتا



ہے، کیا تم خوش نہیں ہوتے! جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا ایک بار، میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں گا۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا (ایک بار) میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا!

(نسائی شریف جلد اول صفحہ ۳۱۶ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۱)

حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں، کہ جب تک تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجو گے، تب تک تمہاری دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق (رہے گی) ذرا بھی اوپر نہیں چڑھے گی!

(ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۹۹ شمار ۴۳۴ ترتیب شریف ص ۱۰۱)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا، جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے (یہ حدیث حسن و غریب ہے) روایت ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ سبحانہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے، اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھتا ہے۔

(عبد اللہ بن مسعود / ترمذی / ترمذی شریف)

حبلہ اول صفحہ ۹۹ شمار ۴۳۴ ترتیب شریف ص ۱۰۱)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے، اللہ سبحانہ اور ملائکہ اس پر ستر مرتبہ درود بھیجتے ہیں، (عبد اللہ بن عمرؓ / احمد)

(مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۸۷ شمار ۸۶۵ ترتیب شریف ص ۱۰۱)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک اللہ سبحانہ کے فرشتے زمین



میں پھر اگرتے ہیں، اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں (عبداللہ بن مسعود) نسائی

(نسائی شریف جلد اول صفحہ ۳۱۶ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، جو کچھ وہ درود میں کہتا ہے، وہی فرشتے اس پر بھیجتے ہیں، اب یہ انسان کو اختیار ہے، کہ مجھ پر درود کم پڑھے یا زیادہ پڑھے (عبداللہ ابن عامر / ابن ربیعہ / ابن ماجہ)

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۵ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا، وہ جنت کا راستہ نہ بھولے گا (ابن عباس / ابن ماجہ)

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۵ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے، جو مجھ پر سلام بھیجے، مگر یہ کہ اللہ سبحانہ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں (ابو ہریرہ / ابوداؤد / بیہقی)

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۸۵۵ شمارہ ۸۵۵ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں، کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ اپنے گھروں کو قبروں کی مانند نہ بناؤ، اور میری قبر پر عید اور خوشی نہ کرو، البتہ مجھ پر درود بھیجو، اس لئے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے، خواہ تم کہیں ہو!

(ابو ہریرہ / نسائی / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۸۵۶ شمارہ ۸۵۶)

(ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ فرمایا جناب



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو ایک فرشتہ اس درود کو لے کر اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ وہاں سے حکم ہوتا ہے۔ کہ اس درود کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ یہ اس کے لئے استغفار کرے گا۔ اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ کھلی ہوگی (ابو علی بن ابی الدرداء الدیلمی فی سند الفردوس)

حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص مجھ پر درود بھیجے کسی کتاب میں، یعنی لکھے ہمیشہ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا (جلال الافہام)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اپنی مجالس کو درود شریف سے مزین کیا کرو۔ اس لئے کہ مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لئے قیامت میں نور ہے۔ (القول البدیع)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو (زمین میں) پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں (نسائی / ابن حبان / حاکم)



## درود شریف

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے، کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا، پس ایک آدمی آیا، اور سلام کہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا، اور خندہ پیشانی فرمائی، اور اپنے پاس بٹھایا، پس جس وقت اس آدمی نے اپنی حاجت پوری کر لی، اٹھ کھڑا ہوا۔ پس سرور کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (صدیق اکبرؓ سے) فرمایا، اے ابوبکرؓ! یہ وہ آدمی ہے، جس کے لئے روزمرہ ساری زمین والوں کے برابر بلندی دی جاتی ہے، عرض کی میں نے، کہ وہ کیسے؟ فرمایا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ جب بھی یہ شخص صبح کرتا ہے، مجھ پر دس بار ایسا درود پڑھتا ہے، جو درود ساری مخلوق کے درود کے برابر ہے۔ میں (ابوبکرؓ) نے عرض کی، وہ کس طرح؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یہ کہتا ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَدَدَ مَنْ صَلَّیْ

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر میری طرف سے اتنے درود بھیج

عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ كَمَا

جتنے درود تیری ساری خلق بھیجا کرتی ہے اور درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

يَسْتَبْغِيْ لَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

جیسے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجیں اور درود بھیج حضرت محمد



## النَّبِيِّ كَمَا أَمَرْتَنَا أَنْ نَصَلِّيَ عَلَيْهِ

(صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے کا (علم) فرمائیے

(ابوبکر صدیق / کنز العمال جلد اول ص ۲۱۳ شمار ۳۹۹۳ - ترتیب شریف صفحہ ۱۳۸)



حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک آدمی گئے کہ حاضر ہوئے، تو صحابہؓ نے اس آدمی کے خلاف گواہی دی کہ اس شخص نے ان کی اونٹنی چوری کی پس اس گواہی کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، پس وہ آدمی بھاگا یہ کہتا ہوا :

### اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا يَبْقٰی مِنْ

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج یہاں تک کہ تیرے درودوں میں

### صَلَوَاتِكَ شَيْءٌ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا يَبْقٰی

سے کچھ باقی نہ رہے، اور برکت دے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہاں تک کہ تیری

### مِنْ بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا

برکتوں میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ اور سلام بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

### يَبْقٰی مِنْ سَلَامِكَ شَيْءٌ

یہاں تک کہ تیرے سلام سے کچھ باقی نہ رہے

پس بھول گیا اونٹ (ان کو) (من) کیا۔ (پھر) (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آدمی



بڑی ہو امیری چوری کرنے سے، پس فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ اس آدمی کو کون میرے پاس لائے گا، تو ستر آدمی اہل مسجد میں سے دوڑے، پھر اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لایا گیا۔ پس فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے جوان! تم نے ابھی کیا کہا۔ اس حال میں کہ تو لوٹ کر جا رہا تھا، تو اس آدمی نے اس درود شریف کی خبر دی۔ پس فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے، اسی لئے دیکھا میں نے فرشتوں کو، کہ چلتے تھے مدینہ (منورہ) کے محلوں میں اس حال میں، کہ محلوں کو بھر دیتے تھے (اتنی کثیر تعداد کے ساتھ کہ قریب تھا، کہ میرے اور تیرے درمیان حائل ہو جاتے، پھر اس کے بعد فرمایا اُس سے، تو ضرور ضرور پل صراط پر سے گذرے گا، اور اس حال میں، کہ تیرا چہرہ زیادہ روشن ہوگا (سعید ہوگا) چودھویں رات کے چاند سے

عبداللہ ابن عمرؓ / کنز العمال جلد اول

صفحہ ۲۱۶ - شمارہ ۱۵ - ترتیب شریف صفحہ ۱۳۸



دارقطنی کی ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے، کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر انسی مرتبہ درود شریف پڑھے، اس کے انسی سال کے گناہ معاف کئے جائیں گے، کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! درود کس طرح پڑھا جائے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَ

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو تیرے بندے اور تیرے نبی

رَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

اور تیرے رسول نبی امی ہیں

اور یہ پڑھ کر ایک انگلی بند کرے (انگلی بند کرنے کا مطلب یہ ہے  
کہ انگلیوں پر شمار کیا جائے۔



نزمۃ المباحس میں بروایت طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث  
سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح و شام  
یہ درود پڑھا کرے، وہ اس کا ثواب لکھنے والوں کو ایک ہزار دن تک  
مشقت میں ڈالے رکھے گا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی

اے اللہ! پروردگار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درود بھیج حضرت محمد

اِلٰ مُحَمَّدٍ وَ اَجْزِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر اور جزا دے حضرت

مَا هُوَ اَهْلُهُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کے کہ وہ اہل ہیں





حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو، وہ اپنی دعائیں اس طرح کہا کرے، تو یہ (بصورت درود) دعا اس کے لئے زکوٰۃ یعنی صدقہ کے قائل مقام ہے، اور مومن کا پیٹ کسی خیر سے کبھی نہیں بھرتا، یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔

وہ دعا (درود شریف) یہ ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَ

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو تیرے بندے ہیں اور

صَلِّ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ

تیرے رسول ہیں اور رحمت بھیج مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اور مسلمان مردوں

وَالْمُسْلِمَاتِ

اور مسلمان عورتوں پر

(رواہ ابن حبان - والقول البديع للسخاوی وغیرہ)



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے، کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو، کہ جب وہ درود پڑھا کرے ہمارے گھرانے پر، تو اس کا ثواب بہت بڑے پیمانے میں ناپا جائے، تو وہ ان الفاظ سے درود پڑھا کرے :



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاَرْحَمَ وَ

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی امی ہیں اور آپ کی پیروی پر

اَزْوَاجِهِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِ وَاَهْلِ

پر جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ کی آل اور اولاد پر اور آپ کے

بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ رَافِقِ

گھرانے پر جیسا کہ درود بھیجا آپ نے آل ابراہیم پر بیشک آپ ہی

حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سزاوار حمد ہیں بزرگ ہیں

(رواہ ابو داؤد / القول السدید)



امام سخاویؒ نے "القول السدید" میں حضرت حسن بصریؒ سے نقل

کیا ہے، کہ جو شخص چاہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے

بھر لوں یا لہ پیوے وہ یہ درود پڑھا کرے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ

اے اللہ ! درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل پر اور

وَاَوْلَادِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاَهْلِ

اصحاب پر اور اولاد پر اور ازواج پر اور ذریت پر اور اہل بیت پر اور

بَيْتِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَنْصَارِهِ وَاَشْيَاعِهِ

انصار پر اور انصار پر اور آپ کے (متبع) مردہ پر



وَمَحَبَّتِهِ وَأُمَّتِهِ وَعَلَيْنَا أَجْمَعِينَ يَا

اور محبت پر اور (ساری) امت پر اور ہم سب پر اے

أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ط

ارحمتہ ارحمین !

(القول السدید - شفاء قاضی میاض)



حضرت رویفح منصور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں  
کہ جو شخص (درود کے کلمات) اس طرح کہے، اس کے لئے میری شفاعت  
واجب ہو جاتی ہے :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ ! درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط

کی آل پر اور ان کو قیامت کے دن اپنے مبارک مقام قرب میں جگہ دے

(رواہ احمد و طبرانی، القول السدید ص ۴۲)



ابن ابی عاصم نے مرفوع روایت نقل کی ہے، کہ جو شخص سات  
جھے سات سات بار یہ درود شریف پڑھے، میری شفاعت اس  
کے لئے واجب ہو گئی :



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر ایسا

صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَلَهُ جَزَاءٌ وَلِحَقِّهِ

درود نازل فرما جو تیری رضا کا ذریعہ ہو۔ اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے پورا

اَدَاءٌ وَاعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ

بدلہ ہو اور آپ کے حق کی ادائیگی ہو۔ اور آپ کو وسیلہ اور مقام محمود کہ جس کا تو نے

هَالِكِ الَّذِي وَعَدْتَهُ وَاجْزِهِ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهُ

وعدہ کیا ہے عطا فرما۔ اور حضور کو ہماری طرف سے ایسی جزا عطا فرما جو آپ کی

وَاجْزُهُ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنِ

شان عالی کے لائق ہو اور آپ کو ہماری طرف سے ان سب سے افضل بدلہ عطا فرما جو تو نے

اُمَّتِهِ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّيْنَ

کسی نبی کو اسکی امت کی طرف سے عطا فرمایا ہے اور یا ارحم الراحمین حضور کے تمام برادران

وَالصّٰلِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

انبیاء و صالحین پر درود نازل فرما

(القول السدید ص ۴۸)



علامہ ابن المشتر سے مروی ہے، کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ جل شانہ

کی ایسی حمد کرے، جو اس سب سے زیادہ افضل ہو جو اب تک اس کی مخلوق

میں سے کسی نے کی ہو، اولین و آخرین اور ملائکہ مقربین آسمان و ارض اور



زمین والوں سے بھی افضل ہو، اور اسی طرح جو یہ چاہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا درود پڑھے، جو اس سب سے افضل ہو، جتنے درود کسی نے پڑھے ہیں، اور اسی طرح یہ بھی چاہتا ہو، کہ وہ اللہ جل شانہ سے کوئی ایسی چیز مانگے، جو اس سب سے افضل ہو، جو کسی نے مانگی ہو۔ تو وہ یہ پڑھا کرے — :

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهُ

اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد ہے، جو تیری شان کے لائق ہے پس تو حضرت

فَضِّلْ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهُ وَافْعَلْ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج جو تیری شان کے مناسب ہے اور ہمارے ساتھ

بِنَا مَا اَنْتَ اَهْلُهُ فَاِنَّكَ اَنْتَ اَهْلُ التَّقْوٰی

بھی وہی معاملہ کر جو تیرے شایان شان ہو اے شک تو ہی اس کا مستحق ہے کہ

وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ

مجھ سے ڈرا جائے اور تو ہی مغفرت کرنے والا ہے

(القول البدیع ص ۴۹)



امام سخاوی نے القول البدیع میں نقل کیا ہے، کہ جو شخص چاہے کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے، وہ یہ درود شریف پڑھے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ



مجھے قیامت کو بھی دیکھے گا، اور جو قیامت کے دن مجھے دیکھے گا۔ میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اور جس کی میں نے شفاعت کی، وہ میرے خوف سے پتے گا اور اس کا بدن آگ پر حرام ہو جائیگا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جیسا تو نے ہمیں ان پر درود بھیجنے

نُصَلِّیْ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ

کا حکم دیا ہے اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو ان کی شان

اَهْلُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ

کے لائق ہے اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جس طرح تو چاہے اور

تَرْضٰی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی

تیری رضا ہے اے اللہ درود بھیج روح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر روحوں

الْاَرْوَاحِ وَ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ اَللّٰهُمَّ

میں سے اور جسد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جسدوں میں سے اے اللہ

صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ

درود بھیج اوپر قبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کے قبروں میں سے

القول البدیع ص ۳۳

بحوالہ کتاب الدر المنظم مؤلف ابو القاسم البتی





مَدْرَسَہ تعلیم الاسلام صفویہ صدانیہ

دارالاحسان

صلوٰۃ وسلام کے بعد صبح کی دُعا

خداوند! شہنشاہ! تری ذات گرامی ہے  
 تو ہی رزاقِ عالم ہے، تری رحمت دوامی ہے  
 تو ہی مخلوق کا والی، ترا دربار ہے عالی  
 عطا کر اپنے بندوں کو محبت اور خوشحالی  
 طفیلِ خواجہ بٹھا عطا کر وہ مسلمان  
 سکھاتی ہے سلاموں کو جو اندازِ جہانِ بانی  
 تزیہ دارِ احسان فیض کے دریا بہا ڈالے  
 یہاں کا بچہ بچہ نقشِ باطل کے مٹا ڈالے  
 لٹا دے یا الہی دارِ احسان کے مکینوں میں  
 پھیلکتی ہے مئے الفت جو مدنی آبگینوں میں

الہی نعمتِ حق تیغ کی جھنکار بن جائے!

یہاں کا بچہ بچہ دین کا سالار بن جائے!



ترا یہ دار احساں پھیر دے ملت کی تقدیریں  
 سراپا سیف بن کر توڑ دے باطل کی زنجیریں  
 الٰہی دار احساں کو عطا کر فقیرِ سلطانی  
 وہ زورِ حیدری خیر شکن رمزِ سلطانی!

تری رحمت سے جاری ہوں یہاں فیض کے دریا  
 ہوا تیرے کسی کی ذات پہ اپنا نہیں تکیہ



يَا حَيُّ — يَا قَيُّوْمُ

اٰمِيْن



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دَارُ الْإِحْسَانِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّتِهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَتُوبُ إِلَيْكَ



سَبِيلُ الرَّشَادِ

تأليف محمد برکات علی لودھیانوی معنی عثمان

المقام الثَّانِي لِصَحَافَةِ الْمُقْبُولِ الْمُصْطَفِيِّينَ • دَارُ الْإِحْسَانِ • فیصل آباد  
پاکستان



## انس کے

جب نیکی کا کوئی کام شروع کرتے لگتا ہے  
اُسی وقت شیطان نے اپنی پوری تدبیر سے اُسے روکنے کی  
ہر کوشش کرتا ہے، اور حتیٰ الامکان اُسے اس کام کو پایہ تکمیل  
تک پہنچانے نہیں دیتا۔ راہ ہی میں روک دیتا ہے۔ لاکھوں میں  
سے کوئی ایک خوش نصیب ہوتا ہے، جو اسے تار کر اپنی منزل  
مقصود تک پہنچتا ہے،

## ہر آدمی

شیطان کے قریب کو نہیں سمجھ سکتا  
دل کی بے کاہ و نیر وادی کو وسیع اب  
کرنے کے لئے فیض کا جب بھی کوئی باب کھولتا ہے  
اُسی وقت اس کے پیچھے لگ جاتا ہے، اور جب تک اسے بند نہیں کر دیا  
دیتا۔ اُسے کبھی آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ طرح طرح کے سادس  
اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اُسے بھگانے میں کامیاب  
ہو جاتا ہے۔ بندہ جب تک

## تذکیہ نفس

کے لئے کسی منزل کی تدبیر نہیں کرتا۔ شیطان کو بھی اس  
کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، لہٰذا کسی منزل پہ گامزن



ہونے لگتا ہے، اُسی وقت اُسے اس منزل سے روکنے کے لئے  
جو تدبیر بھی وہ عمل میں لاسکتا ہے، لاتا ہے۔

### فقر کے میدان میں

فقر سے شیطان پوری طرح لڑا۔ اُسے ہرانے کے لئے اپنے  
پورے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مقابلے میں اُترا۔ قدم قدم پر  
حملہ آور ہوا۔ جب تک وہ اپنی منزل کی طرف گامزن رہا۔  
پیچھے نہیں ہٹا۔ اُس نے اس میدان میں نامی گرامی پہلوان کو  
پکھاڑا جس سے نے اس میدان میں اپنے نفس کی مخالفت کی  
اور شیطان کی کسی بھی تدبیر کو کارگر ہونے نہ دیا، اس کے ہر  
حملے کو پسپا کیا۔ کامیاب ہوا۔ اللہ سے مراد پائی۔ اور اللہ  
نے اس کا میاب جہاد کا تذکرہ اے نیک لوگوں کی  
زبانوں پر ہمیشہ زندہ رکھا۔

### جب سے

یہ دنیا معرض وجود میں آئی، اسی وقت سے لے کر آج تک گنتی  
کے چند جوان مرد ہیں جنہوں نے اس راہ میں شیطان کو پکھاڑا،

### ہر صالح عمل

جسے میں تسلسل ہو، شیطان کے حملے کی پوری سے  
روک کرتا ہے

شیطان کے بے شمار حربوں میں سے سب سے مہلک حربہ



سالک کے عمل کو باطل کرنا ہے !

اس لئے

جب تک کوئی عمل قائم رہتا ہے، اس کی برکت سے شیطان کا کوئی حملہ اس پر کارگر نہیں ہوتا۔ صالح عمل جس طرح اپنے عامل کو قبر میں قبر کے مذاب سے بچاتا ہے، اسی طرح دنیا میں بھی اسے شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے، اور عمل کا تسلسل اللہ کی عین رحمت ہے، (اللہ جس پر راضی ہو جاتے ہیں، اسے صالح عمل کی توفیق بخشتے ہیں۔ ساری دنیا میں بنے والے کروڑوں مسلمانوں میں سے

چند سو صاحب منزل ہیں !

طریقت میں ایک امر ایک منزل ہے

اور صاحب منزل وہ ہے

جو جب کسی امر پر کمر باندھ لیتا ہے، اسے جیتے جی کبھی ترک نہیں کرتا۔ جب تک دم میں دم باقی رہتا ہے، اپنے مقام پر ڈٹا رہتا ہے۔ یعنی جہاں قدم رکھ دیتا ہے، پیچھے نہیں ہٹاتا اور نہ ہی کبھی مار کر بیٹھتا ہے۔ سالک جب شوق کی سواری پر چڑھ کر اپنی منزل میں اترتا ہے، کوئی ناکامی اسے ناکام نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ کامیاب ہو جاتا ہے

علم منزل نہیں عمل منزل ہے



تقریر درکار نہیں۔ نمونہ درکار ہے !

سلوک کی بنیاد عمل پہ ہے

محض علم پہ نہیں !

آپ آپ اپنے ہی دل سے پوچھیں۔ کیا آپ

صاحبِ منزل ہیں۔ اگر نہیں، تو کیوں نہیں ؟

جب تک

کوئی کسی منزل پہ گامزن نہیں ہوتا۔ اس کا علم اسکے کسی کام نہیں

آتا۔ شیطان کا تختہ مشق بنا رہتا ہے، اور وہ اُسے اپنا

ایک کھلونا سمجھ کر اس سے طرح طرح کی کھیلیں کھیلتا رہتا ہے،

## منزل کے چند عملی نمونے

مثلاً

\* کسی سے جو وعدہ کرے، پورا کرے، کبھی وعدہ خلافی نہ کرے،

یہ ایک منزل ہے، اگر کوئی اس پہ کاربند رہے، اس ایک عمل

ہی کی برکت سے پورا کامیاب ہو۔

\* اسی طرح سچ بولنا ایک منزل ہے۔ اگو کوئی کبھی جھوٹ

نہ بولے۔ جب بولے سچ بولے۔ یہ اس کی ایک منزل ہے

اگر وہ اس پہ ہمیشہ کاربند رہے۔ اس ایک عمل کی برکت سے تمام

ضروری برکات حاصل ہوں۔



\* **تو کہ غیبت ایک منزل ہے، اگر کوئی کبھی کسی کی غیبت نہ کرے، غیبت سے اپنی زبان کو ہمیشہ پاک رکھے، یہ ایک منزل ہے، اس ایک ہی منزل کی برکت سے ہر جا مقبول ہو، اور کوئی بھی اس کی کبھی غیبت نہ کرے، کسی کو یہ جرأت ہی نہ رہے کہ اس کی غیبت کرے۔ جو خود کسی کی غیبت نہیں کرتا، پھر اس کی بھی کوئی غیبت نہیں کرتا۔ غیبت کرنے والے کی ہی لوگ غیبت کرتے ہیں۔ آج ہم سب ایک دوسرے کی غیبت کرنے میں مصروف ہیں، کوئی بھی اس سے بچا ہوا نہیں، آپ اسے ترک کر کے دیکھیں، آپ کی کبھی کوئی غیبت نہیں کرے گا۔**

\* **اسی طرح چغلی سے باز رہنا ایک منزل ہے۔ جو کسی کی چغلی نہیں کرتا۔ اس کی بھی کوئی چغلی نہیں کرتا۔ جو چغلی نہیں کرتا، وہ کسی کی چغلی سنتا بھی نہیں، اگر کوئی اس سے کسی کی چغلی کرنے لگتا ہے، یہ کہہ کر روک دیتا ہے۔ کہ بھئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ اسے مت کہہ۔ اور نہ ہی میں نے اسے سنا ہے۔ جب دو چار چغل خوروں سے اس طرح آپ نے سوال و جواب کیا پھر کوئی آپ کے پاس کسی کی چغلی نہیں کرے گا۔ یہ آپ کی بہترین تبلیغ ہے۔ اس کا اس سے بھی ایک مؤثر علاج یہ ہے۔ کہ چغلی کرنے والے سے کہیں، کہ چلو۔ ہم دونوں**



اس بندے کے پاس چلتے ہیں، جس بندے کی بابت آپ مجھے کچھ  
کہہ رہے ہیں۔ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو، اس کے سامنے ہو کر کہنا  
یقیناً وہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکے گا۔

✽ حسد ترک کرنا ایک منزل ہے۔

حسد تقریباً ہر کسی میں پوری طرح حبوہ گرہ ہے، کسی میں خفی کسی  
میں جلی۔ کسی میں دونوں۔ جب آپ کے دل میں کسی کا  
حسد پیدا ہو، تو یوں سوچا کریں، کہ حدنیکیوں کو یوں جلا  
دیتا ہے، جیسے آگ خشک لکڑیوں کو۔ اور اس سے نادان  
اور کون ہو سکتا ہے، جو اپنی کمائی ہوئی نیکیوں کو اپنے ہی تقوں  
حبدا کر بھسم کر دے، پھر اسے حاصل بھی کچھ نہ ہو۔ ایک آدمی  
سارا دن کوئی چیز کماتا رہا، شام کو اسے دریا میں بہا آیا، اسے  
اس کمائی سے کیا حاصل ہوا۔ کوئی دوسرا اسے خراب کر دیتا، تو اتنا  
ریخ نہ ہوتا، جتنا کہ اپنی کمائی کو اپنے ہاتھوں ضائع کرنے کا ریخ  
ہوتا ہے، نیکیاں ہی تو ہماری زندگی کا حاصل۔ اور بہترین  
قیمتی متاع ہیں۔ انہیں ہم بلا وجہ حبدا کر بھسم کئے جا رہے ہیں

اگر کوئی

آپ سے حسد کرے، تو اسے (اللہ کے حوالے کر دیں۔ اور  
وہ آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

✽ حیا ایک منزل ہے۔ یہ اسلام کی ایک بہترین صفت ہے



(اللہ اپنے لطف و کرم سے صبحیں حیا کا ایسا بارہ اور صبا کی  
جسے اور صبح کریم بے حیائی کا کوئی بھی کام نہ کر سکیں۔ جس  
حیا اسلام کی بہترین صفت ہے، وہاں مشکل ترین بھی ہے۔  
ہر صبا بے حیائی کا جال پھیلنا ہے، اس سے کوئی بھی خالی  
نہیں۔ نہ معلّم۔ نہ متعلّم۔ نہ پیر۔ نہ  
مرید۔ نہ سالک۔ نہ درویش، نہ صوفی  
مگر وہ۔ اور صرف وہ۔ جس کو حیا تیری منایت سے عطا ہو  
یا حقیقی یاقیوم

حیا تن کے ہر حصے سے تعلق رکھتی ہے، حقیقت یہ ہے،  
کہ ہر کسی کے کسی نہ کسی جبکہ کوئی نہ کوئی بھائی موجود رہتی ہے

## هُدَى الْمُتَّقِينَ

قرآن کریم متقیوں کو راہ دکھاتا ہے، صرف متقی ہی اس کتاب  
سے ہدایت پا سکتے ہیں، بحث تقویٰ کے منافی ہے، متقی کبھی  
بحث نہیں کرتے، کسی سے بھی اور کسی بھی مسئلے پہ بحث نہیں  
کرتے، کسی مسئلے کو ایک بار سمجھا کر یہ کہہ کر۔ کہ اس سے  
زیادہ کی مجھے خبر نہیں۔ چپ ہو جاتے ہیں۔ امر و نہی۔  
جو دین کی اصل ہیں، اس کی توجہ کوئی پیر و امام نہیں کی جاتی،



اور ایسے فقہی مسائل — جو فروعی ہیں، ان پر اتنی شدت سے  
 کلام کی جاتی ہے، کہ سننے والے بیزار ہو جاتے ہیں۔ کیا تمام  
 اختلافی مسائل کو سمجھانے کے لئے یہ ایک کلیہ قاعدہ کافی نہیں  
 کہ دین کے چاروں مجتہدین — اور ان چاروں ہی کے مقلدین  
 اپنی اپنی جگہ سیدھی راہ پہ ہیں! حبو جس امام کی تقلید کرتا  
 ہے، حق پر ہے، حب ہم اپنے گمبیانوں میں منہ ڈالتے ہیں  
 تو دیکھتے ہیں، کہ ہماری کوئی بھی شے قرآن اور سنت کے مطابق  
 نہیں — نہ ظاہری — نہ باطنی،

### عقائد کی نظریاتی جنگ

کوئی منزل نہیں — دین کی کوئی خدمت نہیں — نہ ہی اس کا  
 کوئی ثواب — اسی طرح

بحث و مباحثہ بھی کوئی منزل نہیں

مباحثہ تو ہے ہی تضرعِ اوقات

بے جا قیل و قال اور کثرتِ سوال سے خود حضور اقدس صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے، اور یہ بھی بتایا ہے — کہ  
 اللہ تعالیٰ کو بھی یہ ناپسند ہے۔

علم و عمل لازم و ملزوم ہیں

علم اپنے عالم سے عمل کا تقاضا کرتا ہے!

محض علمی مجالس، جو اعمالِ صالح پر منتج نہ ہوں، ایک بے روح جسم



کی مانند ہیں۔ یہ علمی مہاس اخلاق سے گرے ہوئے ملعون  
فتور اور قلبی بغض و عناد پر ختم ہوتی ہیں۔

یہ کوئی منزل نہیں،

نہ ہی یہ دین اسلام کی کوئی خدمت ہے،

اس سے ملت کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچتا

اللہ تعالیٰ

اور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام

تعلیمات اخلاق و کردار کی اصلاح و تعمیر۔ اور

عملی طور پر اسلام کی تعمیل و تعلیم پر زور دیتی ہیں

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ترغیب

بڑے پیار سے انداز میں طرح طرح کی مثالیں دے دے کر

ذہن نشین کرانے کی پوری کوشش کی ہے۔

ان تمام تعلیمات کو

پس پشت ڈال کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

کو نشانہ بحث بنانا۔ ایک دوسرے پر شرک و کفر کے فتوے

لگانے رہنا۔ مختلف و غیر متفق مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق

پیدا کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے اختلاف و فتناء کی

درواروں کو پختہ کرتے رہنا کوئی منزل نہیں۔ اس سے اسلام



کو کوئی تروتازگی نہیں پہنچتی — اور نہ ہی اس کا کوئی ثواب ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

کفارِ عرب کو توحید کا پیغام دینے میں بڑے

## خُلُقِ عظیم کا مظاہرہ فرمایا

مختلف ان خیال احباب کو اپنے ہمنیال بنانے کے لئے

## محبت بھترین حربہ ہے!

محبت کی بجائے شدت اختیار کرنا کوئی منزل نہیں،

دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں، اس سے ملت کو کوئی فائدہ

نہیں پہنچتا — قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان میں

أَشَدَّ أَمْرًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ

فرمایا ہے۔ کہ وہ آپس میں بڑے رحیم و حلیم تھے، ان کی شدت

اسلام کے دشمنوں کے خلاف استعمال ہوتی تھی۔ آپس میں

ایک دوسرے کے خلاف نہیں، — وہ اپنے کسی بھی بھائی کی

مسمولی سے تکلیف دیکھ کر تلک لگاتے تھے، اگر آپس میں

کبھی اختلاف ہو بھی جاتا تھا — تو جب تک ایک دوسرے

کو راضی نہ کر لیتے، چین نہ پاتے، لیکن ہمارا حال اس کے



بالکل برعکس ہے۔ دین کا علم حاصل کر چکنے کے بعد ہم  
میں آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی اور محبت پیدا ہونی  
چاہیے تھی۔

یہی دینے کا علم حاصل کر نیکامدعا ہے  
نہ معلوم! یہ کیا وجہ ہے۔ کہ علم حاصل کر چکنے کے بعد  
ہمیں ایک دوسرے سے اس قدر نفرت ہو جاتی ہے کہ سلام  
تک کہنا پسند نہیں کرتے، سلام کا جواب نہیں دیتے، ایک  
دوسرے کو اپنا نہیں۔ غیر سمجھ کر اور دور ہونے کی کوشش  
کرتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، اگر کوئی مر جائے،  
تو جنازے کے ساتھ شامل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی دعوت کرے  
تو قبول نہیں کرتے۔ اگر کوئی بیمار ہو جائے، تو عیادت کے  
لئے نہیں جاتے۔ اگر کوئی مصالحت کی کوشش کرتا ہے، تو  
اس کا خیر مقدم کرنے کی بجائے استہزاء کرتے ہیں۔ اور  
یہ کوئی منزل نہیں!۔ اس سے اسلام کو کبھی ترقی و تازگی  
نہیں پہنچ سکتی!

اسلام سراسر خیر خواہی، محبت اور سلامتی کا پیغام ہے  
لیکن

ہم نے اپنی منکر ہی بے لگامی سے اسے اپنے لئے باعثِ نفاق و  
اختلافات بنا لیا ہے۔ بجائے اس کے۔ کہ ہم امن و سلامتی



کی پیاسی دنیا کو اسلام پیش کر کے محبت و اخوت اور باہمی  
ہمدردی سے ہمکنار کرتے — ہم اسلام کے نام بیوا ہو کر  
اسلام کی ان عطا کردہ بنیادی اور لازوال نعمتوں کو ترس گئے ہیں



## اسلام

نمونہ سے پھیلا ہے!

نہ تقریر سے پھیلا ہے، نہ تلوار سے

## تقریر

نمونہ کی طلب گار ہے، جب تک تقریر کے ساتھ نمونہ نہیں  
ہوتا، کوئی تقریر اور کسی بھی قسم کی تقریر کوئی اثر نہیں رکھتی!



## دین کے دواعلم

جب ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے دین کے کسی معاملہ  
میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ دونوں کے دلوں سے دین کی  
حلاوت ختم کر دی جاتی ہے، علم کی برکت اڑ جاتی ہے۔ محبت



جو دین کی روح ہے۔ — وحشت میں تبدیل ہو جاتی ہے؛  
اور فساد کے سوا کوئی شے باقی نہیں رہتی

اللہ نے

اپنی کتاب کی ابتداء میں ایمان و کفر و نفاق کے بعد سب  
سے پہلی یہی تنبیہ فرمائی —

لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ (البقرہ)

یعنی نہ فساد کرو (میری) زمین کے — ؛

اور فساد سے مراد ہر بات ہے جو فساد کی موجب ہو؛

فساد دلوں کے اطمینان کی موت ہے، فساد اور

امن دو متضاد چیزیں ہیں، جہاں فساد

ہوگا، امن نہیں رہتا، اور امن ہی سے

دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے،

ہمارا حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے

بالکل خلاف ہے، ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم

کی بالکل پرواہ نہیں کی۔



حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسا

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبٌ



الْأُنْسَانِ كَذِبٍ الْغَنَمِ يَأْخُذُ  
الشَّاذِلَةَ وَالْقَاضِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ  
وَأَيَّكُمْ وَالشَّعَابَ وَ  
عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ  
(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

بکری کا بھیڑ یا ہوتا ہے۔ جو اس بکری کو  
اٹھائے جاتا ہے۔ جو ریوڑ سے بھاگ  
نکلے ہو۔ یا ریوڑ سے دور چلی گئی ہو۔ یا ریوڑ  
کے کنارے پر ہو۔ اور بچو تم پہاڑ کی گھاٹیوں  
(یعنی گمراہی) سے اور جماعت اور مجمع کے  
ساتھ رہو۔ (احمد)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ نَارَقَ الْجَمَاعَةَ  
مَشِيْرًا فَتَدْخَلَ رَيْفَةً  
الرِّسْلَةِ مِنْ عُنُقِهِ  
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ہے۔ جو شخص جماعت سے باشت بھر  
(یعنی ایک ساعت کے لئے) جدا ہوا۔  
اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے  
نکال دیا

(احمد / ابوداؤد)

فِرْقَةُ فَرَقَ سَے ہے

اور

کسی شے کی تکمیل کے بعد اس میں فرق ڈالنا سالمیت کے منافی ہے



۱۸۹  
سرفہ جماعت کی ضد ہے، اور جماعت — اسلام و  
ملت کی روح ہے۔ فقہی مسائل میں —

آئمہ کرام کا اختلاف  
قابل تحسین و دادیہ —

دینے کی محفلے

میں جب سے بحث نے قدم رکھا، اعمال رخصت ہوئے، اعمال  
کے ساتھ ساتھ باہمی محبت بھی اڑ گئی، ہر شے کا نام باقی ہے،  
کام باقی نہیں، نہ حمیت رہی، نہ محبت — نہ حال  
باقی رہا، نہ مقام — نہ توڑ نہ جستجو، نہ سوز،  
نہ گداز — مَن کے قہقہے بجھ گئے۔

تَن مَن کا پروردہ یہ

مَن کے ساتھ ہی تن کی رونق بھی غنقا ہوئی، نہ زبان میں کوئی  
تاثر رہی — نہ ہی نگاہ میں

وہ بھی کیا دنے تھے،

جب کہ تیری زبان موتی بکیرا کرتی تھی، تیری نگاہ جس طرف  
اٹھ جاتی — دم میں دم آجاتا — دلوں کی دوری دور کر دیتی  
دلوں کو شاد کر دیتی، غم سورا کر دیتی، سرور کر دیتی — تیری  
نگاہ ہی سے دل سینوں میں زندہ و بیدار رہتے — اور  
یہی نگاہ دلوں کے قرار پھین لیتی — دل اس کی تاب نہ لا سکتے،



لہزے لگ جاتے

یہ تھا ہماری ترقی کا دور

جو گزر چکا

ایک یاد باقی رہ گئی — لوگوں کے قصے سننا کوئی جو امزدی  
نہیں، اگر کوئی ہے، تو اپنا سنائیں، جگ بیتی بیت چکی،  
وہ ماضی تھا — گزر گیا — تو حال ہے — اپنا حال سننا!  
حال ماضی کی تصدیق کرتا ہے،

اے اوجینے والے مسلم!

اپنے حال سے ماضی کی تصدیق کر — یہ جو امزدی ہے، اسی میں  
تاثیر، اسی میں برکت، اور یہی وقت کی پکار ہے

جب

کوئی ہم سے پوچھے، کہ تم کون ہو؟ ہم اپنے دوستوں کو یہ تلقین  
کیا کرتے ہیں، کہ یوں کہو — کہ ”ہم مسلمان ہیں، سادہ مسلمان!“  
لیکن اب ہم یہ کہتے ہیں — کہ

ہم کچھ بھی نہیں، کبھی ہوا کرتے

تھے، لیکن اب کچھ بھی نہیں!

ہم اپنی نا اہلی کی بدولت ہر شے کھو چکے ہیں!

بکرے کی یہ تمثیل ہمارے حال پہ عین لاگو ہے —



۵ کبر بکرے نے کیا میرے سوا کوئی نہیں

میں ہی میں ہوں اس جہاں میں دوسرا کوئی نہیں  
جب نہ میں میں ترک کی ناپائیدار اسباب نے  
پھیر دی آکر چھپری تب حلق پر قصاب نے  
گوشت ہڈی اور چمڑا جو ہت جسم زار میں  
کچھ بکا اور کچھ لٹا، کچھ پس گپ بازار میں  
رہ گئیں آنتیں فقط میں میں سنانے کے لئے  
لے گیا نڈاں انہیں دھنکی بنانے کے لئے  
ضرب سونٹے کی پڑی تب تانت گھبرانے لگی!  
میں کے بدے تو ہی تو کی بس صدا آنے لگی!

### ہمارے پاس

صرف قالے باقی ہے، حالے باقی نہیں، اور حال کے بغیر  
محض قال کی کہیں کوئی قدر و وقعت ہی نہیں ہوتی، حال کے  
بغیر قال زیب ہی نہیں دیتا۔ اگر کہنے والے کو نہیں، سننے والے  
کو تو ضرور شرم آتی ہے،

### ہم میں

کوئی بھی جس باقی نہیں رہی، ہمیں یہ احساس تک نہیں، کہ ہم جو کہتے ہیں  
اسے سننے والے کیا محسوس کرتے ہوں گے، سننے والوں کے دلوں میں  
سنانے والے کی کیا قدر ہوتی ہوگی؟ کچھ بھی نہیں! لوگ ہماری باتوں



کو سن سن کر اکتا چکے ہیں، ہم اسلام کے مرجھائے ہوئے پودے  
کو تروتازگی پہنچانے کے لئے دین کے میدان میں آئے تھے، اور  
یہ ارادہ لے کر آئے تھے، کہ

### اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے

اپنی زندگی کی بازی لگا دیں گے۔ اسلام کے وقار و عظمت کو  
بلند کرنے کے لئے کوئی بھی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں گے۔

### لیکن

### فرقوں کی لپیٹ میں آکر

ہم کچھ بھی نہ کر سکے۔ ہم نے اسلام کے دستار کو بڑی ٹھیس  
پہنچائی، اپنی عظمت کو اسلام پر ترجیح دی۔ اور جو کام بھی کیا  
اس میں اپنا ہی ذاتی مفاد مدنظر رکھا۔ دین کی خاطر کوئی بھی قربانی  
منہیں دی۔ اور اپنی خاطر دین کی ہر شے مستربان کر دی، چاہیے  
یوں تھا۔ کہ دین باقی رہتا، اگرچہ ہم باقی نہ رہتے۔ خود گر  
جاتے، لیکن دین کی کسی بھی بات کو کبھی گرنے نہ دیتے۔ دین کو  
زندہ رکھنے کے لئے اپنی زندگی مستربان کر دیتے۔ دین  
زندہ رکھتے۔ اگرچہ خود زندہ نہ رہتے۔ زہے قسمت۔ گر  
یہ زندگی دین کی زندگی پہ قربان ہوتی۔

### یاحییٰ یا قیوم

ہم دین کی خدمت کا جذبہ لے کر دین کی طرف آئے تھے،



## لیکنے

ہم سے دین کی کوئی بھی خدمت نہ ہو سکی، البتہ دین نے ہماری  
 بڑی خدمت کی، دین ہی کے نام پہ تو ہم آس دنیا کو کمایا۔  
 ورنہ اگر دین کا نام ہمارے اور مخلوق کے درمیان  
 نہ ہو، ہمیں کوئی پوچھے تک نہ — دین کی آڑ میں ہم نے بہت  
 کچھ کمایا دینے نے

ہمارے سر پر عزت کا تاج رکھا۔ دین ہی کے نام پہ ہم نے  
 وہ دنیا — جس سے کہ دین بیزار ہے۔ جس کا کہ دین میں جواز  
 ہی نہیں — کمائی — ہمیں کیسے کیسے القابات سے  
 نوازا گیا۔ جن کے کہ ہم قطعی مستحق نہیں — ہمیں  
 دین کا لبادہ اوڑھے دیکھ کر لوگوں نے تعریفوں کے پل بانڈھ  
 دیئے، گویا کہ ہم نے دین سے ناجائز فائدہ اٹھایا

ہم سے یہ صرف اس لئے ہوا  
 شاید کہ ہم اس سے عبرت حاصل کریں  
 لیکن کرنے سکے !



میں نہیں — امت کے والی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی  
 امت کو اتنا حسد کی یوں تاکید نہ فرماتے ہیں — کہ  
 ”سارے مومن ایک شخص واحد کی مانند ہیں (یعنی ایک شخص



کے جسم کے اعضا کی مانند) جب اس کی آنکھ دکھتی ہے، تو سارا جسم دکھتا ہے، اور سر میں درد ہوتا ہے، تو سارا جسم اس کی تکلیف محسوس کرتا ہے“ (مسلم)



حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”مسلمان مسلمان کے لئے مانند مکان کے ہے، یعنی سارے مسلمان ایک مکان کے مانند ہیں۔ کہ مکان کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے بتایا۔ کہ سارے مسلمان اس طرح سے ملے اور جکڑے ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)



ہمیں یہ انتہائی افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ زمانہ حال میں ہم مسلمان ایک دوسرے سے علیحدہ اور دور ہیں، اگر ہم ان احادیث کی روشنی میں اپنے آپ کو جانچیں۔ تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ ہم مسلمان تو ہیں۔ لیکن مومن کہلانے کے قطعاً مستحق نہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق ہاتھ کی انگلیوں کی طرح ملے اور جکڑے ہوئے نہیں ہیں۔ اور نہ مانہ حال میں ملنا اور جکڑے رہنا



تو درکنار — دوری اور بھرنا ہمارا شیوہ بن گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عز وجل ذوالجلال والاکرام

اپنے لطفِ کرم سے

ہمارے وہ گناہ — جن کے باعث ہم ایک دوسرے سے

متنفرد و بیزار ہیں — بخش دے — اور ہمارے دلوں میں

ایک دوسرے کی الفت و محبت بھر دے، تاکہ ایک بار پھر —

جیسے کہ کبھی ہوا کرتے تھے — متحد ہو جائیں

یا حییٰ یا قیوم — آمین

اپنے اپنے مسلک پہ ہر کوئی سیدھی راہ پہ ہے۔ اتحاد

میں کیا کچھ نہیں — راحت ہے، عزت ہے —

قوت ہے، عظمت ہے — رفعت ہے —

بلندی ہے، نصرت ہے، فتح ہے۔ ہر

شے ہے اور سب کچھ ہے،



یا اللہ، یا رحمن! یا حیات یا قیوم!

ہم سب

کی تیرے حضور میں یہی ایک دعا ہے — کہ تو ہمارے مولائے کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کو ایک مرکز پہ متحد کر دے

اور تیرے سوا کون ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے، یا حییٰ یا قیوم!



لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ

ساری خدائی کے دل تیرے قبضہ قدرت میں مقدر و  
محکوم ہیں۔ اور تو جیسے چاہتا ہے، دلوں کو پھیرتا رہتا  
ہے، ہمارے دلوں کو ایک بار پھر سے پھیر کہ ان میں ایک  
دوسرے کی محبت بھر دے۔ سچی اور پکی محبت  
یا حقیقی یا قیوم۔ امین!



## خدمت

خدمت ایک جامع اور کثیر الاستعمال لفظ ہے، جو ہر  
معاملہ میں ہر روز بکثرت بولا جاتا ہے۔ جب ہم کسی سے یہ سنتے  
ہیں، کہ فلاں نے فلاں کی بڑی خدمت کی، تو اسے  
سُن کر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس نے اس کو بڑا آرام پہنچایا  
جو کام خود اس نے اپنے لئے کئے تھے، دوسرے نے اس کے  
لئے کئے۔ اپنے آرام و آسائش پہ اسے ترجیح دی

خود کو خادم اور اُسے محند و مبنایا!  
اُس کے لئے اپنے راحت و آرام کو قربان کیا۔ اُسے  
بلند کیا۔ اس کی عزت کو اپنی عزت پہ مقدم جانا۔ جو چیز  
اس کے لئے چاہیے تھی، اکی۔ اسے راضی رکھنے کے لئے



ہر کوشش کی، جس بھی چیز کی اسے ضرورت ہوئی، پہنچائی،  
کسی بھی معاملے میں اسے اس کی ضرورت سے محروم نہ رکھا،  
اس کے ہر حکم کی تعمیل کی، جو بھی کہا۔ مانا۔ جہاں بھی گیا

### ہر معاملہ

میں اس کے حکم کا محکوم رہا۔ اپنی کسی مرضی کو اس کی مرضی  
کے خلاف نہ کیا۔ اس کی کسی رائے کی تردید نہ کی، اس کے  
حضور میں نیستی کا لبادہ ادرھ کر حاضر ہوا۔ اُس نے جیسے  
بھی چاہا۔ اُسے استعمال کیا۔ کبھی منکر نہ ہوا۔ نہ ہی کسی  
بھی سوال کا نفی میں جواب دیا۔ جو کہا۔ جب کہا۔ دیے  
ہی اسی وقت مانا۔ اسے کبھی ملول ہونے نہ دیا۔ ہر وقت  
خوش رکھا۔ اگرچہ

### اہل خدمت

ہی خدمت کے صحیح مفہوم کو سمجھ سکتے ہیں۔ پھر بھی یہ

### چند تشریحات

خدمت کی وضاحت کرتی ہیں!

### دینے کے خدمت

دین کو زندہ کرنا ہے، یعنی اسے تروتازگی پہنچانا ہے۔  
دین کا حساب رکھنا ہی دین کو زندہ کرنا ہے۔ پہلے اپنی



جان پہ ناسد کرنا — اور پھر ساری دنیا میں دین جاری کرنے  
کی کوشش میں ہمہ تن و من محو و منہمک رہنا ہی دین کی اصل  
خدمت ہے، — جو دین کے کرے — جس سے باز رہنے  
کا حکم دے، باز رہے — دین کے کسی معاملے میں اپنی رائے  
کو کبھی دخل انداز نہ ہونے نہ دے — دین کو اپنی رائے کے  
مطابق بدلنے کے بجائے اپنی رائے کو دین کے مطابق بدلے،

## دین متین اکمل ہے !

اس کا کوئی بھی معاملہ قابلِ تردید نہیں،

دینے اللہ کا ہے !

کوئی بھی مخلوق اللہ کے دین کو تبدیل کرنے کا کیونکر حق رکھ  
سکتی ہے۔ دینے فطرت کے عین مطابق ہے !

## دینے کی نشر و اشاعت

دین کی ایک خدمت ہے

یعنی جو دین کسی کو آتا ہے، اُسے وہ قلم سے لکھ کر دوسروں  
تک پہنچائے،

تقریب دین کی ایک خدمت ہے

دین کی جو بات کسی کو آتی ہو، زبان سے لوگوں کو سمجھائے،



دینے کے کسی باتے عا

## عکلی نمونہ

دے کر دین کا مظاہرہ ان دونوں سے

## افضل

ہے۔ اور دین کی سب سے بڑی خدمت دین کا خدا کی قاصد بن کر ملک ملک پھرنا، اور اسے لوگوں تک پہنچانا — اپنے آرام و آسائش کی پرواہ نہ کرتے ہوئے (اللہ کا برکت والا نام لے کر) اللہ ہی کے توکل پہ (اللہ کے ملک میں گشت کرنے کو اپنی منزل مقصود ٹھہرانا ہے)۔

## مسافروں کی طرح

ایک منزل پہ اترنا — اور دین کے پورے اثرات لوگوں کے دلوں میں چھوڑ کر کوچ کر جانا ہے — مسافر بھی کبھی کسی سے بحث و مباحثہ کیا کرتے ہیں؟ — ایک منزل پہ اترے — اللہ کا حکم بندوں کو سنایا، اور کوچ کر گئے۔ مسافر کی کسی سے نہ کوئی دوستی ہوتی ہے، نہ دشمنی — (اللہ کے بھیجے ہوئے آئے) — اور اللہ کا پیغام سنا کر چل دیئے،

## صحابہ کرامؓ

کی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف تھیں۔ اس



سلسلے میں ان کی پوری زندگیاں ہمارے لئے مکمل اور  
بے نظیر نمونہ

کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دینِ اسلام کی خاطر انہوں نے مالِ جان و  
ترکِ وطن۔ غرضیکہ کوئی قربانی دینے سے گریز نہ کیا!  
اسی نسبت اور خدمت سے وہ

## عظمت کے میثار

بن کر چکے۔ ان کا کردار قیامت تک دینِ اسلام کے خاندانوں  
کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے، انہوں نے (اللہ کے  
ملک میں) اللہ کے توکل پر (اللہ کا پیغام گھوم پھیر کر پہنچایا  
اور جہاں گئے۔ اسلام کے سکے جما دیئے، اُن کے  
نفوسِ شہید پائے

سے ہٹ کر جو کوئی خدمتِ اسلام کا دعوئے کرتا ہے۔ اس کا  
دعوئے خود اپنی تکذیب آپ کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ ساتھ اپنے صحابہ کی سنت  
پر بھی مہرِ تصدیق ثبت فرمائی۔ اس کی پیروی کا بھی حکم  
فرمایا۔ صحابہ کرامؓ کے بعد دین کی تبلیغ کا پورا ذمہ

## صوفیائے عظام



کو مطالبہ ہوا۔ جسے انہوں نے کما حقہ ادا فرمایا۔ اور

### دینے کا پیغام

عملی نمونہ دے کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ ہم  
خدمتِ اسلام کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن  
عملی طور پر ہماری خدمتِ اسلام میں صحابہ کرامؓ اور صوفیائے  
مقام کے کردار کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں ملتی،

### اگر ہم

اپنے عزم اور دعوے میں خلوص رکھتے ہیں، تو ہمیں عظمت  
کے ان میناروں کی روشن کردہ شاہراہوں پر چل کر۔ اپنی  
خامیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہیے۔ تاکہ ان کی راہنمائی  
میں کام کر سکیں ہم آئندہ کے لئے نمونہ بن سکیں۔ اور آئندہ  
دقتوں میں خدمتِ اسلام کرنے والے ہماری پیروی کر کے  
ہمارے لئے دعائے خیر کریں۔ تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو کہ ہماری  
کوتاہیوں سے درگزر فرمائے

وما علینا الا البلاغ





حضور اقدس و اکمل جناب رسول اکرم و اجل

اطیب و اظہر مولائے کریم رؤف الرحیم

روحی و فدائی اللہ علیہ وسلم

کے

شان اقدس میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو سب ناموں کے

معنی کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ذات کی شان

کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔



اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو

ایسی ایسی رمزوں میں بیان کیا ہوا ہے کہ

خالق کے بغیر کوئی بھی مخلوق اس سے

باخبر نہیں۔ مثلاً

طه يس حم طس

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ  
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ آمِينَ

امروز سعید : جمعۃ المبارک ۱۴ ذیقعدۃ النجیب ۱۳۸۹ ہجری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دارالاحسان

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّتِهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَتُوبُ إِلَيْكَ



نگاہ

پرائس محمد بکر کشٹ علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف لصحافت المقبول لمصطفین دارالاحسان فیصل آباد پاکستان



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ  
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ  
أَمَّا بَعْدُ

### اللہ کا ایک بندہ

کسی اللہ کے بندے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رخصت ہوتے  
وقت اس نے اپنے لئے کوئی وظیفہ پوچھا۔ اس نے بتایا۔  
کہ سورہ اخلاص پڑھا کریں۔ تھوڑی دور جا کر وہ واپس آیا۔  
اور پوچھنے لگا۔ کہ مجھے سورہ اخلاص پڑھتے وقت کہیں ڈر  
تو نہیں لگے گا؟۔ آپ مجھے کچھ اور بتادیں!۔ اسے پھر

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ

پڑھنے کو بتایا۔ اس نے اپنے سوال کو دہرایا۔ کہ کہیں  
مجھے ڈر تو نہ لگے گا؟

بندے نے پوچھا۔ کہ ابھی تک آپ کا ڈر نہیں اُترا؟۔ اگر  
آپ نے کسی بندے کی غلامی کی ہوتی، تو آپ کو کبھی ڈر نہ لگتا

اللہ تعالیٰ کا شرب

حاصل کرنے کے لئے کسی اللہ کے بندے کو اپنا رہنما تسلیم کرنا ضروری  
ہے، اس کی رہنمائی میں اللہ رب العالمین پر کامل بھروسہ کر کے اپنی



منزل مقصود کی طرف بے خوف و خطر گامزن رہے

یہ حق ہے۔ کہ

حقیقی ہادی اللہ رب العالمین ہے۔  
 اللہ کے بتائے ہوئے و تانوں کے مطابق  
 اللہ کا ہدایت یافتہ بندہ ہی بندوں  
 کی راہنمائی کر سکتا ہے

بندے کی اصلاح

محض مطالعے سے نہیں ہو سکتی

جب تک کوئی کسی کی

ننگا

سے فیض یاب نہیں ہوتا

اُس کی اصلاح نہیں ہوتی !

\*

علم ایک نوریہ

علم سے انسان اچھے بُرے، نیک و بد  
 جائز و ناجائز، حرام و حلال اور  
 پاک و ناپاک میں تمیز کرتا ہے۔  
 علم انسان کو تاریکی سے روشنی میں



اور گمراہی سے ہدایت کی طرف  
آنے کا سبب بتائیے

## ہر علم کا ایک سرچشمہ ہوتا ہے

علم سے فیضیاب ہونے والا بلا واسطہ یا بالواسطہ اس سرچشمے سے تعلق  
ہوتا ہے، اور جیسی نسبت اور تعلق ہو، اتنا ہی فیض پاتا ہے، منبع سے  
جتنا گہرا تعلق ہو، اتنا ہی فیض زیادہ نصیب ہوتا ہے۔

لیکن

کتابیں، تحریریں اور تقریریں  
محض الفاظ تک راہنمائی کر سکتی ہیں  
متزل نہاہکیں۔ متزل رسالہ نہیں

## متزل

تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے، کہ کسی واقعہ اسرار و رموز  
سے راہنمائی حاصل کی جائے، ظاہری علم دانائی اور حکمت  
کی باتیں ذہن اور دماغ تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن اطمینانِ قلب  
کے لئے یہ کافی نہیں۔ چونکہ قلب کا تعلق دماغ سے  
بہت گہرا ہے، اس لئے دماغ علم کے غیر محدود و غیرے سے  
روشنی حاصل کرنے کے باوجود تشنگی محسوس کرتا ہے۔



## یہ تشنگی

دماغ کی نہیں، قلب کی ہوتی ہے

## قلب

علم باطنی کا مقام ہے — جب تک قلب کی پیاس نہ بجھے  
اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا

### علم باطنی

کتابوں اور تقریروں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اکتسابی علم  
کی روشنی دماغ تک ہی پہنچ سکتی ہے۔ جس طرح دماغ کو نورِ علم سے منور  
کرنے کے لئے اسی قسم کے کسی سرچشمے کی تلاش کی جاتی ہے، کسی استاد  
سے تقریر یا تحریر کے ذریعے دماغ کو علم کی دولت ملتی ہے، بعینہ  
دل کو منور کرنے کے لئے کسی منور دل کے ساتھ متعلق ہونا ضروری ہے  
عین ممکن ہے — کہ ظاہری علم رکھنے والا دماغ اس حقیقت سے  
انکار کرے — اور باوجود علمی پیاس ہونے کے اپنے آپ کو مکمل  
سیراب اور مطمئن ظاہر کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن — اگر خلوص  
کے ساتھ غور کیا جائے — تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ  
دل جب تک کسی منبعِ نور و فیض سے فیضیاب نہ ہو۔ اطمینان حاصل  
کرنا ممکن نہیں — اس تشنگی اور پیاس کو فیضیافتہ قلب ہی کجا  
سکتا ہے — اور — اس کے لئے کسی کتاب یا تقریر کی ضرورت نہیں۔



اک نگاہِ کرم (توجہ) آن کی آن میں قلبِ تاریک پر  
 علم و عرفان کی نورانی بجلیاں بن کر اس کو منور کر دیتی ہے  
 بہت کم لوگ دنیاوی مفرد فیتوں اور عیش و عشرت سے توجہ  
 ہٹا کر دلِ بیسنا کی طلب میں منبعِ فیوض و انوار کی تلاش  
 کیا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے — اس راہ کے راہی بہت کم  
 ہیں۔ اور نا آشنا اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں

### لیکنے

نور سے منور ہونے کے لئے منبعِ نور سے دُوری کو ختم کر کے  
 قرب میں آنا پڑتا ہے۔ اپنے اور منبع کے درمیان جو پردے  
 حائل ہوں۔ ان کو درمیان سے ہٹانا پڑتا ہے۔

### اکتسابِ نور

کے لئے ہر سعی کرنے کے باوجود اگر امید بربہ نہ آئے، اور تسکین نہ ہو۔  
 تو بھی اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں، کہ اس علم کا سرے سے انکار کر دیا جائے۔

### علم ظاہری و باطنی

کا اصل سرچشمہ خود ذاتِ باری تعالیٰ ہے

### اللہ کے بعد

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معلّم اعظم ہیں،

حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور



## لا محمد ود صوفیائے عظام

اسی منبع علم و سرفاز سے بالواسطہ فیضیاب ہوئے  
اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

## جب تک

کوئی دل اس سلسلہ سے منسلک اور متعلق نہیں ہوتا۔ انوار حقیقی سے  
محروم رہتا ہے۔ اور یہ محرومی ہی انکار کا باعث ہے

## علم باطنی کے لئے

نگاہ (توجہ) ذریعہ تعلیم ہے۔ مومن کامل کی نگاہ میں بڑی تاثیر  
ہوتی ہے، نگاہ کا فیصلہ قطعی اور حتمی ہوتا ہے۔ دل کی ساری  
دنیا مکمل طور پر نگاہ (توجہ) کی ہی پروردہ ہے۔ نگاہِ کرم  
جس پہ جیسی پڑتی ہے، اسی قسم کا پورا اثر رکھتی ہے۔ حال  
بدل دیتی ہے۔ کیف و سرور سے آشنا کہ دیتی ہے۔

## قلب کی اصلاح

نگاہ (توجہ) ہی سے ہو سکتی ہے۔ آپ اس حدیث کو غور سے پڑھیں:  
”حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ سانپوں کو مار ڈالو، اور  
خصوصاً اس سانپ کو، جس کی پشت پر دو دھاریاں ہوں اور  
سیاہ رنگ کا ہو۔ اور اس سانپ کو بھی۔ جس کا نام ”ابتر“  
ہے (یعنی وہ سانپ۔ جس کی دم چھوٹی ہو) اس لئے۔ کہ یہ



دونوں بینائی کو زائل کر دیتے ہیں (یعنی ان کے دیکھتے ہی آدمی اندھا ہو جاتا ہے) اور حمل کو گرا دیتے ہیں (یعنی حاملہ عورت اس کو دیکھے، تو اس کا حمل گر جاتا ہے)

(بخاری و مسلم / عن ابن مسعود)

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ ۱۲۶ شمارہ ۳۹۱۶)

اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ کہ ایک موزی کی نگاہ میں یہ تاثیر ہے۔ کہ نظر سے نظر ملا کر بینائی کھینچ لیتا ہے۔ اور نگاہ ہی سے عورتوں کے حمل گر ا دیتا ہے۔ تو ایسی تاثیر رکھنے والی نظر بھی ضرور ہونا چاہیے۔ جو چھنی ہوئی بینائی لوٹا دے

اس حدیث کا اصل مدعا یہ ہے۔ کہ

نگاہ میں بڑی تاثیر ہوتی ہے

نقشہ

کی ساری دنیا نگاہ ہی کی محتاج ہے۔ نگاہوں کا مارا کبھی نہ بچا اور نگاہوں کا تارا کبھی نہ مرا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے —

ہیپناٹزم کا سارا کھیل نگاہوں ہی کا کرشمہ ہے۔!

موسم سرما

کے شروع میں کوئٹہ ایشیا کے پہاڑوں کے غاروں میں انڈے دے کر پاکستان میں تشریف لے آتی ہیں۔ لیکن ان کی نگاہ (توجہ) اپنے اپنے انڈوں پہ رہتی ہے ان کی توجہ اپنے پہاڑوں کے غاروں میں



انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ جس انڈے سے کوچ کی طرح اٹھ جاتی ہے۔ سڑ جاتا ہے۔ پھر اس میں کبھی بچہ نہیں بنتا۔

### کونجیں

جب لوٹ کر وطن جاتی ہیں، تو غاروں میں ان کے بچے ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے انڈوں سے نکلے ہوئے بچوں کو پہچان لیتی ہیں۔ کہ وہ انہی کے بچے ہیں۔

یہ تو ایک کونج کا قصہ ہے

فقر کی ساری داستان نظروں ہی کی داستان ہے  
آپ اس پر غور کیوں نہیں فرماتے۔ کہ

### جب

ایک موزی حبانور کی نظروں میں یہ تاثیر ہے۔ کہ ایک  
اشرف المخلوقات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آنکھوں کی  
بینائی ترائل کر دیتا ہے۔ تو ایسی نظروں کا دنیا میں ہونا بھی  
ضروری ہے۔ جو۔ چھنی ہوئی بینائی کو واپس لوٹا دے،

### ایک سانپ

کی نظروں کی یہ تاثیر تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آنکھوں کی بینائی  
سلب کر لیتا ہے۔ تو کیا اللہ کے مقبول بندوں کی  
نظروں میں یہ تاثیر نہیں ہے۔ کہ ہم کسی اللہ کے مقبول بندے سے کہیں  
”کردمہر کی نگاہ۔ کھو کر م کی گلی!“



## نہ معلوم

بندے بندوں کے پاس کیا لینے جایا کرتے ہیں؟ بندے  
گناہگار کے پاس ایسے بے شمار آئے۔ جنہوں نے یہ شکایت  
کی۔ کہ وہ فلاں بندے کے پاس اتنی مدت حاضر ہوتے رہے  
لیکن ان کی دہاں سے مراد پوری نہیں ہوئی۔ "بندہ ان سے مرث

## ایک ہی سوال

کیا کرتا ہے!۔ کہ آپ دہاں کیا لینے جایا کرتے تھے؟ جو  
آپ کو نہیں ملا۔ میرے اس سوال کا کسی نے بھی کوئی تسلی  
بخش جواب کبھی نہیں دیا۔ عموماً لوگ یہ کہتے ہیں۔  
"کہ یہ ہمیں خود بھی معلوم نہیں، کہ ہم دہاں کیا لینے اور۔  
کیوں جایا کرتے تھے۔"

## ہر جگہ سے

حاصل کرنے والی ایک ہی چیز ہے

اور وہ ہدایت ہے

جسے ہدایت ملی۔ گویا ہر شے ملی

## ہدایت

ہی کے لئے (اللہ) نے رسول بھیجے۔ دنیا کو پیدا فرما کر  
دین کی راہنمائی کے لئے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ اور  
ہر رسول علیہ السلام نے ہر سوال کے جواب میں یہی کہا۔ کہ



اُن (کہ امانتی) باتوں کا علم — جو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں  
میرے اللہ ہی کے پاس ہے۔ میں تو آپ کو

## صراطِ مستقیم کی ہدایت دینے والا ہوں!

ہدایت کے سوا کسی اور امر پہ مجھے کوئی قدرت نہیں!

### ہدایت کا طالب

جس کے پاس ہدایت کی طلب کے لئے جاتا ہے، فیضیاب  
ہوتا ہے۔ — یہ کبھی ہو سکتا ہے! کہ کوئی اللہ کا طالب کسی  
اللہ کے طالب کی بارگاہ سے خالی ہوئے؟ — ہرگز نہیں!  
جو کسی کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا — دل کر بھی نہیں ہوتا  
جو کسی کا جمال کے سیر نہیں ہوتا — باتوں سے بھی نہیں ہوتا  
جو دل دل سے مل کر مطمئن نہیں ہوتا — وظیفہ پڑھ کر بھی نہیں ہوتا!

### دُور دراز

سے سفر کر کے آنے والے یہی سوال کرتے ہیں۔ کہ:

میرا لڑکا امتحان میں پاس ہو! اعلیٰ نمبروں میں ہو!

— میں امتحان میں پاس ہو جاؤں! مجھے وظیفہ ملے!

— مجھے فلاں درس گاہ میں داخلہ ملے!

— میری ترقی ہو!

— میری جینس، بکری، گائے، گھوڑی، اونٹ بیمار



ہے، اُسے صحت ہو!

— بھینس کل سے دودھ نہیں دے رہی، فوراً دودھ دے!

— میرا گھوڑا اچھی طرح ٹانگے میں نہیں چلتا — چلے!

— میری شادی کو کئی برس گزر چکے ہیں، کوئی اولاد نہیں، بچہ پیدا ہو!

— میرے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہیں! — اب نہ مریں!

— مجھے اٹھرا کی مرض ہے اس سے صحت ہو!

— میرے زینہ اولاد نہیں، اللہ مجھے زینہ اولاد عنایت فرمائے!

— میری بھینس گھوڑی، گائے چوری ہو گئی، چور کا پتہ ملے، اسے سزا دے!

مال بھی ملے:

— میرے گھر میں نقب زنی ہوئی، میرا لوٹا ہوا مال واپس ہو!

— میرا لڑکا، بھائی، بہنوئی قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہیں، اللہ انہیں بری کر دے!

— میرے مکان کے مقدمہ کی تاریخ ہے، میرے حق میں فیصلہ ہو،

— کسی صاحب کے نام کوئی رقعہ لکھ دیں — کہ وہ مقدمے کا فیصلہ

ان کے حق میں کرے!

— میری کہیں بدلی ہو رہی ہے — فوراً رک جائے!

— میرے سر قرضہ چڑھا ہوا ہے، فوراً اتر جائے!

— میرے کاروبار میں برکت نہیں — اس میں برکت ہو!

— ہمارے گھر میں ایک دوسرے کا اتفاق نہیں!

— میرے سسرال میری بیوی کو نہیں چاہتے!



— میرے فلاں رشتہ دار نے مجھے رشتہ دینے کا وعدہ کیا تھا، اب نہیں دیتا!

— ملک سے باہر جانے کیلئے پاسپورٹ بنا رہا ہوں، جلدی بنے!

— اس سال تجارت میں کافی نفع ہو!

— میری ماں، بہن، بیوی، لڑکا، لڑکی بیمار ہیں، انہیں صحت ہو!

— مجھے کہیں نوکری ملے!

— کسی صاحب کے نام میری نوکری کیلئے سفارش لکھ دیں۔ جگہ نہ ہو،

مجھے ضرور رکھ لیں!

— میرا ٹریکٹر اچھی طرح نہیں چلتا۔ مشینری میں کوئی نہ کوئی نقص پڑ گیا ہے

— میرے لڑکے لڑکی کا کسی اچھی جگہ رشتہ ہو جائے!

— میں کوئی جنس خرید رہا ہوں، اس میں نفع ہو۔!

— نہر میں پانی کا ایک نیا موگا لگوا دیں!

— عسکر میں ترقی ہونے والی ہے۔ مجھے ترقی ملے!

— ہمارے گھر سے بیماری نہیں نکلتی، کوئی نہ کوئی فرد ہمیشہ بیمار رہتا ہے!

— میرے خاوند مجھ سے ناخوش رہتے ہیں۔ دوسری شادی نہ کریں!

— مجھے فلاں مرض سے شفا ہو۔!

— بچہ اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتا!

— بچہ مٹی کھاتا ہے!

— بچہ کو سوکھے کی مرض ہے، دن بدن کمزور ہوتا جا رہا ہے!

— رات کو ڈراؤنے خواب آتے ہیں marfa



— میرا مکان کرایہ پر چڑھے !  
 — کرایہ دار میرا مکان خالی نہیں کرتا !  
 — میری اولاد میری ناسرمان ہے !

یہ سب باتیں مستور ہیں

آپ کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے لوح پر لکھی جا  
 چکی ہیں، جیسے جیسے کسی کی قسمت میں جو کچھ ہونا لکھا ہوتا ہے، ہو کر  
 رہتا ہے، کائنات کا یہ نظام ارادت ازلی کے ماتحت چل رہا ہے  
 بندے کا بندے کے پاس جانا

(اللہ)

کے لئے ہو !

کئی بار دھرایا جا چکا ہے  
 کہ بندہ (اللہ) کا طالب ہے، اللہ کے طالب کا بھی  
 طالب ہے — جو (اللہ) کا طالب نہیں — وہ میرا اور بندہ  
 اس کا کیونکر طالب ہو سکتا ہے ؟

حبور دین دار حاضر ہوتے ہیں — وہ یہ سوال کرتے ہیں :

— مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو !

— میرا قلب جاری ہو ! (قلب تو جاری ہے ہی ! اور کیسے ہو !)



— میری باطن کی آنکھیں کھل جائیں !

— میرا دل روشن ہو !

— مجھے کشف عطا ہو !

— علم لدنی نصیب ہو !

— میرا فیض کھلے !

— میرا حصہ کہاں ہے ؟ تاکہ دہاں سے جا کر لوں !

— میرا تصور یکے

— فنا فی الشیخ ، فنا فی الرسول ، فنا فی اللہ کی منازل ایک نظر

میں ملے ہوں !

— جو میں کہوں — اسی طرح ہو — اور

— جو چاہوں — ہو !

اسے قسم کے خیالات

لے کر بندے بندہ کے پاس تشریف لاتے ہیں — اور

ان میں سے کوئی ایک بات بھی ضروری نہیں !

اسے حالے میدے

کسی کی بھی — اور کسی پہ بھی کیا نظر ہو ؟

بندے کے پاس اصلاح نفس کے لئے حاضر ہوں — اگر

پھر بھی اصلاح نہ ہو — پھر جو چاہوں کہو !



## اس کی مثال یوں ہے:-

جیسے کہ کوئی کپڑے کی دوکان سے لوہے کا حشریدار ہو!

### ہر شہر

میں ہر قسم کا سودا پکا کرتا ہے۔ لیکن ہر شہر ایک خاص سودے کے لئے مخصوص ہوتا ہے! ہمارے اس شہر کا مخصوص سودا ذکر الہی ہے۔ جوشے یہاں موجود ہے۔ اس کا کبھی بھی کسی نے سوال نہیں کیا۔ مثلاً

\* کہ۔ ہمیں کوئی ایسا عمل بتایا جائے، جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اللہ تبارک تعالیٰ کے مقرب بارگاہ بن سکیں:

\* ہمارا نامہ اعمال بدکرداریوں سے پاک اور صاف ہو جائے!

\* ہمیں اللہ تبارک تعالیٰ کا عرفان نصیب ہو۔ اور ہدایت و رشد

کا وہ راستہ جس کی حدیں صراطِ مستقیم سے ملتی ہوں، ہمیں نصیب ہو!

\* ہمیں اللہ کا خوف عطا ہو!

\* ہماری سنگدلی رقیق القلبی میں تبدیل ہو جائے:-

\* ہماری بے باک اور گستاخانگاہیں (لہجہ) کے خوں سے مرعوب

ہو کر حق پسند اور حق بین بن جائیں!

\* ہمارے قدم اللہ کی راہ میں اٹھیں۔ اور ان قدموں کو۔ جو

اللہ کے ملک میں (لہجہ) کے لئے اٹھیں۔ انہیں پورا پورا ثبات و



ایقان نصیب ہو، اور کوئی بھی دشواری انہیں متزلزل نہ کر سکے !  
 \* ہمیں ایسا وجدان عطا ہو۔ کہ جس کا خمار دائمی ہو۔ اور دنیا کی  
 کوئی بھی لذت ہمارے وجدان کو کسی وقت بھی اتار نہ سکے۔

\* ہمیں ایسا سوز عطا ہو۔ کہ اس کی تپش عارضی لذائذ کے خس و  
 خاشاک کو یکسر خاکستر بنا کر رکھ دے !

\* ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نور۔ وہ  
 سرور۔ وہ کیف۔ وہ درد۔ وہ داغ۔ وہ سوز و گداز عطا  
 ہو۔ کہ ساکنانِ ملائکے اعلیٰ یعنی قدسی مخلوق حیرت و استعجاب  
 کے بحرِ ناپیدا کنار میں ڈبکیاں لینے پر مجبور ہو جائے۔ اور۔  
 وہ ہمارے محبت و ایثار۔ کردار اور اطوار کو دیکھ کر حیران و  
 ششدر رہ جائیں۔ جیسا کہ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ۔  
 فرشتے فرطِ حیرت سے کلیجہ بھتا م لیتے ہیں  
 سیناں کی نوک پر عاشق ترا جب نام لیتے ہیں !

### کاش

بندے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بھیک  
 مانگتے۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ

ساری دنیا کی ساری نعمتیں۔ اللہ کے حبیب۔ حضرت محمد  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نعمت کے مقابلہ میں  
 کلینتاً حقیر اور نہایت ہی کم قیمت ہیں۔ جے (اللہ) اور



(اللہ کے حبیب کی محبت عطا ہوئی۔ گویا اُسے  
 سب کچھ عطا ہوا۔ جو اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہا  
 اگرچہ اس کے پاس دینے کے لئے سرفیلک محلات۔ اور لذتِ کام و  
 دین کے لئے اعلیٰ قسم کے لذیذ ثمرات تھیں۔ اور مدنگاہ تک پہنچنے  
 ہوئے وسیع و عریض باغات کے علاوہ نقرئی اور طلائع سکون کے  
 انبار اور ان کی جھنکار کے ناپائیدار نیز۔ نہایت ہی کم وقت کے  
 لئے دل خوش کن نعمات پر وہ بلا شرکتِ غیرے دعویدار کیوں نہ ہو۔ مگر  
 اس سے بڑھ کر کوئی کنگال۔ تہی دست اور مفلس نہیں،

کیونکہ

انسان کی سیرانی اور کامیابی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبت صادقہ

پر موقوف ہے۔ قابلِ مبارکباد ہیں وہ لوگ جو  
 اللہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے  
 سرفراز ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ بندے

اللہ کی طلب میں نکلتے

ہر ایسا وہ قدم

جو طالبِ حق کا جستجوئے حق میں اٹھتا ہے، اس کی گردِ عرشوں  
 کے لئے سرمہٴ عقیدت بن جایا کرتی ہے۔ نیز سینہٴ زمین پر



اس کا نقش دائمی آب و تاب کا روپ دھار لیتا ہے۔ قدرت اس کو وہ ثبات عطا کرتی ہے، کہ گردشِ ایام کا غبار اس کی تابانی — اور صداقتِ آفریں درخشان کو دھندلا نہیں سکتا — کیسا قابلِ فخر ہے

### وہ نظامِ فکر

جو قبر کے گڑھے کی ہولناک اور اذیت کو ش تاریکی کو سراپا نورانیت بنانے کے لئے شب بیداریاں کرتا ہے۔ ہر بندہ

### عارضی قیام

کے لئے شب و روز کو شاں نظر آتا ہے۔ اس کے شب و روز دنیا میں عارضی زندگی کے کچھ دن گزارنے کے لئے وقف تو ہو گئے۔ مگر —

### قبر کا گڑھا

جو انسان کا دائمی گھر اور محل ہے، اس کی زیب و زینت کے لئے کبھی حرکت میں نہ آسکا — حالانکہ — دنیا سے جانا ہے اور پھر لوٹ کر کبھی نہیں آنا — قبر کا تنگ و تاریک گڑھا

### ہمارا دائمی اور آخری محل

ہے، کاش! اُس گڑھے کی آرائش و زیبائش کا فکری بندوں کو بندے کے پاس سے جاتا، ثوابت بن جاتی

### شام ہوتے ہی

حیوان جنگل سے دن بھر پھرنے پھرانے کے بعد اپنے اپنے مسکنوں کو



واپس لوٹ آتے ہیں!

آہ غافل انسان!

کہ تجھے اپنا گھریا دہنہیں۔ تیری زندگی کی شام ہونے کو ہے۔  
 بازارِ حیات میں اندھیرا بڑھ رہا ہے، دھڑا دھڑ دکانیں بند  
 ہو رہی ہیں۔ بے شمار اور بے حساب دکاندار اپنی دکانیں  
 بڑھا چکے ہیں۔ مگر تُو۔ جو سودا خریدنا تھا۔ خرید  
 نہ سکا۔ کامش! تیری آنکھ کھلتی۔ اور تو ان عارضی  
 ہنگاموں میں ایک سراپا صداقت اور مہینی برحقیقت آواز سن سکتا  
 کہ ہوش کرے خواب غفلت سے ذرا اور سوچ تو  
 گور منہ کھولے ہوئے تیرے لئے تیار ہے!

اے ابنِ آدم

تیری عظمت اسی میں ہے،

کہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کا مخلص اور محبوب  
 بندہ بن جائے۔ ورنہ زندگی نہیں۔ بلکہ  
 زندگی گزارنے کی توہین ہے،

حبوبِ بکندہ

اللہ کے کسی بندے کے پاس تلاش حق کے قواعد و ضوابط  
 اصول اور قوانین سمجھنے کے لئے جاتا ہے، اللہ کی قسم!



ہاتھوں ہاتھ یا حباتا ہے۔ اس کی راہیں ہموار ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس کی مترلین سمٹ کر خود اس کے قدم بوس ہو جا یا کرتی ہیں۔ قضاوت در خود اس کا خضر راہ ہوتا ہے۔ راستے کے صدمات اور تکلیفات اس کے

### راہوار شوق

کو تیز سے تیز تر بناتے ہیں۔ وہ طالبِ حق ان تمام صعوبات سے مردانہ وار گذر جاتا ہے، مشیت اس کی یار۔ قدرت اس کی غمخوار و غمگسار۔ گویا ایک خاص کیفیت و سرور لئے اپنی منزلوں کو سر کرتا ہوا

### فنا فی الذات

ہو جاتا ہے۔ اور ہر فنکر سے بے فنکر ہو کر ایک ابدی حقیقت بن جایا کرتا ہے۔

درویش لاہوری حضرت اقبالؒ کہتے ہیں ۵

کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی  
آوارگی فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی!

### مگر بندے

دنیاوی تگ و دو میں محو منہک ہیں۔ جو تگ و دو

عاقبت کے لئے موجب خیر و برکت ہے اس کے لئے یہ سستی

یہ کامیابی۔ یہ بے اعتنائی۔ افسوس صد افسوس!



بندے کا بندے کے پاس

حبا نا اسی صورت میں باعثِ برکت اور ذریعہٴ نجات  
 ہو سکتا ہے، کہ وہ طالبِ حق بن کر آئے۔ اللہ  
 کے لئے تگ و دو کرو۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ تو کیا  
 فائدہ آنے حبانے کا۔ جس کپڑے نے رنگریز  
 کے رنگ کو قبول نہ کیا۔ اُس سے رنگ اور  
 رنگریز۔ دونوں کی قدر نہ ہوئی۔ اور  
 خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا!

پسے

بندہ بندے کے پاس اللہ کا طالب بن کر آئے  
 اس کے علاوہ اس کی کوئی دوسری قسمت نہ ہو۔ پھر دیکھیں،  
 کہ اس کو کیا کچھ عطا نہیں ہوتا!۔ اور وہ عطا۔  
 اس کے لئے یقیناً خیر و برکت کا بین ثبوت ہوگی!

مگر

لوگ آتے ہیں حوائجِ دنیا کے حصول کے لئے۔ کسی ایک  
 کا بھی مقصد خالصتہً اللہ نہیں ہوتا۔

اسی لئے

بندے اللہ کے بندے کے پاس جا کر حقیقتاً کامیاب و  
 کامران نہیں ہوتے!



انسان کی کامیابی اور فلاح جستجوئے حق  
میں ہے۔ علاوہ ازیں تمام باتیں مکاری اور  
عیاری پر دال ہیں۔ اور بسے !

اللہ تعالیٰ

جستجوئے حق کی خالص توفیق اپنے بندوں کو  
بحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
عطا فرمادیں۔ آمین ثم آمین !۔ جو طالب  
حق بنکر آتے ہیں۔ واللہ فیضانِ نظر سے  
فیضیاب ہوتے ہیں۔ جو کسی کے پاس اللہ  
کی طلب لیکر جاتے ہیں۔ پوری مراد پاتے  
ہیں۔ کبھی حالی نہیں آتے۔

— اللہ کے بندے اللہ کے طالب کے طالب ہیں  
— اللہ کے بندوں کی نظر کیمیائی اثر رکھتی ہے  
مرد حق کی نظر کیمیائی اثر۔ طالب حق کے لئے سونے پر سہاگے کا  
کام کرتی ہے۔ آنِ واحد میں زنگ آلود دل صیقل بن جایا کرتا  
ہے اسبہ کاریوں سے آئینہ قلب جو مکدر ہو چکا ہے۔ مرد خود آگاہ کی

ایک نگاہ

اُسے تاباں اور درخشاں بناتی ہے۔ کہ اس کی درخشانی اولہ



تا بانی آفتاب و مہتاب کے لئے باعثِ صدرِ شک و افتخار  
ہوا کرتی ہے، مگر — جہاں دل کا آئینہ گونا گوں دنیاوی  
تاریکیوں اور کوتاہیوں سے مہج ظلمت بن چکا ہو۔ اور پھر ایسی  
حالت میں — جب اُسے کسی اللہ کے بندے کی حاضری کا موقع  
ملے — تو وہ فرسودہ اور بیہودہ قصہ — یعنی

ہو میں دنیا — ہو میں اقتدار — ہو میں ذر و مال  
ہو میں عز و حیاہ — ایسے بیش قیمت اور  
صد غنیمت موقع پر بھی وہ دنیاوی چپکڑے باہر نہ نکل  
سکا۔ اور دامنِ حصولِ دنیا کی خاردار جھاڑیوں سے بچا نہ سکا۔  
تو پھر نگاہ کیا کرے

## نگاہ

اُسی صورت میں کارگر ہو گی — کہ  
دل میں جستجوئے حق کا جذبہ موجزن ہو — اور اس راہ میں  
اس کی طلب بالکل ہی مبنی بر صداقت ہو — سوائے

## تلاشِ حق

اس کی خواہش اور دوسری کوئی نشت نہ ہو۔ پھر دیکھیں۔

نگاہ کیا کام کر رہی ہے؟

مردِ خود آگاہ کی نگاہ

آج بھی اپنے اندر وہی صبح نمایاں لئے ہوئے ہے۔ اُس



میں آج بھی وہ برق پاشیاں موجود ہیں۔ اس کی شعلہ سامانیاں  
اب بھی بدستور قائم ہیں۔ مگر۔ کی ہے تو صرف

جو یائے راہِ حق کی !

چنانچہ حضرت اقبالؒ کہتے ہیں ۔

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے  
طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوہ ساتی !

پس

بندہ فیضانِ نظر سے تب ہی مستفیض و  
مستفید ہو سکتا ہے۔ کہ وہ تلاشِ حق کا خالص  
متلاشی ہو۔ اور اللہ کے بندے کے پاس  
سراپا خلوص و عقیدت بن کر حاضری دے  
کسی مردِ حق آگاہ کی نظر کی میاں سے فقرِ مذلت  
سے اٹھا کر حمد و شرفِ ثناء بنا دے گی۔ کیونکہ  
مُرشدِ رُومؒ فرماتے ہیں ۔

از نگاہِ عشق حصارِ عشق شود

مردِ حق آخر سرِ اپا حق شود

یعنی

سخت ترین پتھر نگاہِ عشق سے توڑا جاسکتا ہے

اور۔ بالآخر مردِ حق۔ سراپا حق بن جاتا ہے !



۱۷۶  
اللہ

جب کسی کے دل میں اپنی طلب پیدا کرتا ہے  
تو اُسے طلب کا طالب بنا کر اپنے کسی بندے کے  
پاس بھیجا کرتا ہے۔ آپ ہی اپنا طالب بناتا ہے  
اور آپ ہی اپنے طالب کو اپنے بندے کے  
حضور میں حاضر ہونے کی توفیق بخشا کرتا ہے۔  
اور خود ہی اُسے اس کی مراد دیا کرتا ہے :

اللہ

کے بندے کے پاس حاضر ہونے والا اللہ کا طالب ہرگز

خالی نہیں لوٹتا

اُسے دین و دنیا کی ہر نعمت سے سرفراز کیا جاتا  
ہے، اُسے کسی کا محتاج نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ دیگر مخلوق بہت  
سے امور میں اس کی محتاج ہو ا کرتی ہے۔ گویا —

اللہ کے طالب کی مثال



ایسی ہے، جیسے کہ ایک مہمان کسی میزبان کے ہاں جاتا ہے، تو میزبان کی غیرت ہرگز گوارا نہیں کرتی۔ کہ اس کا مہمان اٹھ کر کسی اور کے دسترخوان پر جائے۔ اور نہ ہی مہمان کو یہ زیب دیتا ہے، کہ کسی غیر کے خوانِ بغیا سے آس لگائے

### جب

دنیاوی مہمان اور میزبان کا یہ عالم یہ ہے  
توجہ جائیکہ۔ اللہ کا طالب۔ جو کہ  
بمنزلہ مہمان کے ہے۔ اللہ اُسے اپنی تمام تر  
نعمتوں سے نہ نوازے!۔

اللہ تو اپنے طالب کو یہاں تک نوازتے ہیں۔ کہ وہ  
ماسوا اللہ سے کلینتہ بے نیاز ہو جاتا ہے، اور ہر  
منکر سے بے فکر ہو کر اپنے سمندرِ شوق کو طلب و  
تلاش کی راہوں پر سرپٹ دوڑاتا ہوا اپنے ہمعصروں  
سے کہیں دور نکل جاتا ہے۔

اقبالؔ نے ایسے ہی اللہ کے طالب کے متعلق  
کہا ہے

ہر کہ در اقلیمِ لا آباد شد

فارغ از بندِ زن و اولاد شد



می کُشد از ماسوا قطعِ منظر  
می نهد سا طور بر خلقِ پسر

## اللہ کا طالب

اللہ کے طالب سے کبھی مایوس دنیا کام نہ لوٹا۔ جس کسی  
طالب نے بھی پایا۔ (اللہ ہی کے طالب سے پایا۔  
جس نے (اللہ کی طلب کی دولت نہ پائی۔ گویا اس نے  
کچھ بھی نہ پایا۔ (اللہ کے طالب کا۔ (اللہ کی طلب  
میں مرنا۔ حیاتِ سرمدی اور بقائے دائمی  
پانا ہے۔ (اللہ کے طالب کو محبوب کی تلاش میں مرنے  
سے وہ حظ نصیب ہوتا ہے۔ کہ وہ بار بار یہی چاہتا ہے،  
کہ ہر بار زندگی پاؤں۔ اور۔ ہر بار ہی اُسے اللہ کے لئے قربان  
کرتا رہوں۔ اللہ کے طالب کی اس شاندار موت پر لکھو کھیا زندگیاں  
قربان، چنانچہ ایک اللہ کا طالب موت سے ہمکنار ہونے کے بعد  
بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

تجھے کیا بتاؤں میں ہمیشہ مجھے موت میں جو مژہ مسلا  
نہ ملا سچا و خضر کو وہ حیاتِ عمر دراز میں!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



# نعت سرورِ کائنات

نیما جانبِ بطحا گذر کن  
ز احوالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم را خبر کن

بحالِ مبتلائے غم نظر کن  
دوائے دردِ دل اے جاہِ گریں

توئی سلطانِ عالم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
ز روئے لطفِ سوائے من نظر کن

بمیراں جانِ مشتاقم درآنی  
فدائے روضہِ خیر البشر کن



مَشْرِف گر چه شد جَامِی ز لُطْفِش

خدا یا! این کرم بارِ دگر کن!

جَامِی



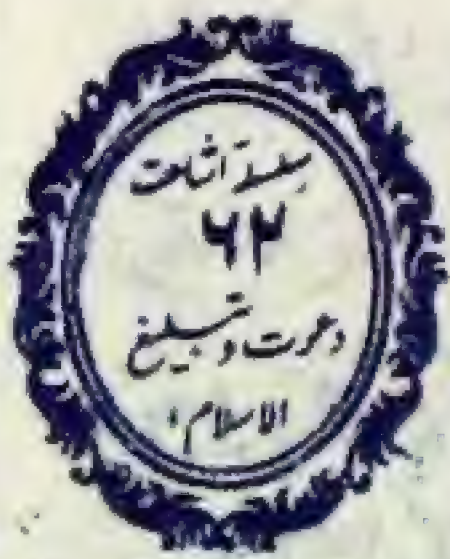
چهارشنبه ۲۶ روی قعدة الغیب ۱۳۸۹ هجری المقدّس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

بِالْحَيِّ بِالْقَيُّومِ

دارالاحسان



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّتِهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ  
وَأَتُوبُ إِلَيْكَ



قلب

از نیر محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام الثانی لاصحاف المقبول لمصطفین دارالاحسان فیصل آباد  
پاکستان

marta.com



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيمُ الْكَرِيمُ الرَّحِيمُ - سُبْحَانَ  
رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ - مِنْ فُتُوحِ عِبَادِهِ رَبِّ  
الْعَالَمِينَ !



### کوئی بھی انسان

اپنے آپ کی پہچان — بغیر علمِ توحید کے نہیں کر  
سکتا۔ توحید کی پرستش کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ

### ظِلِّ مَعْکُوسِ

دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے حضرت آدمؑ کو جس وقت اللہ تعالیٰ  
نے خود اپنے ہاتھوں سے خلق کیا تھا، تو اس کے سینہ کی بائیں پسلی  
و ان جبکہ پر اپنے نور کا عکس سے ڈال کر اس جبکہ کو اور  
زیادہ منور و روشن کیا تھا۔ جب آدمؑ کو عبادت کرنے کی  
بابت حکم دیا گیا، تو آدمؑ نے سب سے پہلے اپنے قلب کو بکار  
کر یہ کلمہ کہا تھا :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ  
اللَّهُ - سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ



اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ط

## حضرت آدم صلی اللہ

نے جب اس کلمہ کو اپنی زبان کے نطق سے ادا کیا۔ تو اس وقت  
ان کے دل سے یہ آواز خود بخود نکل کر ان کی سماعت کو سنائی  
دی — لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ  
الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ  
لَا يَمُوتُ أَبَدًا أَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ط

دین اسلام کا

کلمہ تمجید اور کلمہ توحید

بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے

اور

کلمہ طیب اور کلمہ شہادت

انسان کو اپنی پاکیزگی رکھنے کا سبق دیتا ہے، کوئی مسلم  
اپنا سبق اس متعلم پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ جس کے خیالات ہیں اس قسم  
کا خوف نہ ہو۔ کہ اگر اس نے اس سبق کو یاد نہ کیا۔ تو اس کا مسلم  
اُس سے خفا و ناراض ہو کر اس کو کسی قسم کی سزا دے گا۔ اب انسان  
اگر کلمہ طیب اور کلمہ شہادت کو اپنا معلم نہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی صحیح  
عبادت کرنا چاہے، تو وہ انسان نے اپنی عبادت کا صحیح مقصد



معلوم نہیں کر سکتا۔ انسان نے آدمؑ کو اپنی بشریت کا  
ویسا نسیان ظاہر کر کے **ظِلّ اللہی** دیکھنے کے لئے ہدایت  
کی تھی۔ جس نسیان سے انسان نے اپنے اللہ کی الوہیت  
کو اپنے سینہ سے خارج کر دیا تھا

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہی تو تھا۔ جو آدمؑ کے دل  
میں اپنے نور کی روشنی ڈال کر اس کی تصویر اس مقام پر  
نقش و کندہ کر دی تھی

اب اگر انسان

اپنے قلب کی روشنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ویسی

توحید افعالی

کو نہ دیکھ سکے۔ تو اس کے قلب کا شیشہ اپنی کدورت کی  
کشافت سے اس قدر کثیف اور مدھم نظر ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی  
خلقیات کے عناصر و لطائف کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ اگر  
کوئی انسان اپنی حقیقت کی اصلیت کو نہ سمجھ سکے۔ تو پھر وہ انسان  
اپنی بشریت سے کما حقہ واقف نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی مجددیت

نے انسان کو جب اپنے امر و حکم سے پیدا کیا ہے  
تو اس وقت انسان کے قلب نے اللہ تعالیٰ کی  
ذات حق کو اپنی لطافت سے دیکھا تھا۔ مگر جب



انسان نے اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنی ایسی حقیقت کی پہچان نہ کی — کہ اس کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے کس نور کی روشنی کو اس وقت داخل کیا تھا — جب اس کو اپنے امر و حکم سے خلق کیا تھا۔

### اللہ تعالیٰ کے نور کے حجابوں

میں جو سب سے زیادہ عظمت و جلال کا نور ہے، اس نور کی شعاع نے انسان کے سینہ کی دائیں پسلی کے اس مقام میں اپنا مسکن بنایا تھا — جو آدم کی بائیں پسلی میں اس کے قلب و دل کا مقام ہے

### انسان کی بشریت

کا نور اسی مقام میں محجوب ہوتا ہے۔ جس کو حنفی کے لطیف کا مقام کہا جاتا ہے، انسان کی بشریت نے جب اپنے نور کو اپنی حقیقت سے مستور و محجوب کر لیا، تو اس کو

### حنفی کا مقام

کہا جانے لگا — آدم نے اپنے قلب و دل کے مقام میں جب ایسی روشنی کی لطافت کو دیکھا — جس روشنی میں اس کو اللہ تعالیٰ کی ویسی حقیقت کی اصلیت اس وقت نظر آئی تھی، جس وقت اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات و وحدت نے خلق کر کے اپنی روح اس میں پھونکی تھی — اللہ تعالیٰ کی ذات و وحدت کو دیکھ کر آدم نے اپنی عبادت کرنی اس طرح شروع کر دی —



کہ وہ اپنی زبان سے — سُبْحَانَ اللَّهِ کہتا تھا۔ تو اس کا  
قلب اپنی آواز سے — هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کہتا تھا!

### مگر

آدمؑ کی عقل کو اس بات کی اس وقت سمجھ نہ آتی تھی، کہ غیب  
کے صیغہ میں وہ کس کو پکار کر یہ ایسا کلمہ کہہ رہا ہے۔  
آدمؑ کی عقل کو "میسر" اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ  
اس کے سینہ کے کسی خفیہ مقام میں مستور و محبوب ہوتی  
ہے۔ بعض لوگ اس کو سینہ کے وسط کے مقام کو کہتے  
ہیں۔ اور بعض لوگ اس کو سینہ کے زیریں حصہ محدہ  
کے منہ سے متصل قریبی مقام میں محبوب و مستور سمجھتے ہیں!

### (اللہ تعالیٰ نے)

انسان کی پیشانی میں اپنی مجدیت و جلالت کا نور مستور و محبوب  
کر رکھا ہے۔ — آدمؑ کی عبادت نے جب اللہ تعالیٰ کی

### توحیدِ صفاتی

کو اپنے قریب۔ اپنے چہرہ کے سامنے دیکھا۔ تو اس وقت  
اللہ تعالیٰ کی ذاتِ حق نے آدمؑ کو اپنی عاطفیت و کرم کی نظر  
سے دیکھ کر اس پر اپنے احسان کا سلوک اس طریق سے ظاہر  
کیا۔ کہ اس کے سر کے دماغ میں ایک حکمت کا  
علم اس کی روحِ طاہرہ پر ظاہر کر دیا۔ کہ اس کو دنیا میں کس لئے



بھیجا گیا ہے۔ اور۔ انسان کے وجود کو اُس کے وجود سے  
کس احسانی سلوک سے مرکب کر کے لطائف عشرہ کے عناصر  
اس پر ظاہر کر دیئے گئے۔

### پھر آدم

انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر اپنی قلبی واردات کو خدائی  
عالم میں اس طرح ظاہر کرنے لگا۔ کہ اس کو شیطان  
ابلیس نے جنت سے اپنی ریاکاری کے فریب کی دشمنی سے  
کس طرح حارج ————— کیا تھا۔ اور وہاں  
سے اُس کے نفس الشیطان نے عزازیل کی دشمنی کا خوف  
کھا کر اپنے آپ کو دوبارہ جنت میں داخل ہونے کی اپنی  
دعا کی مناجات کی تھی۔ مگر عزازیل کی عداوت نے  
آدم کو زمین پر مبعوث ہونے کے لئے مجبور کر دیا۔ تاکہ  
وہ خدائی عتاب کو اپنے سے آدم کی توبہ اناب سے دور کر سکے

### انسان و آدم

آپس میں مرکب ہو کر دس عناصر کے اجزا ظاہر کرنے لگے۔ جن میں  
سے پانچ عالم خلق سے اپنا تعلق رکھتے تھے۔ اور باقی پانچ اپنا تعلق  
عالم امر سے رکھتے ہیں۔

### عالم خلق کے عناصر

آتش۔ باد۔ آب، خاک و نفسِ کلیہ لطائف خمسہ کہلاتے ہیں



اور

عالم امر کے عناصر

قلب و روح - سر، خفی، اخفی لطائف خمسہ کہلاتے ہیں!

عالم حلق کو خلق اس لئے کہتے ہیں کہ

یہ اللہ تعالیٰ کی توحید انعمالی کے اسباب اور مسببات کی تقدیر خاص کے ساتھ تدریجاً پیدا ہوا ہے۔ اور عالم امر صرف اللہ تعالیٰ کے ذات حق کے حکم دینے سے ظاہر ہوا ہے۔ اس کے وجود میں اسباب اور وسائل کو دخل نہیں ہے۔ بلا کسی تدریج کے صرف "امر کن" سے ظہور میں آیا ہے۔

عالم امر کا ظہور فوق العرش ہوا ہے۔

اور عالم حلق کا ظہور تحت العرش ہوا ہے

انسان نے

اپنے قلب کی روشنی سے اللہ تعالیٰ کی تجلی انعمالی کو دیکھا تھا۔

اور۔ آدمؑ نے اپنے لطائف مستہ کی روشنی سے

تجلی صفاتی شیوناتی کو دیکھا تھا۔ انسان و آدمؑ کے وجود کا

اس دنیا میں مرکب ہونا اس لئے ضروری تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی

توحید انعمالی، توحید صفاتی اور توحید ذاتی اپنی اصلیت

کی حقیقت سے عالم مذاقی میں ظاہر ہو سکیں۔ تاکہ اس دنیا میں

پیدا ہونے والی سب مخلوق اللہ تعالیٰ کی وحدت کی



ذات کی اپنے ذکر و اشغال سے عبادت کر سکے۔

### انسان کے قلب میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید صفاتی کو اپنے شیوناتی طریق سے ظاہر کیا ہے۔ کبھی عالم اسباب کی تدبیر سے، اور کبھی اپنی حکمت کی رضا سے۔

### انسان کا دل

ایک گوشت کا لوٹھڑا ہے۔ اس کے ارد گرد اپنے محل کی حدود سے روشنی کی ضیاء اور تاریکی کی ظلمات بھی موجود ہوتی ہیں۔ گوشت کا لوٹھڑا اپنی حرکت قائم رکھتا ہے، جس وقت روشنی والا گوشت کے لوٹھڑے کا کنارہ معمولی سی جنبش سے تاریکی کی حدود کی طرف اپنی نگاہ ڈالتا ہے، تو اس کو ظلمات کی تاریکی میں ویسی سخت الشرمی کی محسوس خدائی نظر نہیں آتی۔ جو خدا تعالیٰ کی ذات حق کے عتاب سے مہلاک ہو کر زمین کے زیریں حصہ کی آخری تہہ کے پردہ میں روپوش ہو گئی ہے۔

### انسان کا وجود

کائناتی تخلیق ہے۔ اس میں دنیا کی ہر چیز نظر آ سکتی ہے مگر۔ اس کے قلب اور روح النفس کا شیشہ اپنی کدورتوں سے صاف و شفاف۔ منزہ و پاک و لطیف ہونا چاہیے۔ انسان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی ذات ربانی۔ ذات الوہیت



ذاتِ مجددیت اور ذاتِ محمدیت کی فردیت کا عکس منعکس ہو سکتا ہے

### اسی طرح

انسان کی روح اس کی ازلی حقیقت کا وجود اس کے نفس کی پاکیزگی و لطافت پر ظاہر کر سکتی ہے۔ انسان کا نفس جب اپنی کثافت سے انسان کے قلب کی ظلمات میں اپنی "اُکنا" کا اثر ظاہر کیا کرتا ہے۔ تو اس وقت انسان کی نظر اپنی لطافت سے کثیف و خبیثہ موحباتی ہے۔ جس کے دیکھنے سے دوسرے وجود پر کسی قسم کے نقصان کا اثر ظاہر ہوتا شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت انسان کے وجود میں کسی غیریت کا مادہ داخل ہو کر انسانی نفس کی ظلمات کی کثافت میں مجرب و مستور ہو جاتا ہے۔ — اور —

### جس سے وقت

انسان کے نفس کی کثافت — غیریت کے مادہ سے پاک و صاف ہو جاتی ہے، تو اس وقت انسان کی نظر پاک و منترہ ہو جاتی ہے

### انسان کی نظر کا تعلق

اُس کے نفس و قلب سے وابستہ ہوتا ہے!

انسان کے قلب میں جس قدر زیادہ لطافت ہوگی۔ اسی قدر

اس کی نظر بھی تسخیر الخیر ہوگی — قلب کی اپنی نظر —

بصیرت کہلاتی ہے،



اور نفس کی اپنی نظر — ادراک عینی کہلاتی ہے !  
 انسان کی آنکھوں کی نظر کا تعلق انسان کے قلب اور  
 نفس دونوں کی بصیرت اور ادراک سے وابستہ رہتا ہے —  
 انسان اپنے قلب کی ظلمات اور نفس کی کثافت کے خیالات میں  
 الجھ کر شیطانی وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے، یہ انسان کے  
 خفی و اخفی

دونوں مقامات میں حیوانی روح اور خناس النفس کی شیطانیت  
 کا اثر ہوتا ہے۔ انسان کے دائیں پسلی میں دل کے متوازی خفی  
 مقام میں حیوانی روح کا مقام ہے — جس کو انسان کی بشریت  
 اپنے دائرہ امکان میں نیکی کی دعوت دیتی رہتی ہے، اور انسان  
 کے بائیں پسلی میں — یعنی بائیں پسلی میں

دل کے مقام کے دائیں طرف  
 خدائی نور کی جھلک سے لطافت کی روشنی موجود ہوتی ہے !

اور

دل کے بائیں طرف کی محدود جگہ  
 میں خناس سے کی شیطانیت کی کثافت ہوتی ہے  
 خناس کی شیطانیت

کو کائنات کے عالم کا ہی نور اپنی لطافت و صباحت سے پاک و  
 منزہ کر سکتا ہے۔ جس نور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے —



حبیب النبی رسول المرتضیٰ محمد المصطفیٰ

## مَحَمَّدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کی قبرِ معلیٰ کو روشن کر رکھا ہے  
چونکہ انسان کے قلب کا لطیفہ

”امر“

سبز روشنی کی لطافت و ضیاء کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلئے

حبیب النبی رسول المرتضیٰ محمد المصطفیٰ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

اپنی نبوت و رسالت کی عظمت کو

اور اس کی بقاء کو قیامت تک اسی طرح ظاہر کرتے رہیں گے

کہ اللہ تعالیٰ کی جلالت کو اُن کے نفس و قلب کا نور اپنی

سبز صباحت کی لطافت کی عافیت سے ملائم و نرم اور حلیم و

مہربان کرتا رہے گا۔

## انسان کے لطیفہ قلب

نے اللہ تعالیٰ کی تحبلی افعالی اور تحبلی شیوناتی صفاتی کو دیکھ کر

اپنے وجود میں تمام کائناتِ عالم کی سب پیدا کردہ چیز کو دیکھنے کی

اپنی خواہش کو ظاہر کیا تھا۔ انسان کے قلب نے خود اپنی حقیقت



کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ حق کو دیکھ پایا ہے۔ اور انسان  
اپنی "اَنَا" میں کسی وقت خود خدا ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب  
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

نوٹ :- "قلب و نفس اور روح النفس کی صراحت اپنی تشریح  
کی محتاج ہے۔ اس پر اگر توکل نے اپنی رہبری ظاہر کی۔ تو  
پھر انشاء اللہ تعالیٰ ویسے خیالات کو ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



انسان کے کا وجود

دو عالم کی دنیا کا خلاصہ ہے

خلاصہ سے ہی تمام حقیقتوں کا علم ظاہر ہو سکتا ہے۔  
اگر علم کی جمالت اللہ تعالیٰ کی وحدت اور وحدت کی کثرت  
اور فنا و بقا کے سب مقامات اور سلوک کی منازل کے حال و  
مقام ظاہر نہ کر سکے، تو پھر متضاد حقیقت کا حال اپنے مقامات  
سے کیسے تبدیل ہو سکتا ہے؟ کسی کی تقدیر کا زوال کس طرح  
اس کی تقدیر کے کمال میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ زوال و کمال کا سلسلہ  
دہر اپنی رفتار گردش سے ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اگر دہر کو دہر  
اپنے حکم سے اپنی گردش کی رفتار تیز اور مدہم ظاہر کرنے کے لئے



اپنی مختاری کا فعل ظاہر نہ کرے، تو پھر دیور رب العالمین  
 کی حکمتِ مجدی کس طرح ظاہر ہو سکے۔ کہ اللہ تعالیٰ  
 نے حنیبر کے مادہ کے ساتھ شتر کا مادہ بھی اُسی تناسب کی تقسیم  
 سے پیدا کیا ہے۔ جس سے شیطانت کی برائی اور صالحیت  
 کی نیکی کا ظہور ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت نے اپنی تقسیم کی ایسی  
 ضربِ مجدی کو نفی و ثبات کے طریقہ سے ظاہر کیا ہے۔ کہ انسان  
 اپنی موت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی شیوناتی صفات کا محسوس  
 دیکھ کر اُسی طرح اپنے حجابِ ممات میں زندہ رہتا  
 ہے۔ زندہ انسان ہی نبوت و رسالت کی وراثت کی خلافت  
 کے تمکینی عمدہ جات کے درجات پر مامور و متعین ہو سکتے ہیں

یہی ولایتِ کبریٰ کی عظمت ہے

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْاٰثَارِ

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ



تشریح



# دل

بندوں کے دلے اللہ کی ڈوانگیوں میں ہیں۔ اور اللہ  
جیسے چاہتے ہیں۔ دلوں کو پھرتے رہتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

يَا مَقْلَبَ الْقُلُوبِ ثَبَّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ  
”اے دلوں کے پھرنے والے میرے دل کو اپنے دین پہ جمائے رکھ!“



دل سارے تن کا بادشاہ ہے !

دل جب درست ہو جاتا ہے ہر شے درست ہو جاتی ہے۔

دل رب العالمین کا عرش ہے

دل تن نگری کا ایک خاص محلہ ہے

دل ایک حجرہ ہے۔

شیطان ہر وقت دل کی گھات میں رہتا ہے

جو نہی دلے اللہ کے ذکر سے خالی ہوا۔ پھر اس میں طرح

طرح کے وساوس ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔

دل ہی میں نیکی اور دل ہی میں بدی پیدا ہوتی ہے،

نیکی اللہ کی طرف سے اور بدی شیطان کی طرف

سے ہوتی ہے، !



نیکی کر کے دل خوش ہوتا ہے۔ اور۔  
بدی کر کے پھپھکتا ہے۔ اپنے تمہیں ملامت کرتا ہے۔  
کہ کیوں ایسے کیا؟

جس سے کام کو کرنے کے بعد دل خوش ہو جائے۔ نیکی ہے۔  
اور جسے کرنے کے بعد ملامت کرے۔ بدی ہے،  
نیکی سے دل گداز اور بدی سے سخت ہو جاتا ہے!  
نیکی سے دل روشن اور بدی سے سیاہ ہو جاتا ہے!  
ایک بدی ایک سیاہ نقطہ ہے۔ جب تک نیکی سے وہ  
نقطہ مٹا نہیں دیا جاتا۔ قائم رہتا ہے۔  
کثرتِ گناہ سے دل میں زنگ لگ جاتا ہے۔ یہ  
زنگ ذکر کی ہی کثرت سے اتر سکتا ہے۔

دلے کبھی خوش ہوتا ہے۔ کبھی مغموم!  
نیکی کر کے خوش ہوتا ہے اور بدی کر کے مغموم  
ذکر دل کی زندگی اور غفلت دل کی موت ہے،  
محویت ذکر کا حاصل اور اصل مطلوب ہے۔  
لسانِ حقے (زبان کا) ذکر عام آدمیوں کا ذکر ہے  
قلبی (دل سے) ذکر خاص آدمیوں کا ذکر ہے  
روحی ذکر۔ اصل ذکر یہ!



## روحی ذکر

کا اصطلاحی نام محویت ہے۔ جس میں روح محو ہو جاتی ہے

اور

اس کا مستم دو ابروؤں کے درمیان ہے

بندہ جب اللہ میں محو ہو جاتا ہے، دل خاموش ہو جاتا ہے۔

کوئی شے دل میں باقی نہیں رہتی۔

اُسے کسی حال و مقام کی کوئی خبر نہیں رہتی !

قال و مقال سے گذر جاتا ہے۔ اُس سے پھر کوئی

فعل سرزد نہیں ہوتا۔ اسوقت اسے کوئی علم و کلام یاد

نہیں رہتا۔

محویت سے غیر اختیاری ہے۔ جسے اللہ چاہتے ہیں۔ اپنی ذات

میں محو کر لیتے ہیں !۔ نہ کوئی خوشی باقی رہتی ہے۔ نہ غمی۔

نہ کوئی قہمت باقی رہتی ہے نہ جستجو

اس سے حال میں اس سے جو اقوال و افعال سرزد ہوتے ہیں،

گویا (اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں)۔ اور۔

کُنْ فیکون کا مقام رکھتے ہیں۔

بندہ نیاز مند ہے۔ اور۔ اللہ بے نیاز ہے۔

بندہ نیاز مند کا۔ اللہ بے نیاز کے حضور میں محو ہونا ناز

کا مقام ہے۔ اور۔ ناز کا مقام۔ ہر مقام سے



ارفع واعلیٰ ہے :

اللہ ہی اپنی مخلوق کا ہادی مطلق ہے۔

اللہ نے

اپنی کتاب قرآن کریم میں تین ہی باتوں کی ہدایت فرمائی

اور یہی تین باتیں دل کی زندگی کا موجب ہیں :-

أَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْذِّكْرُ

لِذِكْرِ اللَّهِ أَكْبَرُ

” کتاب سے جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کی تلاوت

کر دو۔ اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی

اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر بہت

بڑی چیز ہے !

یہ تینوں چیزیں کثرت سے ہوں !

— قرآن سے کی تلاوت جاری رہے !

— فرض و نوافل باقاعدگی سے پڑھے جائیں !

— ہر وقت ہر حال میں زبان پہ ذکر جاری رہے۔ یہاں تک

کہ کوئی بھی سانس ذکر سے خالی نہ رہے۔ —

کیا کل آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ

دریائے چناب کے وسط میں کہیں بچے قلابازیاں لگا رہے ہیں



کہیں مویشی چل پھر رہے ہیں — لیکن یہی دریا — ساون  
 کے مہینے میں ایسی آب و تاب کے ساتھ بہا کرتا ہے — کہ  
 بڑے سے بڑے تیراک کو بھی اسے عبور کرنے کی حیرات  
 نہیں ہوتی، بعض اوقات صلاح بیڑی تک گزرنے  
 سے کانپا کرتے ہیں — گویا — اس وقت دریا اپنے  
 ذکر میں محو ہوتا ہے، اور یہی

## مثال

آپ کے دل کی ہے —  
 دلے جب اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے، گویا مردہ ہوتا ہے  
 اُسے میں کوئی کیف و سرور باقی نہیں رہتا !  
 اللہ سے کرے — کبھی ایسے نہ ہو !  
 کوئی ایسے نہ جئے !  
 ذاکر — ذکر کی بدولت مذکور میں ایسے محو ہو جاتا ہے  
 جیسے دودھ میں پانی — اور  
 یہ وصل کی حدیہ !

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

رُوح

جب دل کے حجرے میں گوشہ نشین ہو جاتی ہے — پھر  
 کوئی غیر دل کے قریب نہیں پھٹکتا !



ہماری اصطلاح میں

دل سحابہ — اور

روح اُس میں سحابہ نشین ہے !

اگرچہ

دلے ایک گذرگاہ ہے — اور گذرگاہ پہ ہر کوئی گذر کرتا ہے۔ لیکن جب کسی گذرگاہ پہ بادشاہ کی سواری گذرنی ہوتی

ہے۔ عام آمدورفت روک دی جاتی ہے !

جسے گذرگاہ پہ بادشاہ کا آنا جاننا عام ہو جاتا ہے، وہ پھر

نثارِ عام نہیں رہتی — شاہی سواری کیلئے مخصوص ہو جاتی ہے !

بعینہ

دل جب اللہ کے ذکر میں استقامت حاصل کر لیتا ہے

پھر کوئی اور شے دل کے حجرے میں کبھی داخل نہیں ہو سکتی،

بادشاہ کے محل میں — بادشاہ کی اجازت کے بغیر۔ کوئی

دوسرا کبھی داخل نہیں ہو سکتا ! — یہی حال دلے کا ہے

دل کے حجرے میں بھی ان کے سوا کوئی دوسرا کبھی

داخل نہیں ہو سکتا !



ذکر کبھی کسی نے کیا ہی نہیں — پھر اس کی برکات سے کیونکر

بہرہ ور ہو سکتا ہے ؟ —



یہاں سے ذکر سے مراد وہ ذکر ہے، جو ہمیشہ ہو۔ مسلسل ہو۔  
 ذکر کی برکت سے ذکر۔ مذکور میں محو ہو کر ایسی قربت حاصل کر لیتا  
 ہے۔ جیسی کہ آگ میں لوہا۔ لوہا جب آگ میں ڈال دیا جاتا ہے  
 چند منٹ آگ کی آغوش میں رہنے کے بعد وہی رنگ۔  
 وہی تاثیر اپنے آپ میں پیدا کر لیتا ہے، صرف نام کا فرق باقی  
 رہتا ہے۔ کہ یہ آگ ہے۔ یہ لوہا۔ نام کے سوا کوئی اور  
 فرق باقی نہیں رہتا۔ جس سے طرح آگ ہر شے کو جلا دیتی ہے  
 اُسی طرح لوہا بھی جلا دیتا ہے۔

اللہ کے ذکر میں

ایسے محو ہو۔ جیسے کہ۔ آگ کی آغوش میں لوہا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا النَّبْلَاغُ



ففتیر

ایک بار اجر ڈکڑا کر ایسا بستا ہے۔ کہ پھر کبھی نہیں اُجڑتا!  
 اور۔ دنیا دار۔ بس بس کر احبڑا کرتا ہے!

دلے کی دنیا

جب اللہ کے ذکر سے ایک بار آباد ہو جاتی ہے۔ پھر  
 کبھی نہیں اُجڑتی۔ سداہری بھری رہتی ہے

ذکر اس کا نہ یور۔!



ذکر اس کی زینت

— ذکر اس کی ڈھال

— ذکر اس کی تیغ

— ذکر اس کی ضرورت

— ذکر اس کی حاجت

— ذکر اس کی جان۔ اور

ذکر ہی اس کی شان ہے،

ذکر حنم — ہر شے حنم؛

آج

اُس کے پاس ہر شے ہے۔ علم ہے۔ شکل ہے۔

لباس ہے۔ جببہ ہے۔ دستار ہے۔

عصا ہے۔ ہر شے ہے۔ صرف ایک شے نہیں

اور

اس کے بغیر کوئی بھی شے کام نہیں دیتی — اور وہ۔

**ذکرِ**





عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنْبِيَّكُمْ  
 بِخَيْرٍ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ  
 مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعُهَا فِي  
 دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرُكُمْ مَنْ  
 إِنْ تَقَى الذَّهَبَ وَالْوَرَقَ  
 وَخَيْرُكُمْ مَنْ أَنْ تَلْقُوا  
 عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ  
 وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا  
 بَلَى قَالَ ذَكَرُوا اللَّهَ  
 رَدَّاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَ  
 التِّرْمِذِيُّ

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مَثَلُ الذِّي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي  
 لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ  
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 کیا نہ آگاہ کروں میں تم کو تمہارے ان  
 اعمال سے جو بہترین اعمال ہیں اور بہت  
 پاکیزہ اعمال ہیں تمہارے بادشاہوں کے  
 خیال میں۔ اور بہت بلند اعمال ہیں تمہارے  
 درجات میں اور بہتر ہیں تمہارے سونا اور  
 چاندی خرچ کرنے سے اور بہتر ہیں تمہارے  
 لئے اس سے کہ ملو تم اپنے دشمن سے (یعنی  
 لڑائی میں) اور مار دو تم انکی گردنوں کو اور  
 ماریں وہ تمہاری گردنوں کو۔ صحابہ کرامؓ نے  
 عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!  
 آپ نے فرمایا۔ وہ اللہ کا ذکر ہے  
 (مالک / احمد / ترمذی)

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں۔ فرمایا جناب رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ذکر الہی  
 کرتا ہے اور جو شخص ذکر الہی نہیں کرتا وہ  
 زندہ اور مردہ کی مانند ہیں  
 (بخاری و مسلم)



اللَّهُمَّ نَوِّرْ قَلْبِي بِنُورِ مَعْرِفَتِكَ

وَتُطَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ

”اے اللہ! منور سنا دے میرے دل کو اپنی معرفت کے  
نور سے، اور پاک کر دے میرے دل کو غیر سے!“



يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى

دِينِكَ ۝ آمِينَ!

”اے دوں کے پھرنے والے! میرے دل کو اپنے  
دین پر ثابت قدم رکھ — آمین!“





# نصیحت نامہ

- ① اے فرزندِ آدم! میں تیری نماز اور خدمتِ روزمرہ سے خوش ہوں، تو بھی میرے رزقِ روزمرہ سے خوش ہو
- ② اے فرزندِ آدم! آگے بھیج اپنے پاس جو کچھ بچتا ہے اُس دن کے لئے۔
- ③ اے فرزندِ آدم! جس نے تجھ پر انعام کیا۔ تو اس کی شکر گزاری کر، اور انعام دے اس شخص کو جو تیری شکر گزاری کرے۔
- ④ اے فرزندِ آدم! تو نے ساری عمر دنیا سے فانی کی تلاش میں کھوئی، آخرت کی تلاش کس وقت کرے گا؟
- ⑤ اے فرزندِ آدم! تیری آنکھوں پر غلاف اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ جو شے ناویدنی تیرے سامنے آوے۔ اُسی وقت آنکھ بند کرے۔ اسی طرح منہ کے لئے ہونٹ



پیدا کئے، کہ ناگفتنی بات سے منہ بند کرے !

۶) اے فرزندِ آدم — تو ایسا مت ہو، کہ دنیا کو بڑی امید سے

چاہے۔ اور آخرت کو تھوڑے عمل سے

۷) اے فرزندِ آدم ! — میں نے تیری گردن پر دو تو بڑے

ٹھکانے ہیں۔ ایک میں تیرے عیب ہیں، اور دوسرے میں

لوگوں کے عیب ہیں، ہمیشہ تو اپنے عیبوں سے آنکھ بند کر کے

دوسرے کے عیب دیکھتا رہتا ہے، یہ کیا انصاف ہے تیرا !

۸) اے فرزندِ آدم ! — کوئی صرف ایمان لانے سے بہشت

میں داخل نہ ہوگا۔ مگر چند باتیں اور بھی اس کے ساتھ ہوں

اولے — میرے سامنے عاجزی کرے

دوسرے اپنی تمام عمر — میری یاد میں صرف کرے

اور — میرے حکم سے حرام چیزوں سے پرہیز کرے

اور — غریبوں کو اپنے پڑوس میں جو ہیں ان کا خبر گیر رہے

اور — یتیموں پر مہربانی کرے

اور — مسافروں کی خاطر داری کرے

اور — اپنے ماں باپ کی اطاعت کرے

اور — اپنے خاندان کی خدمت کرے

اور — کسی سے مدد نہ چاہے۔ کہ مدد مانگنا سوائے

میرے اوروں سے — شرک ہے !



۹) اے فرزند آدم — جب تیرے دل میں سختی ہو، یا جسم میں بیماری ہو، یا روزی میں کمی ہو — تو جان لے۔ یہ سب برے فعل کی علامت ہے — توبہ کر !

۱۰) اے فرزند آدم — اگر تو بہشت کو دوست رکھتا ہے۔ تو خدا کے تعالے عبادت کو دوست رکھتا ہے۔ تو نیک عمل کر۔ میں تجھ کو بہشت دوں گا۔ اور اگر تو دوزخ کو برا جانتا ہے۔ تو خدا کے تعالے گناہوں کو برا جانتا ہے۔ اگر تو میری مرضی کے خلاف نہ کرے، تو میں دوزخ سے تجھ کو بچاؤں گا۔

۱۱) اے فرزند آدم — جو کوئی مجھ سے حقوڑے رزق سے راضی رہے گا۔ میں اس کے حقوڑے عمل پر راضی ہو جاؤں گا !

۱۲) اے فرزند آدم — جس قدر تیرا دل دنیا کی خواہش کرتا ہے اسی قدر تیرے دل میں سے میں اپنی محبت نکال لیتا ہوں جس سے قدر تو دنیا کی حرص کرتا ہے۔ اسی قدر میں ایمان کی حلاوت تیرے سینے سے نکال لیتا ہوں !

میں نے تجھے اس واسطے پیدا نہیں کیا ہے۔ کہ مظلوموں کی دعا مجھ تک نہ آنے دے۔ کیونکہ میں مظلوم کی دعا بیشک قبول کر لیتا ہوں۔ اگر چہ عرصہ کے بعد نمود ہو۔

۱۳) اے فرزند آدم — دن نہیں نکلتا ہے، جو میں تیرے لئے رزق بھیجتا ہوں — اور اس کے عوض میں فرشتے میرے تیرے



پاس سے ملنا پسندیدہ لاتے ہیں۔ تو تو میری روزی کھانا  
 ہے، اور نافرمانی کرتا ہے۔ اور باوجود اس کے دُعا  
 مانگتا ہے۔ میں قبول کرتا ہوں۔ جو مانگتا ہے وہ دیتا  
 ہوں۔ اور بہشت کی طرف بلاتا ہوں۔ تو منظور نہیں کرتا۔  
 اے فرزند آدم — تو

لفل کے دیلے سے میری نزدیکی حاصل کر۔  
 مسجد میں بنانے سے میرا پڑوس حاصل کر  
 اور مالوں کے پاس بیٹھنے سے میری رضامندی چاہ  
 اور — جھوٹ بونا بالکل چھوڑ — تاکہ میرے فرشتے  
 تجھ سے مصافحہ کریں۔

اور غیبت چھوڑ — تاکہ میری بہشت تیری مشتاق ہو۔  
 صبح کی نماز کے قبل و بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کیا کر!

اے فرزند آدم — !

کچھ تو شہ ساتھ لے۔ سفر بہت بڑا ہے۔

اور ہلکا ہو۔ منزل سخت ہے۔

اور عمل خالص کر۔ کہ حاکم برحق ہے

اور کہتے ہیں —

صحفِ ابراہیم میں یہ نصیحت آخری تھی

اور بیان کرتے ہیں —



کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ سے عرض  
کیا۔ کہ خداوند! —

جو بندہ تیرے خوف سے آنسو بہا کر اپنے رخساروں  
کو تر کرے۔ اُس کے واسطے عوض کیا ہے، حق  
تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے ابراہیم!  
اُسے کی جزا بہشت اور میری رضا مندی ہے۔  
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ —

خداوند! — جو شخص یتیم اور بیوہ کی  
حسرت گیری کرے۔ اُس کی جزا کیا ہے؟  
حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میرے دوست  
میں اُس کو قیامت کے دن اپنے عرش پر  
جگہ دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
نے کہا۔

الہی! تیرا شکر ہے!

الہی! تیرا شکر ہے!

اے سرزندِ آدم! —

جس طرح تیری روزی میں نہیں روکتا — اُسی طرح تو میری  
عبادت کو مت چھوڑ۔ اور میرے حکم کے خلاف مت کر۔



۱۷ اے سرزندِ آدم — !

جس قدر میں نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے —

اُس پر راضی رہ — اور نفس و شیطان کی —

خواہشوں سے دل کو مت چھیل

۱۸ اے سرزندِ آدم — !

میں تیرا دوست ہوں — تو میرا دوست رہ !

اور

ہمیشہ میری محبت اور عشق کے

غم سے خالی مت رہ !





# نعتِ مقدّس

تم فرسودہ جاں پارہ زحیراں یا رسول اللہ

و لم یثر مردہ آوارہ ز عصیاں یا رسول اللہ

شب و روز از شکیبائی زحہ شتم متنائی

بخلوت سوئے من آئی حیراں یا رسول اللہ

چو سوئے من گذر آری من مسکین ز ناداری

قدائے نقشِ تعلیت گنم حباں یا رسول اللہ

ز کردہ خویش حیرانم سیاه شد روزِ عصیانم

پشیمانم پشیمانم پشیمان یا رسول اللہ



چو اندر نزع در مانم رود از تن بروں حسابم  
نگاه داری تو ایمانم ز شیطان یا رسول الله

چو باز دمی شفاعت را کثافی برگناهکاران  
مکن محروم جامی را در آن آں یا رسول الله

○ جامی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ  
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ آمِينَ

امروز سعید : چهارشنبه ۲۴ ذی قعدة الخیب ۱۳۸۹ هجری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دارالاحسان

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَتُوبُ إِلَيْكَ



اقْرَأْ كِتَابَكَ

بہار محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام الخفاف لصحافت المقبول لمصطفین دارالاحسان فیصل آباد پاکستان

marfa.com



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ  
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ  
امَّا بَعْدُ

جس سے طرح کوئی فاضل بیج کسی مقدمہ کی طویل روئیداد پہ  
اپنا فیصلہ چند سطروں میں قلمبند کیا کرتا ہے۔ اور وہ فیصلہ  
مقدمے کی ساری روئیداد کا ماحصل ہوتا ہے اسی طرح  
اللہ رب العالمین

نے اپنی کتاب قرآن عظیم کو ان تین سورتوں پہ ختم فرمایا۔  
اور قرآن کریم کی یہ آخری تینوں سورتیں ہر مسلمان کیلئے  
قابلِ غور و فکر اور مشعلِ راہ ہیں۔ یہ اپنے اندر  
ایسے اسرار و رموز رکھتی ہیں۔ جن پہ جتنا بھی غور و فکر  
کریں۔ کم ہے۔ مثلاً

### سورة الاخلاص

اپنی ساری کتاب نازل فرما چکنے کے بعد فرمایا کہ اس  
ساری کتاب کو پڑھ چکنے کے بعد یوں کہہ۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

کہہ! اللہ ایک ہے۔



احد وہ ہے، جس کا کوئی ثانی نہ ہو۔ کوئی ہمسر نہ ہو،  
اور کوئی شریک نہ ہو۔ اور یہ اللہ کی بہت بڑی تعریف ہے  
جو اُسے عید پسند ہے۔ پھر فرمایا

### اللَّهُ الصَّمَدُ ○

اللہ لایحتاج ہے۔ بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے۔  
قوت و جبروت کا مالک ہے، ہر شے پہ غالب ہے، اس  
پہ کوئی شے غالب نہیں۔

احدیّت کا وہی دعویٰ کر سکتا ہے، جو صمد بھی ہو،  
احدیّت اور صمدیت اللہ ہی کے لئے لائق و سزاوار ہیں،  
کوئی مخلوق اس کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

### لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ○

نہ اس نے کسی کو جنا، اور نہ ہی اسے کسی نے جنا !  
یہ صمدیت کی سب سے بڑی شان ہے۔ کہ وہ اپنی ہستی  
کے لئے کسی کا محتاج نہیں، نہ اُسے کسی نے جنا۔ نہ اس نے  
کسی کو جنا۔ کائنات کا ظہور اس کے امر کن سے ہے۔ وہ  
کن سے نہیں۔ کن اس سے ہے۔ جس بھی کام کو کرنے  
کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ "کن" کہتا ہے۔ اور اُسی  
دقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے

پھر فرمایا



## وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

اور اس کی برابری کرنا والا کوئی نہیں

ہر شے اس کی مخلوق اور درجہ بدرجہ ہے۔ احدیت کا درجہ کسی کو بھی حاصل نہیں۔ جسے جو بھی درجہ بخشا۔ اللہ احد نے بخشا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
”یہ سورۃ ایک تہائی قرآن کریم کے برابر ہے۔“ گویا اسے تین بار پڑھنا پورا قرآن عظیم پڑھنے کے برابر ہے۔

نیز فرمایا کہ

جو شخص دس مرتبہ تِلْكَ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھے۔ بنایا جاتا ہے اس کے لئے اس کے سبب سے ایک قصر جنت میں اور جو شخص پڑھے تِسْتَعِينُ مرتبہ۔ بنائے جاتے ہیں اس کے لئے دو محل، اور جو شخص پڑھے تیس مرتبہ۔ بنائے جاتے ہیں اس کے لئے تین قصر جنت میں (یہ سنکر) حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا۔ قسم ہے اللہ کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس طرح تو ہم بہت سے محل جنت میں بنالیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ یعنی اس کا فضل بہت زیادہ فراخ ہے۔ (دارمی)

(مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۳۶۷ شمارہ ۲۰۶۶)



## جبے کوئی گدا

کسی در پہ صد کرتا ہے، تو صاحب خانہ کی یوں تعریف کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اس تعریف کے لائق نہیں ہوتا۔  
 ”بُو ہے برقرار۔ جوڑیاں قائم۔ سدا جھنڈے جھلے رہن۔ دوہین جہانیں۔ بھاگ لگے رہن۔ میرا بادشاہ میرا لکھاں داداتا۔ فلا نے دا پوتا۔ باغ ہریا بھریا ہے“

## وہ

صرف تعریف کرتا ہے، کسی شے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کی یہ تعریف سن کر صاحب خانہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ اس کے در پہ کوئی سائل آیا ہے۔ اس کے بغیر مانگے صرف تعریف سن کر ہی کچھ نہ کچھ ضرور دیتا ہے۔ کبھی خالی نہیں لوٹاتا۔

## یہ سورۃ

اللہ کا نسب نامہ سورۃ اخلاص ہے۔ جب کوئی اسے اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے، اللہ اسے کبھی حنائی نہیں لوٹاتے۔ اور وہ۔ وہ نعمتیں عنایت فرماتے ہیں، جس کا کہ اُسے گمان تک نہیں ہوتا۔ یہ سورت بلاشبہ شیطان کو بھگاتی ہے۔ کوئی شیطان اس کے قاری کے قریب نہیں پھٹک سکتا۔ احد و صمد کے اقرار ہی پہ شیطان کی سواری کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔



قرآن عظیم کی آخری دو سورتیں

فلق اور الناس ہیں

ہر ملک کو ہمیشہ دو ہی خطرے درپیش ہوتے ہیں۔ بیرونی

اور اندرونی — بیرونی حملہ آور سے حفاظت سکھائے

سرخسروں پہ فوج رکھی جاتی ہے، اور اندرونی امن

تائیم رکھنے کے لئے ملک میں پولیس مقرر کی جاتی ہے،

اسی طرح

انسانی جسم الوجود کو بھی دو ہی خطرے ہیں —

ایک بیرونی اور ایک اندرونی

تن کی تسلیم کو ان دونوں خطروں سے بچانے کے لئے

قرآن کریم کی یہ دونوں سورتیں پوری طرح کفایت کرتی ہیں۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○

”کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی — جو رات کے

اندھیرے کو بچاڑ کر صبح کرتا ہے، ہر چیز کے شر سے

جو اس نے بنائی۔“

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ○

اور اندھیرے کے شر سے، جب سمٹ آئے۔

اندھیرے میں ہر قسم کی تاریکیاں شامل ہیں۔



وَمِنْ شَرِّ النَّفَثَاتِ فِي الْعُقَدِ ○

”اور شر سے غورتوں کی جو گرہوں میں پھونک ماریں۔“  
اسے یوں سمجھیں۔ جیسے کہ کوئی ساحر کسی پہ کوئی افسوں  
کرتا رہتا ہے۔ بندے کے دل پہ یہ سحر ہوتا رہتا ہے،  
یہی وجہ ہے کہ انسان کا دل ہر وقت طرح طرح کے  
امراض میں مبتلا رہتا ہے۔ اُسے کبھی کبھی صحت عطا  
نہیں ہوتی۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ○

”اور حسد کرنے والے کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں)  
جب وہ حسد کرے!“

اللہ رب العالمین نے ان چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین  
فرمائی۔

خلق کے شر سے

اندھیرے سے جب کہ وہ پھیل جائے

گرہوں میں پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے

حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے

ف۔ ہر آدمی کو جو بھی برائی پہنچتی ہے، عموماً خلق ہی سے

پہنچتی ہے۔ بندہ جب (للاہ) سے خلق کے شر سے پناہ

مانگتا ہے، (للاہ) اسے خلق کے شر سے محفوظ فرمادیتے ہیں



اور جو خلق کے شر سے محفوظ ہوا۔ سلامت ہوا۔

اندھیرا — اندھیرے سے مراد عام اندھیرا ہے  
برائی کے تمام کام اندھیرے ہی میں ہوتے ہیں۔ بندہ جو کام  
روشنی میں نہیں کر سکتا — اندھیرے میں کرتا ہے۔ اندھیرے  
میں ایک دوسرے کی آنکھیں نہیں دکھائی دیتیں۔ اس سے  
انسان فطرتاً ایسے سمجھتا ہے، کہ اسے اب کوئی دیکھنے والا  
نہیں — اندھیرے سے مراد گمراہی بھی ہے، جب گمراہی  
پھیل جاتی ہے، انسان بڑی سے بڑی برائی کرتے بھی  
نہیں ڈرتا۔ ہاسکل نہیں جھبکتا — جیسے کہ کوئی دیکھنے والا ہی  
نہیں ہوتا — !

## ظلمات کی روشنی

ظلمات کی تاریکی میں کوئی روشن چیز دیکھنے کے لئے باطنی  
بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ اس اصلی چیز کی حقیقت  
صاف طور پر نظر نہیں آسکتی — انسانی عقل اس معاملہ میں  
اپنا خیال کچھ بھی ظاہر کرے — لیکن یہ اصلی حقیقت ہے کہ  
برائی کی گانٹھیں اپنے ایمان کی روشنی سے کھولی جاسکتی ہیں  
انسانے کی پیدائش نے آسمانی مخلوق کو اس قسم کا حاسد  
بنا دیا تھا — کہ وہ اس کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسا کوئی



سامان تلاش کر رہی تھی، کہ جس سے اس کو اپنی جمالت کے سبب علم نہ ہو سکے۔ انسان اپنے علم میں فاصلہ بھی ہے۔ اور گنوار قسم کا جاہل بھی۔ گنوار ایک قسم کا گرہ دار نشیبی زمین کا سبز پودا ہے، جس پر اس قسم کے کانٹے ہوتے ہیں، کہ اگر وہ انسانی جسم میں اپنی ابھری ہوئی جگہ کے ساتھ یعنی گانٹھ کی نوکیلی جگہ کے داخل ہو جائیں۔ تو پھر کوئی طبیب اس کے ضرر رساں نہ ہریلے مادہ کو اس جسم سے خارج نہیں کر سکتا۔ اور بالآخر انسانی جان ہلاکت میں پڑ جاتی ہے۔

جاہلیت کو اُس پودے سے اس لئے تشبیہ دی جاتی ہے، کہ انسان اپنے علم کی روشنی سے اس کی ویسی حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ کہ اس پر گانٹھوں کی قسم کی ایسی نوکیلی گرہیں اور کانٹے کیوں ہیں؟ جبکہ وہ خود ہر قسم کے برے اثرات کو اپنے کسی احسن عمل سے دور کر سکتا ہے۔

اسی طرح آسمانی مخلوق میں اس قسم کی ایک ڈراؤنی اور خوفناک عہد کی شکل کی جنس بھی تھی، جو کہ اپنی بد صورتی کی وجہ سے دوسری خوبصورت وحشیں آسمانی مخلوق سے علیحدہ رہتی تھی۔ اس کو جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنی حفاظت کا علم دیا تھا۔ اس کے مطابق وہ اپنی حفاظت کے



مسلمانوں کو اپنا غلبہ حاصل کرنے کے لئے ایسے کرتب اپنے  
مصلحتین سے سیکھتی رہتی تھی، جس سے وہ زمین پر رہنے والی  
دوسری مخلوق کو مغلوب کر سکے۔

مسلمانوں کے ایمان میں اس قسم کی روشنی موجود ہے، جس  
سے وہ ہر حقیقت کی اصلیت کو معلوم کر سکتا ہے۔ اور  
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق حضور اقدس محمد  
بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کو  
اس برائی کی گانٹھوں اور گرہوں کی شر اور نقصان سے بچنے  
کے لئے اپنی امت کے لوگوں کو اس قسم کا علم ظاہر کرنے کے  
لئے اجازت دی تھی۔ جس سے اسلامی ایمان کی قوت کو  
کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

اُس سے آسمانی مخلوق میں سحر و طلسم کا علم جانتے والے ایسے  
افراد اس وقت موجود تھے، جو کہ کسی حقیقت کی اصلیت کو  
دوسروں کی نظروں سے چھپا کر اپنی ظلمت میں معدوم کر  
سکتے تھے۔ سحر و طلسم کا علم ہمیشہ ایسی تاریکی  
کی ظلمات میں سکیما جاسکتا ہے، جہاں پر روشنی کی حقیقت  
آنکھوں کی بنیائی پر اپنا اثر نہ کر سکے۔ اور پھر سحر و طلسم پڑھ  
کر کسی چیز پر گانٹھ دی جاتی ہے۔ تاکہ اس گرہ کو کھول کر  
وہ شخص۔ جس پر کہ اپنا غلبہ حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے،



اور اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا ہوتا ہے، اس نقصان سے محفوظ نہ رہ سکے۔

اس سے علم کو سب سے پہلے اُس آسمانی مخلوق کے افراد سے جتنااتے کی قوم اور ناری مخلوق کے افراد نے سیکھا تھا۔ اور وہ پھر انسانی مخلوق کو اس قسم کا نقصان پہنچانے لگے، جس کے سبب ان کے اپنے علم انسانی میں ایسی جہالت ظاہر ہونے لگی۔ کہ وہ اپنی حقیقت کو اپنے نسیان سے اس قسم کا حیوان سمجھنے لگے، جو اپنے آپ کو اپنے ظلم کرنے والوں سے رٹائی نہیں دلا سکتے۔

### انسان کی حیوانیت

شروع سے ہی اس پر ظاہر ہونے لگی تھی۔ جس سے آدم کو اس کی شکل پر پیدا کیا گیا۔ آدم نے انسان کے نسیان سے جب یہ دریافت کیا، کہ تیری بشریت کی طافت کو کس چیز نے خراب کیا؟ تو انسان کی حیوانیت نے اس کو یہ جواب دیا۔ کہ — ”میری بشریت کو میرے نفس کی تاریکی و ظلمات نے خراب کیا۔ اور اس تاریکی کی ظلمات میں، آسمانی مخلوق کی کسی مومنٹ جنس کے افراد کے اجماع نے اپنی اپنی پھونکوں سے میرے کبد میں ایسی گرہیں پیدا کر دی ہیں کہ جو گانٹھوں کی مانند مجھے میری باطنی بصیرت



سے دکھائی دیتی تھیں۔ مگر میں نے اپنے انسانی علم کو اس کے  
 علاج میں درانداز پایا۔ پھر میں نے اپنی استغاثہ سنا  
 سے جب اپنے ایمان کی روشنی کو اپنے قریب بلایا، تو اس  
 وقت ان گانٹھوں کی گرہوں میں ان سحر و طلسم کرنے والے  
 مونت اسرار کی تصاویر دکھائی دیں۔ جو کہ آسمانی  
 مخلوق کی مونت جنس تھی،

آدم نے اس وقت اپنی رجائیت سے ان افراد کا نقشہ جب  
 اپنی نظر کے سامنے کیا، تو اس نے اس وقت اس مخلوق کو  
 اچھی طرح پہچان کر انسان پر یہ ظاہر کیا۔ کہ یہ کوئی شیطانی  
 مخلوق ہے۔ جو کہ اپنے حسد کی بنا پر انسان کی

### لطافت و صباحت

کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ اس نقصان کو اسلامی  
 تعلیمات ہی نفع میں تبدیل کر سکتی ہے۔ اور وہ  
 قرآن مجید کا فرقانی علم ہے  
 فرقان حمید نے سورہ فلق اور سورہ کہف  
 کی بعض آیات کو ظاہر کیا ہے۔ جس سے سحر کا اثر معدوم  
 کا فور ہو جاتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب



## فرقانی آیات کی عظمت

قرآن مجید نے اسلام کی سب حقیقت کو اپنی آیات میں چھپایا ہوا ہے، تفسیر و تشریح کرنے والے اہل علم حضرات

اپنے کشف و بیان سے

جو کچھ حقائق ظاہر کیا کرتے ہیں۔ ان سے ایسا کچھ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عیب کے خزانے کی دولت کو دین اسلام کے مقبول انسانوں پر ظاہر کر دیا ہے۔ مگر اسرارِ حکمت کو ظاہر کرنے کی جب تک ان مقبول انسانوں کو انعامِ خدائی کی الہامِ خدائی کی حقیقت سے اجازت نہ موصول ہو، تب تک وہ فرقانی آیات کی تشریح اپنے علم کی صراحتوں سے مکمل طور پر نہیں کرتے۔

### سورہ کہف

کی یہ آیات بھی دین اسلام کا ایک خفیہ خزانہ ہیں، ان کی تشریح و تفسیر تو علمِ خدائی ہی مکمل طور پر کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مقبول انسان اپنے کشف و الہام سے، جو کچھ اللہ تعالیٰ



کی ذاتِ حق سے ان مطلوبہ آیات و احادیث کی تفسیر حقانی  
دریافت کرتے ہیں۔ اس کو اپنے توضیحی بیان سے اس طریقہ  
سے ظاہر کیا کرتے ہیں کہ ان آیات کے  
سرِ بستہ راز

کھلی نشانیوں سے ظاہر نہ ہونے پائیں۔ تاکہ۔  
قیامت کی نزدیکی اور زیادہ قریب نہ ہو جائے  
واللہ اعلم بالصواب



### سحر و طلسم کا اثر دُور

کرنے کیلئے قرآن مجید نے اپنی فرقانی آیات کو ظاہر کیا ہے!  
جس میں سورہ کہف کی کچھ آیات ہیں:۔  
آیات نمبر ۲۲ سے لے کر نمبر ۲۵ کے آخر تک

اور

نمبر ۹۵ سے لے کر آخر سورہ تک۔ یعنی نمبر ۱۰۹ ختم کرنے  
تک۔ یعنی سورہ کہف کے آخر تک  
انے آیات کو

فرقانی آیات بھی کہہ سکتے ہیں



اور ان کے عمل سے سحر و طلسم کے نقصان اور  
برے اثر کو دور اور زائل بھی کر سکتے ہیں۔ مگر ان  
آیات کا عمل انسانی اتقا اور صالحیت سے کرنا ضروری ہے  
تاکہ عامل کو آسمانی مخلوق اپنے علم کی کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے،  
واللہ اعلم بالصواب

یہ آیات مجھے

خفیہ خزانہ کی ایک قسم کی دولت ہیں !

واللہ اعلم بالصواب

اللہ تعالیٰ

اپنے احسان و کرم کی فضیلتوں سے مسلمانی ایمان کو قوی و مضبوط  
کر کے اپنی نصرت کو اچھی طرح ظاہر کرے۔ آمین

سورہ فلق

کا عمل بھی انسانی اتقا اور صالحیت رجالی سے پر مٹھن  
چاہیے۔ اسی طرح سورہ والناس کا عمل۔

انسان کے نفس کی شیطانیت سے عزائیل اور ابلیس شیطان نے  
بھی اپنی کمزوری کی پناہ مانگی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

انسان کے نفس کی شیطانیت کو دور کرنے کیلئے اپنی صالحیت کا ایسا عمل  
ظاہر کرنا چاہیے، کہ جس سے وہ غریب مسکین ظاہر ہو۔

وما علینا الا البلاغ



قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○

”کہ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے پروردگار کی“

مَلِكِ النَّاسِ ○

”جو لوگوں کا مالک ہے!“

إِلَهِ النَّاسِ ○

”جو لوگوں کا معبود ہے“

ربط :- جو رب ہے، وہی مالک ہے، جو مالک ہے

وہی معبود ہے، یعنی خلق کا معبود وہی ہو سکتا

ہے، جو خلق کو پیدا کرے، پالے۔ اور اس کا

مالک بھی ہو۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○

”چھپ کر دوسوہ ڈالنے والے کے شر سے!“

(اور وہ خناس ہے)

الَّذِي يُوسِّسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ○

”جو لوگوں کے سینوں میں دوسوہ ڈالتا ہے!“

مِنَ الْجَمَّةِ وَالنَّاسِ ○

”جنوں میں سے اور انسانوں میں سے۔“





## موٹر

لوہے کی کلوں کا ایک ڈھانچہ ہے۔ بے جان ہے۔ اپنے  
متعلق کچھ بول نہیں سکتی، باوجود اس کے اپنے اندر کی ہر شے کی  
تفصیل ہر وقت بتاتی رہتی ہے۔

کب سے لی ہے؟ کتنا فاصلہ طے کر چکی ہے؟

اس وقت کس رفتار سے چل رہی ہے؟

کتنا پٹرول ابھی باقی ہے؟

ابھی تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی ہے، اگر تیز کر دیں

تو اسی وقت اپنی تیزی سے آگاہ کر دے گی۔ کہ اب تیس

میل فی گھنٹہ کی بجائے چالیس یا پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار

سے چل رہی ہے۔ ہر میل طے کر چکنے کے بعد اپنے طے

کر دہ فاصلے میں اضافہ ظاہر کرتی رہتی ہے

یہ اللہ کے ایک بندے کی بنائی ہوئی کل کی استعداد ہے

کیا اللہ رب العلمین نے

اپنے اس سب سے بہترین شاہکار

انسانے

کو پیدا فرما کر سب ایسی ضروری باتیں اس میں نہ رکھی ہونگی؟

ضرور رکھی ہیں! اللہ رب العالمین نے انسان کو اپنی صورت

پہ پیدا فرمایا۔ احسن تقویم (نہایت ہی خوبصورت) بنا یا۔



دینِ فطرت پہ اس کی تکمیل کی، اور اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا۔  
 اللہ نے انسان میں ایک ضمیر پیدا کیا ہے۔ جو  
 ہر شے سے واقف ہے، یہ ضمیر ہی تو بول رہی ہے۔ اگر  
 کوئی۔ کوئی کتاب نہ پڑھے۔ نہ ہی کسی سے کوئی تفصیل  
 پوچھے، پھر بھی جب وہ کوئی کام کرنے لگتا ہے، اس کی  
 اپنی ضمیر اس کی پوری رہنمائی کرتی ہے، کہ یہ کام کرنا اچھا  
 ہے یا بُرا۔ چھوٹے سے چھوٹے کام کی اچھائی یا برائی سے  
 مطلع کرتی رہتی ہے۔

## ضمیر ایک میٹر ہے

جو اس کے تن میں لگا ہوا ہے، لیکن یہ اس کی پردہ نہیں کرتا!  
 جب بھی کوئی برا کام کرنے لگتا ہے، ضمیر اُسے روکتی ہے۔ جب  
 باز نہیں رہتا، اور برائی کر بیٹھتا ہے، پھر اس کی اپنی ہی ضمیر اُسے  
 ملامت کرتی ہے

انسان کی ضمیر ہی تو اللہ کی کتابِ مکنون  
 (چھپی ہوئی کتاب) ہے، جو ہر بندے کے اندر  
 موجود ہے۔

## انسانے کو

جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، عموماً مخلوق ہی کے شر سے پہنچتی ہے۔ اور



مخلوق میں ہر کوئی شامل ہے۔ ایمان والے بھی، کافر بھی،  
 مشرک بھی، منافق بھی۔ جن بھی، انسان بھی، درند بھی، خنزیر بھی  
 چرند بھی اور پرند بھی۔ کوئی ظاہر ہے، کوئی باطن۔ کوئی  
 اسے سحر کی بدولت نقصان پہنچانے کے درپے رہتا ہے، کوئی دل  
 میں اس کے حال پر حسد کی بنا پر جلتا رہتا ہے، اور حسد کے شر  
 سے اسے گرانے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بناتا رہتا ہے،  
 اس کا سب سے بڑا دشمن اس کے اپنے ہی اندر خناس ہے،  
 جس کا کام اسے راہِ حق سے بھٹکانا اور برائی کی طرف لے جانا ہے  
 وہ شب و روز ہمہ اوقات اسی گھات میں رہتا ہے۔ یہ اس سے  
 غافل ہے۔ وہ اس سے غافل نہیں !

### جب بھی

یہ کوئی کام کرنے لگتا ہے، اسے رد کرنے کے لئے ایسے ایسے  
 خیالات بندے کے دل میں ڈالتا ہے، کہ آخر وہ اس کام  
 سے رک جاتا ہے، انسان اپنے خناس سے کی پوری ماہیت  
 نہیں سمجھ سکا۔ جب یہ کوئی بات کہتا ہے، یا کوئی کام کرتا ہے، اس  
 کے ہر کام و کلام میں خناس پورا دخل دیتا ہے۔ یہ اس کی مدخلت  
 کے اندازہ نہیں سمجھ سکتا۔

خناس اس کا سب سے بڑا دشمن ہے

اس کے تن ہی میں رہتا ہے، دم بھر کے لئے بھی تن سے باہر نہیں جاتا۔



اور ہمہ وقت اسے نیکی سے باز رکھنے — اور — برے کاموں کی ترغیب دینے میں مصروف رہتا ہے — ہم نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ وہ کچھ نہیں کہتا، لیکن خود ہمیں نیکی اس انداز سے کرنے نہیں دیتا۔ جس سے کہ ہم لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں، یعنی ہم لوگوں کو برائی کے کاموں سے باز رہنے کی دعوت دیتے ہیں، لیکن وہ ہمیں کسی بھی برائی سے کلتیاً باز رہنے نہیں دیتا، جیسے ہم لوگوں کو باز رہنے کا حکم دیتے ہیں، — نیکی کے کاموں سے روکنا اور برائی کے کاموں کی دعوت دینا اس کا صرف ایک ہی مرقعہ ہے

ہمیں نیکی کی برکات کا علم یہ ہے!

ہم سارا دن نیکی کی فضیلت اور بدی کی نفوست کی لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں، لیکن — اپنے تئیں بھول جاتے ہیں، خود نہیں بھولتے

ہمارے جسم میں

کوئی ایسی طاقت پوشیدہ ہے، جو ہمیں ہمارے ارادے کے مطابق کام کرنے نہیں دیتی، اور کسی کو بھی نہیں کرنے دیتی، اور وہ طاقت خناس سے ہے۔

پس معلوم ہوا

جب تک خناس کو مغلوب نہیں کیا جاتا، کوئی بھی انسان اپنی مرضی کے مطابق نہ نیکی کر سکتا ہے، نہ بدی سے بچ سکتا ہے۔ ساری عمر اسی کشمکش میں گزار دیتا ہے — خناس خون کی طرح



انسان کی رگ رگ میں بتا ہے، اور ہم اس سے بے خبر ہیں  
 کما د میں خرگوش کو کتے کھیں مار  
 سکتے، اگر اُسے مارنا مقصود ہو، تو کما د سے باہر نکال کر  
 اس کے پیچھے ذرا کتے چھوڑیں، پھر اس کے بچنے کا کوئی امکان  
 نہیں، جب کما د سے باہر کھلے کھیتوں میں شکاری کتے خرگوش  
 کے پیچھے لگتے ہیں، تو خرگوش اپنی جان کو بچانے کے لئے کیا کیا بازیاں  
 لگاتا ہے، موڑ موڑ پر مڑتا ہے، شکاری کتے کبھی اپنے شکار کا پیچھا  
 نہیں چھوڑا کرتے۔ خرگوش بے چارہ اپنی جان کے بچاؤ کی  
 خاطر کبھی ادھر آتا ہے۔ کبھی ادھر جاتا ہے۔ کبھی کہیں چھپنے  
 کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن کھلے کھیتوں میں اسے چھپنے  
 کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں ملتی۔ شکاری اور سرکاری کتوں  
 کے آگے اس کا کوئی بس نہیں چلتا۔ جب ہانپنے لگ  
 جاتا ہے، کتے اُسے آدبوچتے ہیں۔ لیکن اُسے خود  
 نہیں کھاتے۔ بلکہ منہ میں پکڑ کر اپنے مالک کے حضور میں  
 پیش کر دیتے ہیں۔ کہ لیجئے۔ آپ کا شکار حاضر ہے !

### جب تک

آپ اپنے خناس کے پیچھے

ایسے نہیں پڑتے۔ جیسے کہ خرگوش کے پیچھے شکاری  
 کتے پڑا کرتے ہیں۔ یہ آپ کو۔ کبھی بھی کچھ کرنے



نہیں دے گا۔ ساری عمر — دو تین سال  
کے گرد گھومتا رہے گا۔ آپ کو ہر ادے گا۔

اور

خود بازی جیت جائے گا

بھولیو لو کو!

کدے پانی وچوں دی کسے مکھن کڈھیا اے

ہمارے

یہ موجودہ باتیں پانی میں مڑھیا فی کی مانند ہیں، اور اس سے  
کبھی مکھن نہیں نکلنا — اگرچہ کتنی دیر رڑکتے رہیں!

اللہ رب العالمین

ہمیں اپنے دشمن خناس سے

جو ہمارے اپنے ہی اندر موجود ہے

ایک باقاعدہ جنگ لڑنے کی توفیق عنایت فرمائے

امین

ہم جیتیں اور وہ ہرے

ہم اُسے شکست فاش دیکر اپنا غلام بنالیں

ساری عمر

وہ ہمارا حاکم بنا رہا ہے، — مردانگی یہ ہے کہ ہم اُسے



اپنا محکوم بنا کر اس پر حکومت کریں — اور۔

یہ اللہ ہی کی توفیق و عنایت سے ہو سکتا ہے

یہ جنگ کوئی بچوں کا کھیل نہیں

بڑے بڑے جو افراد اس میدان میں گھٹنے ٹیک گئے

اس نے بڑے بڑوں کو ہرا دیا، انکی ایک بھی چلنے نہ دی!

لیکن سے یہ کسی سے بھی نہ ہرا۔ ہر کسی کو اپنے ہاتھ کی پتیلی پہ چپایا۔

یہ اللہ کی راہ کا صریح دشمن ہے!

اللہ کی راہ میں نکلنے والے

جب تک اپنے دشمن سے پیٹ نہیں لیتے

کیونکر اس راہ میں سلامتی سے چل سکتے ہیں

باد شاہو!

کیا آپ نہیں دیکھتے — یہ راہ روکے کھڑا ہے، جب تک

آپ اسے دور نہیں ہٹا دیتے — کیونکر آگے چل سکتے

ہیں؟ — اسے اللہ کی راہ سے دور ہٹانے کی ترکیب کو

اصطلاح فقر میں جہاد کہتے ہیں

”جہاد اکبر“

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



روانگی کے وقت

جماعت سے

امیر کا خطبہ





عزیز سا تھیو !

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد۔

نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

لیکن

رسالت کا کام اسی طرح جاری ہے، اور قیامت تک جاری

رہے گا، یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت کے سپرد

ہے، اسی فرض کی ادائیگی کے لئے ہم صحابہ کرامؓ اور صوفیائے عظامؒ

کی سنت کے مطابق روانہ ہو رہے ہیں، ہمارے اس سفر کا

حقیقی مقصد ہماری اپنی اصلاح ہے، ہم دین سیکھنے کے لئے

اپنا کچھ وقت دین کا فہم رکھنے والوں کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں

تاکہ ہماری اصلاح ہو، اس کے ساتھ ساتھ جو باتیں

ہم سیکھیں، انہیں دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کی کوشش

کریں، تاکہ — دین اسلام پھیلے

امت کی اصلاح ہو — اور

باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کا حق ادا ہو — !

بھائیوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا ہمدردی اور —

خیر خواہی ہو سکتی ہے — کہ ہم اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان



کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو سنوارنے کے لئے کوشش کریں،  
مفسد مشورے دیں، اور انہیں دین کا احساس اس انداز و ترتیب  
سے دلائیں، کہ وہ خود

اپنی اصلاح کیلئے بے چین ہو جائیں  
اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دیگر بھائیوں کی اصلاح کا سبب بنیں  
اس طرح یہ عظیم کام ایک بمرہ گیر — اور

### عالمگیر تحریک

کی صورت اختیار کر لے۔ — اس سلسلے میں ایک بات کا خیال  
ضرور رکھنا چاہیئے، کہ ہمارا کام پیغام پہنچانا ہے، ہدایت دینا  
اللہ ہی کے بس میں ہے، ساری مخلوق کے دل اللہ کے دستِ  
قدرت کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جس دل کو جس  
طرف پھیرنا چاہتے ہیں، پھیر دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے فرض کی  
ادائیگی کے سلسلے میں لوگوں کے رویے کا بالکل خیال نہیں  
کرنا۔ — ہیں اپنا کام کرنا ہے، اور انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے

### ہم لوگ

محض (اللہ) کے لئے (اللہ) کی راہ میں نکل رہے ہیں، (اللہ)  
کی رضا کے سوا ہماری اور کوئی غرض و غایت نہیں، ہم (اللہ)  
کی مخلوق کی طرف (اللہ) کا حکم لے کر نکلتے ہیں۔ ہمارا کام ہر کسی  
کو (اللہ) کے دینِ اسلام کی دعوت دینا ہے، ہم کسی ایک



## فرقے کی تبلیغ

نہیں کرتے، سارے اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اگر ہمیں اس راہ میں کوئی بُرا عہدہ ملے، یا مذاق اڑائے، یا ہمداری کسی نقل و حرکت یا عمل پہ نکتہ چینی کرے۔ یا ہم پہ کوئی الزام لگائے یا کسی مسجد میں داخل ہونے سے روک دے، کہ ہم نے اس مسجد میں تمہیں داخل ہونے نہیں دینا۔ یا مسجد میں بیٹھے دیکھ کر ہمیں کہے، کہ یہاں سے نکل جاؤ۔ یا جب ہم راستے میں (اللہ) کا ذکر کرتے ہوئے چلیں، تو ہماری تقلیں اتارے، یا تقریر کے دوران روک دے، کہ مت کرو۔ تو ہم نے ان تمام باتوں کو نہایت تحمل مزاجی سے سن کر چُپ ہو جانا ہے، کسی بھی بات کا اور کسی کو بھی اور کوئی جواب نہیں دینا۔ ہر کسی کی سن کر۔ اچھی ہو یا بُری۔ خاموش رہنا ہے۔ کوئی جواب نہیں دینا۔ اور دل میں بھی بُرا نہیں منانا۔ بلکہ خوش ہونا ہے۔ کہ۔

(اللہ) کی راہ میں آپ کی ایسی بے ستدری ہوئی، (اللہ) اس کا بدلہ دے گا۔ جس نے بے ستدری کی۔ اس کے لئے دل سے دعا مانگیں۔ (اللہ) اس کا بھلا کرے!

اُس کی بے رُخی کی بدولت  
 نہ جانے (اللہ) ہمیں کیا بدلہ دے



گو یا حقیقتاً وہ ہمارا محسن ہے

اُس کے احسان کا بدلہ دعا میں دیے

اگر کوئی مسجد میں داخل ہونے ہی نہ دے، تو اصرار نہ کریں، اس لئے کہ تبلیغ صرف مسجد ہی میں نہیں ہوتی، جہاں بھی کوئی ہو، وہیں ہو سکتی ہے۔ ہم لوگ دین کی محبت کا ایک پیغام لے کر نکلے ہیں، ایک دوسرے سے لڑنے نہیں نکلے، ہم نے کسی سے بھی کبھی نہیں لڑنا۔ لڑنا تو درکنار کسی کے متعلق دل میں کوئی بھی بات نہیں آنے دینی۔ جس بھی انداز میں شیطان نے ہمیں مجبور کرے، کہ ہم کچھ بولیں۔ تاکہ ثواب کے اجر سے محروم نہ رہیں، ہم نے شیطان کے کسی حربے کو کامیاب نہیں ہونے دینا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز !

ہم نے

جہاں بھی جانا ہے، اور جس کے پاس بھی جانا ہے۔ دین ہی کے لئے جانا ہے۔ دین کے سوا ہماری کوئی اور غرض و غایت نہیں۔ نہ ہم عالم ہیں، نہ صوفیے۔ البتہ جو بات ہمیں (اللہ) اور (اللہ) کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے، اس کو پہنچانے جانا ہے۔ ہر کسی کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر دین کی جو بھی سمجھ ہیں غیب ہوئی ہے، اسے سمجھانے جانا ہے۔ اگر کوئی ہمیں برا بھلا کہے، ہم نے اسے صبر



سے برداشت کرنا ہے — اور کہنے والے بھائی کو کوئی جواب  
نہیں دینا — نہ ہاں — نہ ہوں

بالکل خاموش ہو جانا ہے !

ہم سے جس نے بھی جو کہنا ہے، حسد ہی کی بنا پہ کہنا ہے،  
اور ہم نے اس کا کوئی جواب نہیں دینا — دل میں بھی اُسے برا  
نہیں سمجھنا — یہ سمجھ کر — کہ ہم دین کے لئے ان کی خدمت  
میں حاضر ہوئے، انہیں کوئی تکلیف نہیں دی، پھر بھی انہوں نے  
ہم سے جو سلوک کیا ہے، عین حکمت پہ مبنی ہے، یقیناً ہم  
اسی لائق ہیں — اگر یہ ہماری تکریم کرتے — شاید ہم سُست  
ہو جاتے، اس تکریم سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہوتا — (اللہ ہمیں  
اس مختصر سی جدوجہد کا پورا احسن عنایت فرمانا چاہتے ہیں  
جس کے کہ ہم بے حد شکر گزار ہیں،

دراصل ہم

تحسین و تنقید سے بالکل بے نیاز ہیں

ہمیں کوئی کچھ کے

ہمیں اس کی مطلق پروا نہیں

اس لئے کہ

ہم اللہ کیلئے اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ہیں



آپ کے لئے نہیں  
نہ ہی ہم آپ کو کسی بھی طرح خوش کر سکتے ہیں۔

ہمارا یہ سارا معاملہ  
اللہ کے ساتھ ہے  
سفر کے شروع ہونے سے واپسی تک ان باتوں کا خصوصی  
خیال رکھیں

- \* سب ساتھی امیر کی اطاعت کا پورا خیال رکھیں،
- \* چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ اس سفر میں ہر نیکی  
سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے
- \* سب ساتھی اکٹھے بیٹھیں اور اکٹھے ہی رہیں
- \* ہر آدمی اپنے دل میں اس احساس کو بیدار رکھے، کہ میں نے اتنے وقت  
کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی ہر صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے  
لئے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اب اس کے  
علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہونا خیانت ہے،
- \* جب کسی سے اپنا تعارف کروانا ہو، تو امیر کی طرف سے مقرر کردہ  
متکلم اپنا تعارف کرائے، اور باقی دوست سروں کو اللہ کے حضور  
میں جھکائے ذکر کرتے رہیں، اور ہر بات چیت پوری توجہ کے سنیں



کوئی دوست کسی اور طرف متوجہ نہ ہوا چاہے کوئی کتنی ہی دیکش پذیر ہو،  
 \* اسی طرح — جب اجتماع میں کوئی دوست خطاب کرے، تو باقی دوست  
 بالکل اسی طرح متوجہ رہیں، اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے سامعین  
 کی توجہ خطاب سے ہٹ جائے۔

\* ہم سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں ہمارا  
 کوئی بھی کام سنت کے خلاف نہ ہو، ہر چھوٹے بڑے کام میں سنت کی  
 اتباع کریں، تاکہ لوگ ہمارے عمل کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکیں،  
 \* اگر کوئی صاحب ہمارے کسی عمل پہ غصہ نہ تنقید کرے، تو  
 اس کی تجویز کو شکریہ کے ساتھ قبول کریں، اگر کوئی صاحب بلا وجہ  
 اعتراض کرے، تو بھی ان سے نہ الجھیں، بلکہ نہایت نرمی سے اپنی  
 کم علمی کا اعتراف کر کے ان کا شکریہ ادا کریں، تاکہ اللہ ہم سے  
 راضی ہوا اور انہیں ہمارے ساتھ الجھنے کا کوئی موقع نہ ملے۔

اَبْہَم

اللہ سے دعا کرتے ہیں  
 کہ جسے عظیم کام کے لئے

ہم

حقیر و ناچیز گناہگاروں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے  
 ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے!



ہم اس قابل نہیں ہیں

محض اللہ اور اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے

حکم کے پیش نظر — اور ہو گا کر شہیدوں میں نام  
لکھوانے کے لئے چل رہے ہیں — اللہ تعالیٰ  
قبول فرمائے — آمین !

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

آمَنِينَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ  
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ آمَنِينَ

امروز سعید : پنجشنبہ ۲۷ ذیقعدۃ البغیب ۱۳۸۹ ہجری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَعْنِي بِأَقْوَمِ

دَارُ الْإِحْسَانِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ  
وَأَعُوذُ بِكَ



جَهَادًا كَبِيرًا

تأليف محمد پرکاش علی روضیانی معنی مشہ

المقام الثانی استخفاف المصطفین ۵ دارالاحسان بیروت



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ  
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ ط

أَمَّا بَعْدُ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

فَلَا تُطِيعُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ

جِهَادًا كَبِيرًا

”پس کافروں کا کمانہ مان، اور اس (قرآن کریم)

کے ساتھ اُن سے جہاد کر۔“

جہاد اکبر“



وَقَالَ

”جو کافر (شیطان) انسان کے اپنے اندر ہے،

وہ ان (کافروں) سے کہیں زیادہ سخت و خطرناک ہے“





## غزوہ بدر

غزوہ — جہاد کے اس معرکہ کو کہتے ہیں — جس میں کہ —  
حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
بہ نفس نفیس شامل ہو کر کفار سے لڑے ہوں !  
بدر — ایک کنوئیں کا نام ہے، جو اس وادی میں تھا —



حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوسفیان کے (شام سے واپس) آنے کی  
خبر سنی۔ تو مدینہ والوں سے مشورہ کیا — عبادہ بن صامتؓ نے کھڑے  
ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! قسم ہے اس ذات کی جس  
کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر آپؐ ہم کو یہ حکم دیں کہ ہم اپنی سواری  
کے جانوروں کو دریا میں ڈال دیں، تو ہم ایسا ہی کریں گے، اور اگر آپؐ  
فرمائیں گے، کہ ہم اپنی سواریوں (راؤٹوں اور گھوڑوں) کے جگر کو برک  
خداد تک ماریں، تو ہم ایسا ہی کریں گے (برک خدادین کا ایک شہر ہے) —  
(مطلب یہ ہے کہ اگر آپؐ حکم دیں گے، کہ برک خداد تک اپنے اونٹوں  
اور گھوڑوں کو دوڑاتے چلے جائیں، تو ہم کو انکار نہ ہوگا)۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
لوگوں کو جنگ کے لئے تیار کیا۔ اور لوگ آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئے



اور بدر کے مقام پر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو! دیکھو!) یہ جگہ فلاں شخص کی نعش کی ہے، یعنی وہ یہاں ہلاک ہو کر گرہا۔ اور یہ جگہ فلاں شخص کے قتل کی ہے، (اسی طرح آپ نے شترکف کے لئے جگہ مقرر کی) پھر جو مقامات آپ نے متعین کئے تھے، ان میں سے ایک بھی متجاوز نہ ہوا۔ جہاں آپ نے ماتھر کھاتھا۔ وہ کافر اسی جگہ ہلاک ہوا۔  
(مسلم / مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳۸ شمار ۵۵۹۱)



## غزوہ بدر

دنیا کے اسلام کی تاریخ میں حق و باطل کی جنگ کا سب سے پہلا معرکہ ہے۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گنتی کے چند صحابہ کرام کے ساتھ۔ جن کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۲) تھی۔ بہ نفس نفیس لڑے۔ ایک طرف تین سو تیرہ صحابیؓ۔ شترادٹ ڈو گھوڑے، چھ زہریں اور کل آٹھ تلواریں تھیں۔ کوئی اور سازد سامان ساتھ نہ تھا۔ نہ ہی کوئی کھانے پینے کا سامان رکھتے تھے۔ اگر رکھتے تھے۔ تو۔ صرف اللہ کو۔ اللہ کے سوا کوئی اور شے ان کے پاس نہ تھی۔ تین سو تیرہ غازیوں کی ایک غنّی سی جماعت۔ جب (اللہ) کے لئے (اللہ) کے بھروسے پہ نکلی۔ (اللہ) ان کے ساتھ تھا۔ حبیبیل ان کے



ساتھ تھا۔ حبیبؑ کا گھوڑا ان کے ساتھ تھا۔ گویا  
ساری خدائی ان کے ساتھ تھی۔ پھر کیونکر کوئی انہیں منسوب  
کر سکتا تھا ؟

### اللہ کی یہ جماعت

جب اللہ کے بھروسے پر بدر کی طرف روانہ ہوئی۔ دو سیاہ  
جھنڈے لئے ہوئے تھی۔ ایک جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ  
اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھا۔

### یہ لشکر

اللہ کے رسول مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی قیادت میں اللہ کے دشمن ابوجہل کے خلاف بدر  
کی طرف روانہ ہوا۔ نہ کسی کے پاس کوئی توپ تھی، نہ بندوق  
اگر کچھ تھا۔ تو صرف۔۔۔ آٹھ تلواریں اور چھ زہریں  
پکھالوں میں پانی تک نہ تھا !

جب اللہ کی یہ سختی سی جماعت پھٹے پرانے کپڑوں میں لبوس۔  
پابرہنہ، پیاس کی شدت سے خشک لبوں کے ساتھ بدر کے صحرائیں  
اتری۔ دفعتاً رحمت باری جوش میں آئی۔ ابر کا ایک ٹکڑا ریگستان  
کی ساری دلدی میں چھا گیا۔ اور رحمت کا مینہ برسنے لگا۔ سرد ہوائیں  
شروع ہوئیں۔ ٹھکان دور ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے دن خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی —

”اے اللہ! میں تجھ سے تیری امان اور تیرے وعدہ کا۔

(جو تو نے ہم سے کیا ہے) ایثار چاہتا ہوں۔ اگر تو اے

اللہ! یہ چاہتا ہے (کہ مومن ہلاک ہو جائیں) تو آج کے بعد

تیری عبادت نہ کی جائے گی!“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہی فرمانے پائے تھے، کہ حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا — جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بس اتنا ہی کافی ہے، آپ نے دعا میں

اپنے پروردگار سے بہت مباہلہ کیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم تیزی کے ساتھ خیمہ سے باہر آئے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے تھے — اور (بلند آوازیں) یہ آیت پڑھی

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ

”عنقریب ان جماعتوں کو شکست ہوگی — اور پیٹھ دے کر

بھاگ جائیں گی!“



سترہ رمضان المبارک

کی صبح کو سورج فتح الہیب کا مشرودہ سے کر طلوع ہوا۔

تو حق و باطل کی دونوں جماعتیں اس طرح میدان میں اتریں۔ کہ



عبداللہ، معاذ اور عوف۔ اللہ کا برکت والا نام  
 لے کر اللہ کے دشمنوں کے خلاف میدان کارزار میں اترے۔ جب  
 انہوں نے رعبز پڑھا۔ تو ابو جہل بول اٹھا کہ یہ عرب کے  
 گڈریئے ہیں۔ ہم ان سے لڑنا اپنی شان کے شایاں نہیں سمجھتے۔  
 ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے ہم جیسوں کو بھیجا جائے!

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر قوم، ثم مصطفیٰ  
 والمرقنی سیدنا حضرت حمزہ۔ حضرت حیدر کرار  
 علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبادہ بن  
 صامت کو لڑنے کے لئے مامور فرمایا۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ اللہ کی تلوار تھے۔ پہلے ہی وار میں  
 ولید کو تہ تیغ کر دیا۔ اس سے نیٹتے ہی شیبہ پہ جو  
 عبادہ بن صامت سے برسرِ پیکار تھا۔ پلٹے۔ اور ایک ہی  
 وار میں اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ اس کے بعد گھمسان کارن پڑا  
 عام جنگ شروع ہوئی۔ اور آن کی آن میں کفار کا شرک  
 بھاگ نکلا۔

### اسے جنگِ مدینے

حضرت جبریل علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار کفار سے لڑے،  
 حدیث ملاحظہ ہو:۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، کہ جب اس روز (یعنی بدر کے دن)



ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ ناگہاں اس نے چابک کی آواز سنی، جو اس کے سامنے بھاگا مارا تھا۔ پھر اس نے ایک سوار کی آواز سنی۔ جو کہہ رہا تھا۔ حیزوم (یہ حضرت جبریلؑ کے گھوڑے کا نام ہے) پھر اس مسلمان نے۔ جو اس مشرک کو پھینکا کر رہا تھا۔ دیکھا۔ کہ وہ (مشرک) اس کے سامنے چپٹ پڑا ہوا ہے، اس کی ناک پر نشان ہے۔ اور اس کا منہ چٹ گیا ہے (یعنی کوڑے کی ضرب سے)، اور جہاں کوڑا پڑا تھا۔ وہ تمام جگہ نیلی ہو گئی ہے۔ اور وہ مسلمان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تو سچ کہتا ہے!" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ فرشتہ (جس نے اس مشرک کے کوڑا مارا تھا) تیسرے آسمان کی امدادی فوج کا فرشتہ تھا!"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے، کہ جنگ بدر میں شتر آدمی کافروں کے مسلمانوں نے قتل کئے اور شتر کو گرہنار کیا۔  
(مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ ۳۸۱ - شمار ۵۵۹۳)



ہمارے لشکر کے تین سو تیرہ صحابہؓ ہیں سے۔ جن میں شتر مہاجر اور ۲۳۶۔ انصار تھے۔ پھر مہاجر اور آٹھ انصار شہید ہوئے۔ اسے کے مقابل۔



کھٹار کے شتر سردار جہنم واصل ہوئے۔ شتر قیدی  
بنائے گئے۔ باقی دم دبا کر بھاگ گئے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ ”ان قیدیوں کو قتل کیا جائے“  
حضرت صدیق اکبرؓ نے سفارش کی۔ ”انہیں چھوڑ دیا  
جائے! چنانچہ یہ سفارش مقبول ہوئی۔ اور۔  
انہیں چھوڑ دیا گیا!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن گزر جانے کے  
بعد مقتولین بدر کو خطاب اور عتاب کیا۔ ”کہ جس عذاب  
کی بابت میں تمہیں ڈرایا کرتا تھا۔ ہے نا اس عذاب کو پہنچے!“  
مقتولین بدر کو بدر کے کنوئیں میں ڈالا گیا تھا۔  
جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خطاب و  
عتاب فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔

”کہ آپ مردوں سے کیا خطاب کر رہے ہیں؟“

اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا أَنْتُمْ يَا سَمْعَ لِمَا أَقُولُ لَهُمْ

وَلَكِنْ لَا يُجِيبُونَ

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے بہتر نہیں سن رہے۔ البتہ  
یہ جواب نہیں دے سکتے!“





# جہاد اکبر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر سے  
واپس تشریف لائے، تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا :

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ لِي

الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ

ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ

رہے ہیں!

— یعنی —

ہمارا کفار سے لڑنا، انہیں قتل کرنا، قیدی بنانا، ہمارے اصحاب  
کا اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں شہید ہونا، اگرچہ ایک اہم کارنامہ ہے  
پھر بھی یہ جہاد۔ جہاد اصغر ہے۔ جہاد اکبر نہیں۔ اور اب  
ہمارا اللہ کے دشمن کفار کو بچھاڑ کر اپنے اپنے گھروں میں واپس آنا گویا

جہاد اکبر

کی طرف واپس لوٹنا ہے



# جہاد فی سبیل اللہ کا حقیقی مفہوم

اللہ رب العالمین نے

اس عالمِ فناء کو کُن کہہ کر تخلیق فرمایا۔ پھر بنی نوعِ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ اور اولوالعزم انبیاء و مرسلین کو فریضہ نبوت و رسالت کی تمیل کے لئے بھیجا اور فرمایا۔ ”کہ میرے یہ رسول میرے مقبول نمائندے ہیں“ یہ جو کچھ بھی کہتے ہیں۔ میری ہی طرف سے کہتے ہیں۔ جب تک میں ان کو کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔ کچھ نہیں کہتے۔“ پھر حکم دیا۔

”ان پہ ایمان لاؤ۔ جو یہ کہیں کرو۔ اور جن کاموں سے باز رہنے کا حکم دیں۔ باز رہو!“ پھر فرمایا۔

”ان کی اطاعت میری اطاعت۔ اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے!“



تمام انبیاء و مرسلین نے اس عالم و جود میں۔ تین ہی باتوں کی تبلیغ کی۔  
 \* اللہ کی توحید پہ ایمان لاؤ !



- ✱ دنیا و آخرت کے لئے صالح اعمال کرو
- ✱ میرے بعد جو رسول آئے، اس کی رسالت پہ ایمان لاؤ

### لیکن

- ہمارے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
- صرف دو باتوں کی تبلیغ کی —
- ✱ اللہ کی توحید پہ ایمان لاؤ !
- ✱ دنیا و آخرت کے لئے صالح اعمال کرو

### تیسری بات

- کی تبلیغ میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے
- خطبہ میں اس طرح فرمائی —
- لوگو! نہ میرے بعد کوئی نبی ہے۔ اور نہ ہی
- تمہارے بعد کوئی امت — یعنی میں آخری
- نبی اور تم آخری امت ہو۔ اور اب قیامت
- تک کسی دوسرے رسول اور نبی مرسل نے نہیں
- آنا۔ اور نہ ہی کوئی اور امت پیدا ہونی ہے!
- اللہ رب العلمین نے تمہیں خیر امت
- یعنی امتوں میں چنی ہوئی امت — ایک
- برگزیدہ امت کے لقب سے ملقب کیا ہے!





ہمیں کیوں چُنا گیا — ؟

ہم میں وہ کونسی خوبی ہے — جس کی بدولت ہمیں ہمارے  
اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار امتوں میں سے چُنا ہے ؟

جو بَندہ

بندوں میں سے چُنا جاتا ہے، اس سے ہم یہ مراد لیا کرتے  
ہیں۔ کہ اسے کسی خاص ذمہ داری کی اسامی پہ مامور کیا جائے  
گا۔ — تبھی اسے چُنا گیا ہے :

کیا آپ نے

کبھی اس بات پہ بھی غور فرمایا ہے — کہ اللہ رب العالمین  
نے آپ کی امت کو تمام سابقہ امتوں میں سے کیوں چُنا ہے ؟  
اس لئے۔

اور صرف اسے لئے۔

کہ — دین مکمل ہو چکا — انبیاء و مرسلین  
کا آنا حتم ہو چکا — اب قیامت تک کسی بھی  
نبی یا مرسل نے اس دنیا میں تشریف نہیں لانی

اور — منصبِ رسالت و نبوت

کے تمام فرائض — جنہیں سرانجام دینے کیلئے  
اللہ اپنے رسولوں کو بھیجا کرتا تھا۔ اب اس



اُمت کے بندوں نے ادا کرنے ہیں۔ ان بندوں  
میں سے آپ ایک بندے ہیں، یہ ذمہ داری  
ساری اُمت کے ذمہ ہے۔ میرے ذمہ ہے۔  
آپ کے ذمہ ہے۔ اُن کے ذمہ ہے۔ ان  
کے ذمہ ہے۔ اور کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں،



### مومن

جب جماعت کی شکل میں (اللہ کے لئے) ملک میں  
(اللہ کے بندوں کو) دینِ اسلام کی

### دعوت و تبلیغ

کے لئے نکلتے ہیں۔ خواہ وہ لاؤ شکر سمیت ہوں۔ جیسے  
کہ حنابلہ و طارِق کے جوش۔  
خواہ تنہا۔ جیسے۔

سیدنا علی حسن مجہوری

اور۔ خواجہ اجمیری

تواضع دین میں اسے۔

جہاد فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔!

اللہ رب العالمین نے ہمیں حکم دیا ہے۔

کہ میرے بندوں کو احسن طریقہ سے میری طرف بلاؤ۔ انہیں



نہایت علم و حکمت سے میری توحید اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دعوت دو۔ اگر وہ کسی بھی نصیحت کو نہ مانیں۔ ایمان لانے پر رضامست نہ ہوں۔ بلکہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ پھر ان سے لڑو!

گویا۔۔۔ لڑائی جہاد کا ابتدائی نہیں۔ انتہائی قدم ہے جہاد فی سبیل اللہ کا مدعا جدال و قتال نہیں

## دعوت و تبلیغ یہ

جہاد فی سبیل اللہ سے قتال مقصود نہیں۔ دعوتِ ایمان مقصود ہے!

## چونکہ

بندوں کا (اللہ) کے لئے (اللہ) کے ملک میں (اللہ) کے پیغام کو بے کر (اللہ) کی مخلوق کی طرف نکلنا۔ (اللہ) کا پسندیدہ کام ہے۔ اس لئے (اللہ) نے اپنی راہ میں نکلنے والوں کے لئے بڑے بڑے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایسا وعدہ۔ جو کسی بھی اور کام کرنے والے کے لئے نہیں فرمایا۔



جہاد کے لغوی معنی ہیں۔ کسی کام کو پاپہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش کرنا۔ یہاں تک۔ کہ اگر جان قربان کرنے کی بھی ضرورت پڑے، تو دریغ نہ کرنا۔



اللہ کی راہ میں نکلنے والے بندوں کو اصطلاح دین میں

## مُجَاهِدِین

کہتے ہیں — مجاہدین اپنی جان کو ہتھیلی پہ رکھ کر نکلا کرتے ہیں،  
 قدم قدم پہ — اور بات بات پہ اللہ کے لئے — اللہ کی  
 دی ہوئی جان دار دینے کو — سعادتِ عظمیٰ سمجھا کرتے ہیں —  
 اپنی جان کبھی بھی بچا کر نہیں رکھا کرتے — جب وہ اپنی جان کو  
 تن سے نکال کر اپنی ہتھیلی پہ رکھ لیتے ہیں — ہر خوف و خطر سے  
 بے خطر ہو جایا کرتے ہیں۔ موت و حیات کے عفتدوں سے کلیتہً  
 بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہستی  
 کی ساری دکان لٹا دیا کرتے ہیں۔

## حِکْمَت

ہستی کی دکان کا محبوب ترین سامان ہے، سامانِ جان کے  
 لئے ہے، جانِ سامان کے لئے نہیں — جب وہ اللہ  
 کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں —  
 پھر کائنات کی کسی بھی اور شے کی طرف خیال نہیں کرتے۔  
 حِکْمَت بندے کی بڑی پیاری چیز ہے — بندہ ہر شے  
 قربان کر دیتا ہے، جان قربان نہیں کرتا — جان کی قربانی  
 حَسَد درجہ کی قربانی ہے۔ جس سے بھی اللہ کے لئے  
 اپنی جان قربان کی — حیاتِ جاوداں پائی — مَر کر



بھی زندہ رہا۔ — جان کی فتر بانی ہی۔ — جان کی ابدی زندگی  
کا ذریعہ جباتی ہے۔ — حیاتِ فانی کی فتر بانی کا انعام

### حیاتِ جاودانی

ہے۔ بندے کا اللہ کے لئے۔ — اللہ کی راہ میں فتر بان  
ہونا ایسا ہے۔ — جیسا کہ آپ حیاتِ پنا — (اللہ  
نے اپنی راہ میں جان فتر بان کرنے والوں کی شان میں اپنی  
کتاب قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے :

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ  
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○

”یعنی جو (لوگ) اللہ کی راہ میں مارے جائیں۔ — انہیں مردہ  
مت کہو۔ — وہ تو زندہ ہیں۔ لیکن تم نہیں سمجھتے“ (البقرہ: ۱۵۵)



### اللہ رَّبُّ الْعَالَمِينَ

اپنی راہ میں جان فتر بان کرنے والوں کو اپنے مقبول بندوں کی  
زبان پر ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔ — ان کا نام زندہ رہتا ہے۔ — کام زندہ  
رہتا ہے۔ — وہ زندہ رہتے ہیں۔ — اور ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ — اللہ  
انہیں روزی عنایت فرماتے ہیں۔

سنیں واضح ہو۔ — کہ اللہ کی راہ میں جان فتر بان کرنے  
والوں کو کوئی بھی اذیت محسوس نہیں ہوتی۔ — اگرچہ ان کا



بدن چھپلنی کر دیا جائے —

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

”شہید کو صرف اتنی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جتنی کہ کسی کو چوینٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے!“

یعنی — اللہ کی راہ میں جان دینے والے کو کوئی

تکلیف محسوس نہیں ہوتی — شہادت کا شوق موت کی اذیت پر غالب ہوتا ہے — اور وہ ہنستا کھیلتا جان کی بازی لگادیتا ہے۔

(اللہ کے راہ میں)

اللہ کے لئے نکلنے والوں کے دلوں میں یہ حق الیقین

ضرور ہو۔ کہ ہر کوئی اپنے حمایتی کا حمایتی ہوتا ہے۔ اگر کوئی

اللہ کے دین کی حمایت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے — (اللہ

اس کی حمایت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے !

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن

تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَ

يُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے

دین کی مدد کرو گے اور تمہاری مدد کرے

گا۔ اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

(مُحَمَّد : ۷)

بے شک کسی کا اللہ کے دین اسلام کی حمایت میں کھڑا

ہونا — گویا اللہ کی حمایت میں کھڑا ہونا ہے — اور



جو اللہ کے دین کی حمایت میں کھڑا ہوا۔ اللہ کی  
قسم — اللہ کی حمایت میں کھڑا ہوا۔ اللہ کی حمایت  
سے بڑھ کر اور کس کی حمایت ہو سکتی ہے! — اور —  
جس کا (لگا) حمایتی ہوتا ہے۔ اللہ کی ساری خدا کی بھی اس  
کی حمایتی ہوتی ہے

جہاں رب — وہاں سب



اللہ رب العالمین نے فرمایا :

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ  
جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ  
دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ  
هُمْ الْفَائِزُونَ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور  
انہوں نے محسرت کی اور جان و  
مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔  
اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہیں  
اور وہی کامیاب ہوئے ہیں



التوبہ

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

فَلَا تَطِعِ الْكَافِرِينَ وَ  
جَاهِدْهُمْ يَوْمَ جِهَادٍ  
كَبِيرٍ

پس کافروں کا کہا نہ مان،  
اور اس (قرآن) کے ساتھ ان سے  
جہاد کر۔ بڑا جہاد





# جہاد اکبر کا حقیقی مفہوم

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ  
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ  
فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ  
(الفرع ۲۰-۲۱)

اور جو کوئی اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا  
ہونے سے ڈرا، اور جس نے اپنے نفس  
کو اس کی خواہش سے روکا۔ پس بیشک اس  
لیئے بہشت ہے جگہ رہنے کی۔



یعنی کسی کا اپنے نفس کو (اللہ اور اللہ کے رسول  
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر مجبور کرنے اور  
ہر بات میں اس کی خواہشات کی مخالفت کرنیکی جدوجہد کو

## جہاد اکبر

کہتے ہیں — اور یہ ساری عمر جاری رہتا ہے !  
جب تک روح نفس کو اپنا مرید نہیں بنا لیتی — یہ جنگ  
جاری رہتی ہے !

واضح ہو — کہ جب تک اللہ کے طالب سے اس کا نفس  
اور اس کی عقل بیعت نہیں کرتی — اس کی بیعت معتبر نہیں — !

## طریقت میں

اہل سلوک اپنے نفس کو اپنا مرید بنایا کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی



عقل کو — جب تک کسی صاحب سلوک سے اس کا نفس اور  
اس کی عقل بیعت نہیں کرتی — اس کا کسی کو بیعت کرنا رواجی ہے  
حقیقی نہیں —

### انسان کے

جسم الوجود میں جو طاعتیں حبوہ گرم ہیں — جب تک کوئی  
سالمک ان کا عکارفے نہیں ہوتا — کبھی (شکے کا  
عکارفے نہیں ہو سکتا :

بکندہ جب اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے، تو اس نتیجہ پر پہنچتا  
ہے کہ حقیقتاً اس کا کوئی بھی عمل صالح نہیں — ہر عمل میں کوئی نہ کوئی  
نقص — اور کوئی نہ کوئی کمی پائی جاتی ہے — اس نقص و کمی کو  
دور کرنے کی مہم ہی کا نام جہاد اکبر ہے —

### جب بندہ

اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کا نتیجہ کر کے اپنے اعمال کا جائزہ لیتا  
ہے، تو اسے پتہ چلتا ہے — کہ اس کے اعمال ملے جکے ہیں —  
صالح بھی ہیں — اور سُوء بھی — یعنی نیک بھی ہیں — اور کبدہ  
بھی — اور یہ — کہ — جو نیک ہیں، ان میں بھی کسی نہ کسی  
امدانہ میں برائی کی آمیزش پائی جاتی ہے —  
بکندہ جب اپنے حال پہ غور و فکر کرتا ہے، تو اس عقیدے  
پہ متحیر ہو جاتا ہے — یہ اللہ ہی ایمان بھی لاتا ہے، اور کلمہ بھی



پڑھتا ہے، نماز بھی ادا کرتا ہے۔ روزے بھی رکھتا ہے۔ زکوٰۃ بھی دیتا ہے۔ حج بھی کرتا ہے۔ نیکی کے کام بھی کرتا ہے۔ ذکر و فکر میں بھی مشغول رہتا ہے۔ باوجود ان سب کے، اُسے کسی بھی چیز میں کوئی روحانی لذت محسوس نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا دل اللہ کے ذکر سے متراپ پڑتا ہے !

### یہاں تک

کہ جب نماز میں مشغول ہوتا ہے، تو بدن اس کا تمام دنیاوی مشاغل ترک کر کے (اللہ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن دل بالکل اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ : و اہیات خیالات میں مشغول رہتا ہے۔ نماز کی نیت کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ زبان سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ لیکن دل بالکل اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے۔ اس کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ گویا۔۔۔ تَن تو نماز میں ہوتا ہے۔ مَن نماز میں نہیں ہوتا۔ تَن نے نماز پڑھی۔ مَن نے نہیں پڑھی۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد دل کی حالت جوں کی توں رہی۔ چاہیے یوں تھا۔ کہ نماز سے فارغ ہو چکنے کے بعد فرض کی ادائیگی کی برکت سے دل شاد ہو جاتا، لیکن دل کی حالت جیسی نماز پڑھنے سے پہلے تھی۔ پڑھ چکنے کے بعد بھی ویسی ہی رہی۔ بندہ جب ان باتوں پہ گہرا غور و فکر کرتا ہے۔ تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے۔ کہ



بندے کے تن میں کوئی ایسی طاقت ہے، جو من کی موافقت  
نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے، کہ باوجود ایسی اور اتنی جدوجہد  
کے — نہ من مو من ہے — نہ تن — نہ میرا — نہ تیرا —  
نہ اس کا — نہ اس کا — !

بندہ اپنے سے باہر رہ کر زندگی گزارنے کا عادی ہے  
اپنی طرف نہیں — اوروں کی طرف دیکھتا ہے — اپنے اعمال  
پر نکتہ چینی نہیں کرتا، دوسروں پر کرتا ہے

اپنی اصلاح کی پرواہ نہیں کرتا،  
دوسروں کی اصلاح کے پیچھے پڑا رہتا ہے !  
اپنی تحسین کرتا ہے — دوسروں کی تنقید کرتا ہے  
اپنے کسی بھی عمل پر نکتہ چینی نہیں کرتا — اور — نہ ہی  
اُسے یہ بات پسند ہے — کہ کوئی اس پر ذرا سی بھی نکتہ چینی  
کرے — اِسے حجاب میں — اس کی  
ساری عمر کٹ جاتی ہے !

اس عقدے کو

حل کرنے کے لئے بندہ جب اپنے من

کی دنیا میں داخل ہوتا ہے، تو اسے پتہ چلتا

ہے کہ اس تن میں کیسی کیسی چیزیں کیا کیا کام کر رہی ہیں !

ہو سکتا ہے، کہ ہر کوئی اس حقیقت سے متفق نہ ہو۔ لیکن ہے یہ سچ !



میں

اپنے دوستوں کی راہنمائی کے لئے

تن کی حقیقت کا جو راز مجھ پر مُنکشف ہوا

اس قرطاس سعید پر متلم بند کرتا ہوں — اور

اللہ سے دُعا کرتا ہوں — کہ تیری مخلوق اس سے استفادہ

کرے — یا حیُّ یا قیُّوم — آمین ! — اور تیرے ہاں یہ

مقبول ہو — آمین ! — تو بندہ کی راہنمائی فرما — بیشک

تو ہی ہادی — اور تو ہی حق ہے — !

أَنْتَ الْهَادِي أَنْتَ الْحَقُّ

لَيْسَ الْهَادِي إِلَّا هُوَ



انسانی جسم الوجود

میں دو قطب قتیں حبلوہ گر ہیں —

ایک روحانی — دوسری نفسانی



ان کی تشکیل تفصیلاً یوں ہے : —

## تلاوة الوجود

یعنی

ایم قلبوت کی سیر و سیاحت

۱	سلطان — رُوح	سلطان — نفس
۲	رُوح — امر ربی	نفس — امر عزا زیل
۳	روح کا وزیر — عقل سلیم	نفس کا وزیر — شیطان
۴	روح کا سفیر — سکینہ	نفس کا سفیر — خناس
۵	سکینہ — موجب اطمینان	خناس — موجب وسادس

یہ سارے تن کی مملکت کی حکومت  
ایک طاقت دوسرے کو مغلوب کرنے کے ذریعے رہتی  
ہے — کبھی کوئی ایک — دوسرے سے —  
موافقت نہیں کرتی !





## جب تک

اپنے تن میں کوئی ایسے نہیں رڑتا۔ جیسے کہ پانی پت کے  
میدان میں "وہ" رڑے تھے۔ شیطان کو کبھی ہسرایا  
نہیں جاسکتا۔

جب تک اس تن میں شیطان باقی ہے۔ نفس کا روح سے

— اتحاد — و

— اتصال — و

— ارتباط

ہرگز ممکن نہیں۔ اور نفس کا روح سے

— اتحاد و

— اتصال و

— ارتباط

اُتنا ہی ضروری ہے

جتنا کہ حبان کے لئے شے





# خطابات

## سُلطانِ رُوح کا سُلطانِ نفس سے خطاب

تو سست ہے، کاہل ہے، غافل ہے، بزدل ہے،  
 بخیل ہے، نکمہ ہے۔ جھوٹا ہے، فاحش ہے، زبان دراز  
 ہے، بد خو ہے۔ بد گو ہے۔ حاسد ہے، فاسد ہے،  
 چغلیور ہے۔ ریاکار ہے، عیش پرست ہے، راحت پرست  
 ہے، بد گمان ہے، منافسِ زمان ہے۔ سارا دن بے کار  
 پڑا رہتا ہے۔ حبو میں کہتا ہوں، کبھی نہیں کرتا۔ جو  
 تو چاہتا ہے، فوراً کر لیتا ہے۔ جس سے کام کے  
 لئے اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے، نہیں کرتا۔ تیرا معاملہ  
 ہی عجب ہے، ہمیشہ الٹ چلتا ہے۔ کبھی سیدھی راہ  
 پہ نہیں آتا۔ جس کام کے کرنے کو کہا جاتا ہے۔ نہیں  
 کرتا۔ لیکن۔ جس بات سے روکا جاتا ہے۔ اسے  
 ضرور کرتا ہے۔ ہرگز نہیں رکتا۔ کیا مَیے  
 (سُلطانِ رُوح) اس اقلیمِ قلبوت کا فرمانروا۔ اور  
 تو (سُلطانِ نفس) میرا فرمانبردار نہیں؟



تو — آزاد ہے۔ سرکش ہے۔ باغی ہے۔ —  
 کسی حکم کی پرواہ نہیں کرتا — کبھی نہیں کرتا !  
 ہر کام میں اپنی مرضی کرتا ہے۔ اور ایسے کرتا ہے  
 جیسے کہ تختہ پر کسی کا بھی۔ اور کوئی حکم نہیں ہوتا۔  
 جبکہ تیرا یہ حال ہے !  
 پھر کیوں نہ تجھے —

شریعت الاسلام  
 کی کڑی زنجیروں میں جکڑ کر  
 طریقت الاسلام  
 کے مضبوط قلعے میں  
 بند کر دیا جائے  
 کیا تجھے

حضرت خواجہ خواجگان بایزید کا قصہ یاد نہیں؟



اور یہ یاد نہیں؟۔ کہ

## فَقْر

اپنی روایات دہراتا رہتا ہے!



سلطانِ رُوح نے جب اپنے اقلیمِ قلب کا  
معائنہ کیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی صدق  
دل سے تصدیق کی۔ کہ بے شک ہمارے قائدِ عرفان  
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
عز و ہد سے داپی پر یہ بجا فرمایا تھا۔  
رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ  
دل کا مورچہ

اقلیمِ تسلیم و تسلیم کا سب سے خطرناک مورچہ ہے، دل کے گرد  
شیطان ڈیرے ڈالے بیٹھا ہے۔ اور دم بھر کے لئے بھی دل کی  
نقل و حرکت سے غافل نہیں ہوتا۔ شیطان اپنی پوری توجہ سے  
دل کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتا رہتا ہے۔ اور اس کے ہر قدم  
کو ناکام بنانے۔ اور اُسے اس کی منزل سے گرانے کی  
کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ۔



## ایک دن

اگر اللہ نے چاہا۔ اس نے اللہ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ اسے اس کی پرواز عرش تک ہے۔ اسے پلید و ملعون و خبیث مت کہیں۔ ہرگز نہ کہیں۔ البتہ یہ کاہل ہے۔ غافل ہے۔ سست ہے۔ نکمٹا ہے۔ جس کام کے لئے اسے بنایا گیا ہے، نہیں کرتا۔ و اہیات کا صوں میں مشغول رہتا ہے! اس سے زیادہ اس کی مذمت کسی طرح بھی روا نہیں اس کی غفلت کی ملامت میں روح بھی شامل ہے

## روح جب

اپنے تئیں اقلیم تلوت کی بادشاہ کسلاتی ہے  
اُسے کیوں شیطان کی قید سے نہیں چھڑاتی؟

## اور

جب تک اسے شیطان کی گرفت سے آزاد نہیں کرالیتی۔

کیوں جبہ و جہد نہیں کرتی؟

نفس سے کی جب کشافت دور ہو جاتی ہے۔ لطیف

ہو جاتا ہے۔ اس کی کشافت کو دور کرنے۔ اور لطافت

حاصل کرنے کا صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ

## ذکرِ



## ذکر الہی کے سوا

کسی اور طرح شیطان دل کی دنیا کے ارد گرد سے کبھی اپنے  
ڈیرے نہیں ہٹا سکتا۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

سرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

کہ ہر آدمی کے دل میں دو مکان ہیں۔ ایک میں فرشتہ (رہتا)  
ہے۔ دوسرے میں شیطان۔ جب وہ اللہ سبحانہ کا ذکر

کرتا ہے۔ تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور جب

ذکر نہیں کرتا۔ تو شیطان اپنی چوہنج (یعنی منہ) اس

کے دل میں رکھ دیتا ہے۔ اور وہ دوسرا ڈالتا ہے!

(عبد اللہ بن شقیق / ابن ابی شیبہ / حصن حصین ص ۲۹)



## بندے کے دل پہ

شیطان پوری طرح مسلط ہے

شب و روز اس ایک ہی گھات میں رہتا ہے

کہ وہ کونسا حربہ استعمال کرے۔ کہ دل کی مملکت پہ اس کے

سوا کسی اور کا غلبہ نہ ہو۔ روح کی سفارشات کو سننا ہے

تسلیم کر لیتا ہے۔ حسب ارشاد تعمیل کا یقین دلا دیتا ہے۔ عزم بالجزم کا

اعلان کر دیتا ہے، اس راہ میں جان تک قربان کرنے کے عزم کی

تصدیق میں ہاں کہہ لیتا ہے۔ لیکنے۔ حقیقتاً کسی بھی طرح



دل سے دور نہیں ہوتا۔ نہ ہی روح کی کسی فرمائش کے مطابق کوئی کام کرنے دیتا ہے، مال مٹول کرتا اور ڈھیل پہ ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ طرح طرح کے دسائوس دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ دل کو لغویات (واہیات فضولیات) کے کاموں میں پوری طرح مصروف ہونے سے کبھی نہیں روکتا۔ بلکہ خوش ہوتا ہے۔ غیر ضروری اشتغال میں مشغول کر کے دلاسا دیتا ہے، تعریف کرتا ہے، اور اس انداز سے مطمئن کر دیتا ہے۔ کہ اسے اس کے اصلی شغل کی طرف کبھی مشغول ہونے نہیں دیتا۔

دلے کا اصلی شغل

اللہ کا ذکر ہے !

سات چیزیں ذکر ہیں :

- نماز پڑھنا ذکر ہے !
- قرآن عظیم کی تلاوت کرنا ذکر ہے
- اللہ کی تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر ذکر ہے
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ذکر ہے
- اور اللہ کی بارگاہ میں مسنون دعائیں کرنا ذکر ہے
- مامورات و منیہات کے مطابق چلنا ذکر ہے۔
- اور بہترین ذکر

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔



شیطان اس کی تاب نہیں لاسکتا  
یہ ذکر شیطان کے لئے بمنزلہ موت ہے  
یہ ذکر شیطان کی ضد ہے۔ اس کی موت ہے جس  
سے وہ بچ نہیں سکتا۔

اُس سے مکمل حصار ہے جس کو وہ کبھی توڑ نہیں سکتا۔  
ایک مضبوط قلعہ ہے جسے وہ کبھی پھاند نہیں سکتا۔  
اور اس کی شکست فاش کا واحد حربہ ہے  
یہ ذکر مسلسل ہو۔ کبھی بند نہ ہو۔ اس کے لئے  
ضروری ہے

کہ ناک کے درے پہ ایک سپہ سالار ذکر حسین متعین ہو۔  
جس کے ذمے صرف ایک کام ہو:  
کسی بھی دم کو اندر سے باہر اور باہر سے اندر خالی جانے نہ  
دے۔ جو دم خالی اندر جائے، وہیں روک دے، اسی طرح  
جو اندر سے باہر آئے، اُسے کبھی باہر نکلنے نہ دے۔ جب  
اندر سے باہر جائے۔ لا اِلهَ کُتَابُہُ اِجَابَے۔ جب  
باہر سے اندر لوٹے۔ اِلَّا اللہ کُتَابُہُ اِوُتَے۔

اسے اصطلاح فقہ میں

پاس انفاس کہتے ہیں!

یعنی



سا نرے جب اندر سے باہر جائے، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ کر ماسواہ  
کی نفی کرے — اور جب

باہر سے اندر جائے — إِلَّا اللَّهُ کہہ کر اللہ کی ہستی  
کا اثبات کرے — اس کا

ابتدائی مقام

یہ ہے کہ کہنے والا یہ سمجھے — کہ اللہ کے سوا کوئی معبود  
عبادت کے لائق نہیں — اس کا

میانہ مقام

یہ ہے کہ — کہنے والا یہ سمجھے — کہ اللہ کے سوا میرا کوئی  
اور مقصود نہیں — اگر کوئی مقصود ہے — تو فقط اللہ!

اس کا — انتہائی مقام

یہ ہے کہ کہنے والا یہ سمجھے — کہ اللہ کے سوا کوئی اور موجود  
ہی نہیں



ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ ذکر دم بہ دم ہو، ہر دم ہو، جب تک کہ آفے دم

اگر اللہ نے چاہا

پہلے پھولے گا پھر یہ ذکر — اور پنچاویں گاتھے تیری مراد کو۔



صیقل کر دے گا تیرے دل کو۔ اور کھول دے گا اس  
 ناپائیدار اور فانی دنیا کی حقیقت تجھ پر۔ پس تو ہو جائے گا  
 اس کی ہر چیز سے متنفر و بیزار۔ اور ہو جائے گی یہ دنیا  
 اور اس کی ہر چیز تیری نظروں میں بے وقعت۔ اور ذلیل  
 اور قریب کر دے گا تیرے مطلوب کو۔ جو اللہ ہے،  
 اور سدا باقی رہنے والا ہے، اور نصیب ہو گی تجھے ابدی  
 راحت کی زندگی۔ تو اپنے رب کو حاضر و ناظر جان  
 کر اس کا ذکر کر۔ اور ایسے کر۔ جیسے کہ کوئی غلام اپنے  
 بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر عجز و نیاز کیا کرتا ہے۔

### تیرا یہ حال

اور۔ تیری یہ ریاضت تجھے کہیں بھی نہیں پہنچا سکتی۔  
 اس لئے۔ کہ یہ اصل پر معنی نہیں۔ جس نے اللہ کو عرش  
 پر بٹھ کر اللہ کا ذکر کیا۔ اس نے اپنے معبود کو نہیں پہچانا  
 نہ ہی پوری طرح اس کا ذکر کیا۔ تیرا معبود تیرے۔ اور  
 تو اپنے معبود کے روبرو ہے۔

### افضل ترین ذکر

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

اسی ذکر سے اس کا ذکر کر۔ یہی ذکر اُسے ہر ذکر سے پسند  
 اور۔ اسی میں اس کی خوشنودی رضا ہے۔



اس لئے

کہ جو مدعا، مطلب اور تاثیر  
اس کلمے میں ہے۔ کسی اور میں نہیں!



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کا ظاہری مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی اور  
معبود عبادت کے لائق نہیں۔ اور  
باطنی یہ۔ کہ اللہ کے سوا کوئی اور موجود ہے  
نہیں۔ ہر موجود کا وجود (اللہ سے ہے) اور اللہ کے  
سوا کسی بھی اور شے کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ اور نہ  
ہی کسی شے کو کسی شے پہ کسی بھی قسم کا کوئی قدرت و  
تصرف حاصل ہے۔ مگر اللہ کے حکم سے۔ اور اللہ  
کا حکم سدا جاری ہے۔

اسے کا مطلب یہ نہیں۔ کہ ہر شے اللہ ہے۔ بلکہ یہ  
مطلب ہے، کہ ہر شے میں اللہ ہے۔ اور ہر شے ہر حال  
میں بے بس و بے کس اور محکوم و مجبور ہے۔ پس  
ہر شے اللہ کے نور سے قائم اور موجود ہے۔ کائنات کی  
ہر شے میں اللہ اور۔ کوئی بھی شے اللہ سے خالی نہیں!



جس سے طرح بادشاہ کی موجودگی میں کسی بھی غلام کو کسی بھی حرکت پر کوئی جرأت نہیں رہتی۔ اسی طرح — اس طالب سے، جو اللہ کو حاضر و ناظر سر جان اور مان لیتا ہے۔ نافرمانی کی جرأت نہیں رہتی۔

ہر شے کے رد و جود ہیں۔

ایک فانی — ایک باقی

جو تو دیکھتا ہے — فانی ہے۔

اور — جس کے نور سے ہر شے موجود اور قائم ہے، اور تو دیکھ نہیں سکتا — باقی ہے۔

پہلی لَآ إِلَهَ — اور دوسری اِلَّا اللّٰہ ہے۔

لَآ إِلَهَ نَفی — اِلَّا اللّٰہ اثبات

لَآ إِلَهَ مقام فنا۔ اِلَّا اللّٰہ بقا ہے

لَآ إِلَهَ سے ہر شے کی نفی اور اِلَّا اللّٰہ سے تمام کر

کائنات کی ہر شے میں

اللہ کو دیکھ — ہر شے اللہ نہیں۔ ہر شے میں (اللہ) ہے

گلاس کے اس سوکھے ہوئے تنکے اور گلاب کے اس مہکتے

ہوئے پھول میں ایک ہی نور جلوہ گر ہے۔ صنعت میں صانع

کو دیکھ — اور صانع صنعت میں ایسے پوشیدہ ہے۔ جیسے کہ

گنے میں گڑ۔



## کارِ بگر

کی کسی کارِ بگری کو حقیر مت جان — اور نہ ہی کوئی نقص نکال  
کارِ بگر نے ہر شے نہایت و کمال کارِ بگری سے بنائی ہے —  
کائنات کی کسی بھی شے کا اپنا کوئی وجود نہیں — ہر شے کا موجود کرنے  
والا (اللہ) ہے۔ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ — اور اِلَّا اللہ  
مقامِ بہت و بزر ہے۔

## نیستی میں ہستی

تلاش کر — تیرے اس قلبوت کے اتلیم میں تیرا معبود جلوہ گر  
ہو — اور تو سدا اپنے معبود کے حضور میں سجدہ ریز رہے،

## یعنی

تن نگری ہیں — اور من نگری ہیں — نگری کا بادشاہ رونق  
افروز رہے، تو اس کے حضور میں سجدہ ریز رہے۔ یا حتی یا قیوم!

## ہر وقت

ہر حال میں یہ سوچ — کہ جو میں کہتا ہوں، اللہ سنتا ہے  
جو میں کرتا ہوں، (اللہ) دیکھتا ہے — اور  
جو میں سوچتا ہوں — (اللہ) مانتا ہے۔

## پس

(اللہ) کے حضور میں تیرا بولنا گستاخی — تدبیر نفاق — اور  
ہستی عین شرک ہے — یا حتی یا قیوم!



## توحیدِ باری تعالیٰ

### توحید کی حقیقت

یہ ہے، کہ بندہ اس امر کو صدق دل سے تسلیم کرے۔ کہ مخلوق کی جملہ حرکات و سکنات — غیر ہوں یا شر — اللہ ہی کی طرف سے ہیں، اور انہیں (اللہ) کی طرف سے سمجھ کر کسی بھی بات پہ کوئی اعتراض نہ کرے۔ یہ سمجھے — کہ فاعل حقیقی — اللہ — اور مفعول بندہ ہے — جیسے اللہ چاہتا ہے، کرتا ہے، کسی کی بھی اپنی کوئی مرضی نہیں۔  
زبانے سے اس کا اقرار کر لینا کوئی مشکل نہیں۔ لیکن  
دل سے تسلیم کرنا اہم کام ہے۔ !

### جب تک

کسی بندہ کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا — کہ وہ مخلوق کے اقوال و افعال کو (اللہ ہی کے اقوال و افعال مان کر ہر قول و فعل کو خندہ پیشانی سے تسلیم کرے — اور کسی بھی بات پہ کوئی اعتراض نہ کرے۔ طریقت الاسلام کا موحد نہیں ہوتا !

### اس مقام

پہنچنے پر ہونا ہر کس و ناکس کا کام نہیں — اللہ کے لطف و کرم



ہی سے بندہ اس مقام پہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور۔ یہ  
تسلیم و رضا کا اولین مقام  
ہے۔ کہ بندہ شکوہ و شکایت کی کتاب کو ٹھپ دے۔ کبھی  
شکوہ نہ کرے۔ کسی کا بھی شکوہ نہ کرے۔



فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :  
• اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پہلے ہزار  
سال پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا۔ جبکہ اس کا عرش  
پانی پر تھا ! (عبداللہ بن عمرؓ / مسلم)



فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ سب  
سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی، وہ قلم ہے (اس کو پیدا  
کر کے اللہ نے) اس سے فرمایا۔ ”لکھ !“۔ قلم نے عرض کیا۔  
کیا لکھوں ؟ (اللہ نے) فرمایا۔ ”تقدیر کو لکھ !“ چنانچہ قلم نے  
لکھا جو کچھ (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہست تک)  
ہو چکا تھا۔ اور آئندہ جو ہونے والا ہے !

(عبادہ بن صامت / ترمذی)

**ف** : گویا چھوٹی سے چھوٹی، اور بڑی سے بڑی بات اور ازل تا  
ابد جو کچھ بھی کسی سے ہونی ہے۔ لوح پر مرقوم ہے۔ اور۔ اللہ



کی لکھی ہوئی کسی تقدیر کو کسی بندہ کی کوئی تدبیر کبھی  
 مال نہیں سکتی۔ مگر۔ دعا اور صدقہ

نیز

جس سے دعا اور صدقہ سے جو تقدیر ٹلنی ہوتی ہے، وہ بھی  
 تقدیر ہی میں لکھی ہوتی ہے !



فقیہ بھی کبھی کسی امر پر اعتراض کیا کرتے ہیں؟ — فقیر  
 کا دل حیا ذب — زبان گنگ — اور — آنکھ میں  
 جمال و حبلال ہوتا ہے — ایسا جمال — کہ خاکی  
 و نوری کو تغیر کرے — اور ایسا حبلال — کہ شیاطین و  
 جنات کو حبلادے — نہ کوئی جمال کی تاب لاسکے — نہ  
 حبلال کی —

مہر کی ایک نگاہ سے

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں پہنچا دے

اور

ایسا حلال — کہ — پہاڑ تک کا نپٹنے لگیں !



اسی طرح مخلوق کی صفات کو سمجھیں —  
 اٹارہ ہزار اقسام کی مخلوق کی کوئی بھی شے ایک دوسرے



سے نہیں ملتی — نہ پیدائش، نہ فطرت — نہ خوراک نہ  
بود و باش — نہ طرز حیات —

ہر شے اپنے اصل کی طرف لوٹ آتی ہے۔  
شاہی اصطبل کا گھوڑا شاہی محلوں کی طرف — اور گدھا  
روڑی کے ڈھیر کی طرف خود بخود چلا جایا کرتا ہے۔

اسی طرح

ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے  
انہیں بھی (اللہ ہی کی طرف سے سمجھیں :

یعنی

— سورج کی دھوپ میں !

— چاند کے روپ میں !

— پھول کی ٹہک میں !

— کھلی کی مسک میں !

— سونے کی دھمک میں !

— ہیرے کی چمک میں !

— شعلے کی بھڑک میں !

— بجلی کی کڑک میں !

— کونڈ کی کسو میں !

— خمیرے کی ہو میں



گدھے کی ہینگ میں !

- اونٹ کی رینگ میں !

- ہاتھی کی جہامت میں !

- چبیونٹی کی تدامت میں !

- جبابو کے جبر میں !

- صبابو کے صبر میں !

- معشوق کے ناز میں !

- عاشق کے نیاز میں !

- عشق کی نظر میں

- خرد کی خبر میں !

- شیر کی دھاڑ میں

- چیتے کی چنگاڑ میں

- ہواؤں کے زور میں

- دریاؤں کے شور میں

- بلبل کے گیت میں

- چکوروں کی پریت میں

- صحرا کی ریت میں

- کیسوں کے کھیت میں

- پانی کے بہاؤ میں



ساگر کے ٹھہراؤ ہیں  
 - پہاڑوں کی ادھپائی ہیں  
 - عناروں کی گسرائی ہیں  
 - لیموں کی کھٹائی ہیں  
 - قند کی مٹائی ہیں  
 - لنگر کی برکت ہیں  
 - مُبَلَّغ کی حرکت ہیں  
 - محبوب کی دید ہیں  
 - یوسف کی خسرید ہیں  
 - یوسف کی جدائی ہیں  
 - یعقوب کی دولائی ہیں  
 - مظلوم کی آہ ہیں  
 - فقر کی نگاہ ہیں  
 - ذاکر کے ذکر ہیں  
 - فتیر کے منکر ہیں  
 - آنکھ کے نور ہیں - اور  
 - دل کے سرور ہیں  
 اللہ ہی کا نورِ حَبْلِوہ گریہ !  
 یا حئی یا قیوم



۱۸۴۱  
اور

صُغْرَا کی بیماری میں

زینبؓ کی عتاری میں

اکبرؓ کی لاش میں

اصغرؓ کی پیاس میں

سکینہ کے اصرار میں

عباسؓ کے پیار میں

مسلمؓ کی آواز میں

حسینؓ کی ساز میں

اُمّ ہانیؓ کی مہمانی میں

نیزے کی انی میں

علیؓ کی فقیری میں — اور

عابدؓ کی اسیری میں

اللہ ہی کی رضا جلوہ گر تھی !





## جسے طرح

حق و باطل کے پہلے عزوہ بدر میں۔  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

## تین جلیل القدر سالار

- \* حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- \* حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ اور
- \* حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## کو

ابو جہل کے شیطانی لشکر کو تہ تیغ کرنے کے لئے نامزد فرمایا تھا

## اُسی طرح

سلطانِ رُوح نے اپنے تین امیروں

## امیرِ قناعت

## امیرِ تقویٰ — اور

## امیرِ توکل — کو

نفسِ کینلاف اقا لیمِ قلبوت میں لڑنے کیلئے نامزد فرمایا



اسی طرح

جیسے کہ ابو جہل نے اپنے لشکر میں سے —

عُتْبہ — ولید — اور شیبہ

کو لڑنے کے لئے مامور کیا تھا

نصرے کے حمایتی

شیطان لعینے

نے بھی اپنے تین نامی گرامی پہلوانوں —

حرصے

طول املے — اور

شہوت

کو سلطانِ روح کے مایہ ناز سالاروں —

امیر قناعت

امیر تقویٰ — اور

امیر توکل کیخلاف لڑنے کو بھیجا !



لیجئے !

## جنگ شروع ہوئی۔

امیر قناعت نے جب حوص کو اپنے حضور میں پیش ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ تو ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ قدم قدم پہ لڑکھڑاتا ہوا سرکار کی طرف روانہ ہوا۔ امیر قناعت نے جب جلالت سے حوص کو دیکھا گویا اس کی آدھی جان جاتی رہی۔ اور سرکار کے حضور میں کرنا تو بے چارے نے کیا تھا۔ بول بھی نہ سکا۔ آنکھ تک اٹھا کر دیکھ نہ سکا۔ اُسے جب یہ کہا۔ کہ تیری ساری دنیا میں سے بندہ کو صرف تین ہی چیزیں درکار ہیں۔ اور وہ تینوں چیزیں سے ہر وقت مجھے حاصل ہیں !

انے تین چیزوں کے علاوہ

اُس اللہ کی قسم۔ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تیری کوئی بھی شے میری ان نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی

اور

نہ ہی بندہ کسی بھی شے کی طرف متوجہ ہے !

اور

وہ تین چیزیں یہ ہیں



\* رہنے کے لئے ایک گھر۔

یعنی بارش۔ دھوپ۔ آندھی سے بچاؤ کے لئے کسی درخت کے نیچے کوئی ساساں بان اور۔ ایک دن کا بنایا ہوا ساساں بان ٹمر بھر کے لئے کافی ہوتا ہے

\* میری دوسری ضرورت کی چیز۔ میرے اس تن کو ڈھانپنے کے لئے کوئی سا کپڑا ہے۔ اور۔ یہ پہنے ہوئے معمولی کپڑے میرے لئے برسوں تک کافی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور لباس کی طرف میری کیونکر رغبت ہو سکتی ہے۔ ساری دنیا کے ملبوسات کی حقیقت کپاس سے کا یہ بنو لہ ہے۔ بندہ بھلا اس بنو لے کی طرف کبھی متوجہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

\* میری تیسری اور آخری ضرورت کی چیز

خشک روٹی اور پانی ہے۔ اور اس کیلئے ہندہ اپنے رب کے سوا کسی کا بھی اور کبھی محتاج نہیں۔ روزی میرے پیچھے پیچھے میری تلاش میں پھرتی ہے، یعنی۔ جو روزی میرے رب نے میرے لئے لکھ دی ہے میں نے ہی اسے کھانا ہے، کوئی دوسرا اسے کبھی کھان نہیں سکتا۔ اور جب تک میں نے اپنی روزی کھان نہیں لی۔ کبھی نہیں مرنا۔ روزی روز ملتے بے جتنی لکھی ہے۔ ملتی ہے۔ اس کے لئے ہندہ اپنے پالنے والے کو پوری طرح پہچانتا ہے۔ اور

میں پالنے والا میرا رب ہے!



شیطان انسان کے نفس کو  
 حرص کے گھوڑے پہ چڑھائے لئے پھرتا رہے  
 کہیں اترنے نہیں دیتا۔ اور یہی اس بچائے کی کم نصیبی ہے  
 ساری دنیا

حرص ہی کی غلام ہے۔ اور اس میں ہر کوئی شامل ہے۔ شاہ بھی۔  
 گدا بھی۔ عالم بھی، متعلم بھی۔ رپر بھی، مرید بھی۔ اور  
 (اللہ کے فیروں کے سوا کوئی دوسرا حرص سے بچا ہوا نہیں،  
 (اللہ جب

کسی بندے کی طرف اپنے کمال لطف و کرم سے متوجہ ہوتے  
 ہیں۔ اُسے ہر قسم کی حرص سے پاک فرما دیتے ہیں۔ پھر اُسے  
 اپنی ضرورت کے سوا کسی اور چیز کی کوئی حرص باقی نہیں رہتی،

بندہ جب  
 حرص سے آزاد ہوگا۔ گویا پاک ہوگا  
 پھر اللہ رب العلمین

اپنے اس بندے پہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتے  
 ہیں۔ اور بندے پہ یہ حقیقت منکشف فرماتے ہیں۔ کہ  
 میری ہر شے تیرے لئے۔ اور

تو میرے لئے ہے۔  
 یہ دنیا تیرے لئے ہے لیکن تو دنیا کے لئے نہیں!



سلطانِ روح نے جب

## حرصے

پہ اپنی دوسری نظر ڈالی۔ اُسی وقت اس کی جان نکل گئی۔ پھر ایک مدت اُسے وہیں پڑے رہنے دیا۔ حتّٰی کہ وہ وہیں گل سڑ گئی، اور اس کی طرف کبھی کسی نے دیکھا تک بھی نہیں۔ اس طرح امیرِ قناعت نے اپنے سب سے بڑے حریفِ حرصے کو ہمیشہ کے لئے مار مکا یا۔ اور یہ اللہ ہی کی توفیق و عنایت سے ہے۔ کہ قناعت کو حرص پہ فتح بخشی۔ اور اللہ کے اس احسان کا بندہ اگرچہ کتنا ہی شکر کرے۔ شکر یہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

## انسانے

اپنی ضروریات ہی کا پابند نہیں۔ اشیاء کا پابند ہے، کسی شے کی ضرورت ہو نہ ہو۔ لیکن شے ضرور ہو۔ ! گھر میں بعض اشیاء ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جن کو ساری عمر کبھی بھی کسی نے استعمال نہیں کیا ہوتا۔ لیکن پھر بھی ان کے بغیر گھر میں کمی محسوس کی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی کسی ایسی چیز کا۔ جسے کہ چیز کے مالک کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سوال کرے۔ اُسے کبھی نہیں دی جاتی۔ بلکہ انکار کر دیتے ہیں۔



حضرت عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النکاح التکاثر تلاوت فرما رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

• ابن آدم (انسان) کہتا ہے، میرا مال، میرا مال۔ حالانکہ (حقیقت میں) اے ابن آدم! مال میں تیرا صرف اتنا حصہ ہے، چسے تو کھا کر فنا کر دے۔ یا پہن کر بوسیدہ کر دے، یا صدقہ کر کے آخرت کا ذخیرہ بنائے!

(ریاض الصالحین)



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر آدمی کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں۔ تب بھی وہ تیسرے جنگل کو تلاش کرے گا۔ اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی، مگر (قبر کی) مٹی۔ (یعنی اسکی حرص گوشت تک باقی رہتی ہے) اور اللہ تبارک و تعالیٰ (حرص مذموم سے) جس بندہ کی توبہ کو پا ہے، قبول کر لیتا ہے۔

(بخاری و مسلم۔ من ابن عباس رضی)



حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصہ کو (مثلاً مونڈھوں کو) پکڑا، اور فرمایا۔ تو دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو ایک مسافر ہے، اور اپنے آپ کو ان مردوں میں سے شمار کر جو قبروں کے اندر ہیں (بخاری)



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، انسان بوڑھا ہوتا ہے  
اور دو چیزیں اس میں جوان ہوتی ہیں۔ یعنی مال اور عمر کی زیادتی کی حرص  
(بخاری و مسلم۔ عن انسؓ)



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "بوڑھے کا دل ہمیشہ دو  
باتوں میں جوان رہتا ہے، یعنی دنیا کی محبت میں اور آرزو کی درازی میں"  
(بخاری و مسلم۔ عن ابو ہریرہؓ)



جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس آدمی کے لئے  
اللہ تبارک و تعالیٰ نے عذر کا کوئی موقعہ باقی نہیں رکھا۔ جس کی موت میں  
مہلت دی اور ساٹھ سال کی عمر عطا فرمائی۔  
(بخاری۔ عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)



حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز  
حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں آئے۔ کہ  
میں اور میری ماں مٹی سے کچھ مرمت یا درستی کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا  
عبداللہ! یہ کیا ہے؟ (یعنی یہ کیا کر رہے ہو؟) میں نے عرض کیا۔ میں  
اس چیز کو درست کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ موت اس سے بھی  
جلد آنے والی ہے (یعنی اس گھر کے گھر پڑنے سے بھی زیادہ جلد آنے



والی ہے) (ترمذی) یہ حدیث قریب ہے !



حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی  
پیشاب کرتے اور مٹی سے تیمم فرما لیتے۔ میں عرض کرتا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ! پانی قریب ہے، آپ فرماتے۔ کس چیز نے مجھ کو بتایا ہے۔  
(یعنی کیا خبر ہے) شاید اس پانی تک نہ پہنچ سکوں (یعنی پانی تک پہنچنے  
سے پہلے موت آجائے) (شرح السنۃ: کتاب الوفا)



حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یہ آدمی ہے۔ یہ  
آدمی ہے۔ اور یہ اس کی موت۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنا ہاتھ گدی کے  
قریب رکھا (یعنی موت اتنی قریب ہے) پھر ہاتھ کو پھیلایا۔ اور گدی سے  
دور لے گئے۔ اور) فرمایا۔ اس جگہ انسان کی آرزو ہے (یعنی موت قریب  
اور انسان کی آرزو دراز۔)

(ترمذی - عن انس رضی اللہ عنہ)



عنور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ کے دیئے  
ہوئے مٹوڑے سے رزق پر راضی ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے  
مٹوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے (بیہقی / عن علی کریم اللہ وجہہ)



حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ فرمایا، تو یہ نصیحت فرمائی۔  
اپنے آپ کو آراکش و استراحت سے بچا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ  
کے بندے آرام و آسائش حاصل نہیں کرتے۔ (احمد)



حضرت کعب بن مالکؓ اپنے والدؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”دو بھوکے بھیڑیے، جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان  
نہیں پہنچاتے، جتنا کہ انسان کی حرص جاہ و دولت  
دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔“ (ترمذی / دارمی)



حضرت ابی ہاشم بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو وصیت کرتے  
ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام اموال دنیا میں  
سے تیرے لئے ایک خادم۔ اور اللہ کی راہ میں سوار ہونے کے لئے ایک  
سواری کافی ہے (احمد / ترمذی / نسائی / ابن ماجہ)



فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ان چیزوں کے سوا آدم کے بیٹے  
کو کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے (۱) رہنے کیلئے گھر (۲) تن ڈھانپنے کا کپڑا (۳) خشک  
روٹی۔ اور (۴) پانی؟ (ترمذی من شان)





حرص سے ا کا ایک ضروری جزو ہے، جس کے بغیر زندگی میں کوئی کیف و کشش نہیں ہوتی۔ حرص کا جو سر کبھی فنا نہیں ہوتا۔ صرف خصلت بدلتی ہے، جو حرص سے پہلے ملعونے تھی، اب مستحسن ہوئی۔ حب تنہا بڑا مومن۔ اتنا ہی بڑا حریص ہوتا ہے۔ لیکن نیکی کی طرف،

یہ معاملہ بعینہ نفس کی طرح ہے،

کہ نفس جب مز کی ہو جاتا ہے، مسطر ہو جاتا ہے۔ ہر مومن میں یہ صفت پائی جائے۔ کہ وہ حریص ہو۔ لیکن اس کی حرص شب و روز نیکی کے کاموں میں ہونی چاہیے۔ نیکی کا جب بھی کوئی کام ملے۔ ہاتھ سے نہ جانے دے۔

حرص سے کے خاتمے کے بعد امید توکل نے اپنا رجز پڑھتے ہوئے اپنے حریف طول امل کو اس انداز میں للکارا کہ حقیقتاً اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ اس کی تمام تجاویز منتشر اور شکری بھاگ نکلے۔ جب اُس کے پچ کر نکل جانے کا کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ بادلِ نخواستہ انتہائی مایوسی کے عالم میں سردارِ توکل کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جب اقلیمِ تلبوت کے شیر دل مایہ ناز جرنیل توکل نے اس کی طرف قہر بھری نظروں سے دیکھا،



اُس کے پاؤں کے نیچے سے نئے مین نکل گئی۔ اس کا مقابلہ ایسا ہی تھا،  
جیسا کہ بھیڑ کا بھیڑیے سے۔ جیسے ایک بھیڑ یا لاکھوں بھیڑوں پر  
غالب ہوتا ہے۔ اسی طرح توکل۔ طول امل کی کل تدبیر  
کو ایک ہی نظر میں مترد کر دیتا ہے۔

امیر توکل نے طول امل سے جو

### خطاب کیا

قابلِ تحریر و داد ہے۔ سرکار نے فرمایا۔

تو سرا سردھو کا فریب اور اللہ کی راہ سے دور مٹانے والی  
ایک مکار ساحرہ ہے، بندے کو کیسے کیسے خیالوں میں غم  
بھر مشغول رکھتی ہے۔ دم بھر کے لئے بھی اس کا بچپا نہیں چھوڑتی

### ہر بندے

کے کام کی عمر میں تا پالیس سال ہوتی ہے۔ اور یہ عرصہ ایسے  
گذر جاتا ہے۔ جیسے کہ ہوا کا ایک جھونکا۔ ادھر سے آیا۔ ادھر  
کو گیا۔ ساری عمر بندے کو جس کام میں وہ مصروف ہوتا ہے،  
پوری طرح مشغول ہونے نہیں دیتی۔ اُسے کیسے ہونے نہیں  
دیتی۔ فضول خیالات میں مشغول رکھتی ہے۔ اگر کوئی بندہ  
اپنے کسی کام میں پوری طرح کیسے ہو کہ مصروف ہو۔ کامیاب ہو

ریل، ریڈیو، ٹیلیفون، بجلی

غرضیکہ



ان تمام ایبادات کے مُوجد

## غوث و قطب و ابدال نہ تھے۔ یکسو تھے

وہ اپنے کام میں محو و منہمک تھے۔ جب وہ ان کاموں کی جستجو میں مصروف ہوئے، تو اس طرح ہوئے، کہ انہیں ان کاموں کے سوا کسی اور کام کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہ رہی۔ یہاں تک کہ اپنے کھانے پینے، آرام و آسائش کی کوئی پروا نہ رہی۔ انہیں دن رات کا بھی پتہ نہ رہا۔ کہ کب دن چڑھا۔ کب چھپا۔ اسی طرح انہیں نہ کسی خوشی سے واسطہ رہا۔ نہ غمی سے، گویا ان کا جینا کسی ایک مطلب کے لئے تھا۔ اُس ایک مطلب کے سوا کسی اور کام سے کوئی مطلب نہ تھا۔ وہ کسی بھی چیز کو لے کر کبھی خوش نہ ہوتے، نہ ہی کبھی کسی بات پہ معنوم ہوتے، یہاں تک کہ۔ اگر کوئی اُن کا قریبی رشتہ دار فوت ہو جاتا۔ اس کی موت کا بھی ان پہ کوئی اثر نہ ہوتا

### جب وہ

پوری طرح اپنے کام میں محو ہو جاتے، ان کی محویت اللہ کی رضا کو راضی کر لیتی۔ جس کام میں وہ محو ہوتے۔ اللہ ان پہ کامیابی کی راہیں کھول دیتے۔ اور ان سے ایسی ایسی حیرت انگیز ایبادات صادر ہوتیں۔ جو ساری دنیا میں بسنے والی اللہ کی مخلوق کے لئے مفید اور کارآمد ہوتیں۔



## جب تک

دنیا زندہ رہے گی، ان کی محویت کا حاصل بھی زندہ رہے گا۔  
وہ موت و حیات کے مقدروں سے بے نیاز ہو کر اپنی جدوجہد  
میں کسی محجوب حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے  
جب محو ہوتے — تو جب تک اپنے مقصد کو نہ پالیتے۔ اُسے  
کبھی ترک نہ کرتے — یعنی کسی اور طرف ہرگز متوجہ نہ ہوتے۔  
پھر سردارِ فوقل نے

طولِ امل کو جب اس دنیا کی ناپائیداری کی حقیقت کی  
وضاحت فرمائی — تو اس کے تمام ہتھیار ناکارہ ہو گئے —  
اُسے بتایا — کہ — کسی بھی آدمی کو یہ پتہ نہیں، کہ اس نے کب  
اس دنیا سے چلے جانا ہے، یہاں تک — کہ کسی سونے والے  
کو یہ حق الیقین نہیں — کہ صبح اس نے اٹھنا ہے یا  
نہیں! — اور صبح اٹھ کر یہ معلوم نہیں، کہ وہ شام تک ضرور  
زندہ رہے گا۔

جب اس کی ناپائیداری کا یہ حال ہے، کہ اُسے اتنا بھی پتہ  
نہیں — کہ کب اس نے اس دنیا سے چلے جانا ہے! پھر ترے

## ان ہوا کی قلعوں

کی اس میدان میں کیا تدبیر و قیمت ہو سکتی ہے؟ — تیری  
کوئی بھی بات ہمارے حصوں میں کوئی معنی نہیں رکھتی!



تیرا کوئی مَکروہم پہ کبھی چل نہیں سکتا۔ تو اپنے جس بھی حاتی  
کو اس میدان میں اپنے ساتھ لانا چاہتی ہے۔ لا۔ ہم پہ کسی  
کا بھی کوئی داؤ کبھی نہیں چل سکتا۔  
میری سوچ۔ میرا فکر۔ میری جستجو۔ میری جدوجہد  
اللہ کے لئے ہے

اللہ کے دینِ اسلام کی دعوت و تبلیغ  
کے لئے کَلِّتاً و قَت ہے۔ اور میں اس دنیا میں۔ اپنی اس  
زندگانی کو پانی کے ایک ٹیلے سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ پانی کے  
ٹیلے کی زندگی

گھنٹوں منٹوں کی نہیں۔ سیکنڈوں کی ہوتی ہے۔ ابھی بنا  
ابھی مٹا۔ انسانی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اس کی  
طلب کی تخلیق

ہے۔ انسان آوارہ ہے۔ ایک طلب پہ اپنی توجہ کو مرکوز  
نہیں کرتا۔ یہی اس کی ناکامی کا موجب ہے۔

کامیابی اور کمال استقامتِ طلب میں ہے

اسے کا مطلب یہ ہے۔ کہ بندہ جب دنیا کے میدانِ میلے  
قدم رکھتا ہے، تو اس کے پیشِ نظر ایک فیصلہ ہو۔ یعنی اپنے دل  
میں پکا فیصلہ کرے کہ اس نے اپنی اس دنیاوی زندگی میں کیا کام کرنا



ہے۔ سب کاموں میں ایک کام کو تلاش کرے۔ وہی کام اس کی منزل ہے۔ اپنی اُس منزل سے تک پہنچنے کے لئے جو کوشش بھی وہ کرے گا۔ وہ مستحسن ہے۔ اور ہر کسی کو محبوب ہے۔ طلب کی تخلیق سب سے مشکل کام ہے۔

جس سے آدمی نے بھی کسی ایک کام کو شروع کر کے اُسے ہمیشہ جاری رکھا۔ اس کی برکت سے اللہ نے اس میں برکت ڈالی اور وہ کامیاب ہوا۔ طول امل کی یہ جنگ۔ یہ مقابلہ ایک دیکھنے کی چیز ہے، ایک طرف توکل — اور دوسری طرف طول امل

### توکل کو

اللہ اور اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت حاصل ہے۔ ہر قسم کے ظاہری اسباب اور دنیاوی معاونت سے محروم ہے، اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں

### طول امل

غم ٹھونک کر کھڑی ہے۔ جس کے جلو میں تمام دنیاوی اسباب کوشش اور مسماعی موجود ہیں۔ وقت دونوں میں لگتا ہے، فوری طور پر نہ اس کا کام پورا ہوتا ہے، نہ اس کا۔ مگر وہ یعنی

### توکل

مسمود اور قابلِ قدر و عزت ہے۔

اور یہ — یعنی



طویلِ املے۔ مذموم، قابلِ نفرت و اجتناب ہے  
توکل ہر معاملہ میں اللہ کی رحمت و فضل کا صبر سے انتظار  
کرتا ہے۔

طویلِ املے جیلہ و تدبیر کا پابند ہے۔ کبھی صبر نہیں کرتا۔  
توکل کسی بھی اسباب کا پابند نہیں ہوتا۔ جو کرتا ہے اور جہاں جاتا  
ہے، اللہ ہی کے بھروسے پہ جاتا ہے۔ اس سے میں ذرا بھی مبالغہ  
نہیں۔ کہ متوکل کے تمام کام (اللہ ہی کے حوالے ہوتے ہیں  
اور۔ جو چیز (اللہ کے حوالے ہو، پھر کسی کا اس کے متعلق منکر  
کرنا عقلمندی نہیں۔ جو آدمی اپنے معاملات اپنے اللہ کے  
حوالے کر دیتا ہے، کش مکش دھرسے نجات پا جاتا ہے  
اس کے کام ماشاء اللہ اللہ کے کام ہونے جاتے ہیں۔ اس  
کی عزت اللہ کی عزت۔ اس کی فتح اللہ کی فتح ہوتی ہے  
اُسے کا کام اللہ کا کام بن جاتا ہے۔ اور۔  
اللہ کے کام بھلا کبھی رک سکتے ہیں؟  
یا کوئی رد کر سکتا ہے؟

(اللہ)

نے ہیں ایک ایسا کام عنایت فرمایا ہے، جو دنیا کے تمام کاموں  
سے اعلیٰ و افضل ہے، اور وہ دینِ اسلام کی  
دعوت و تبلیغ ہے،



یہ ہی ایک ایسا کام ہے، جو کسی بھی زمانے میں کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ اور ساری دنیا میں قیامت تک جاری رہے گا۔ ماشاء اللہ! یہی ایک ایسا مضمون ہے جس کا کہ ساری دنیا میں بسنے والے ہر بندے کے لئے ایک ہی نصاب ہے۔ اور وہ کبھی نہیں بدلتا۔

### (اللہ کی ہدایت)

کو بندوں کے دلوں میں ذہن نشین کرانے کے لئے طرح طرح کی حکمتیں اور طریقے سوچنا اس کی معلمانہ منزل ہے۔ زمانے کے انداز کے مطابق طرح طرح کی تدابیر سوچنا۔ کہ ہم کس طرح بندوں کو ہر طرف سے موڑ کر اللہ کے دین کی طرف لاسکتے ہیں۔ اس کی منزل ہے۔

### طویل املے تبلیغ کے میدان میں

کبھی نہیں کھڑا ہو سکتی۔ امیر توکل نے جب اُسے اپنے دو شاہ مہرے۔ یعنی

### یقینے اور استقامت

دکھلائے، اللہ کی قسم۔ وہ وہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی اُسے یہ حق الیقین ہوا۔ کہ اب اس کا اس مکن میں رہنا اُس کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ اس نے آنکھ بچا کر دھاں سے سرار ہونا چاہا۔ لیکن امیر توکل نے اُسے وہیں پکڑ کر۔



ایک مدت اپنے حضور میں زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ حتیٰ کہ وہ  
قید کی صعوبتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں ختم ہو گئی۔  
اُسے کا جو سر بھی فنا نہ نہیں ہوا۔ اس کی خصلت بدل گئی۔

پہلے مذموم تھی۔ اب مستحسن

پہلے اللہ کے خلاف تھی۔ اب موافق ہے۔

جسولبی امید (طول اہل) پہلے دنیا کے لئے تھی۔ اب

اللہ کی رحمت کے انتظار میں (صبر سے رکنا) ہے۔



## تقویٰ

اُسے ملکہ کو کہتے ہیں، جو دل کے اندر اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جس  
وقت انسانے کے دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت اور تعلق  
اس طرح پیدا ہو جائے، جیسے کہ برسات کے دنوں میں خود دروگھاس  
یہی محبت انسان کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے دور رکھتی  
ہے۔

ایک دفعہ

حضرت عمر فاروقؓ کی مجلس میں لفظ تقویٰ ہے یہ گفت گو ہو رہی

تھی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ اے امیر المومنینؓ! آپ حضور اقدس

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جلس رہ چکے ہیں۔ سہل

زبان میں تقویٰ کا مفہوم بیان فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا۔



کبھی آپ کو ایسے تنگ راستے پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے، جس کے ارد گرد کانٹے دار جھاڑیاں رُودِ رواگی ہوئی ہوں؟ وہاں تمہارے چلنے کا کیا انداز ہوتا ہے؟ — سوال کرنے والے نے کہا — کہ ہم اپنے جسم کے کپڑے سمیٹ کر نہایت محتاط انداز میں قدم اٹھایا کرتے ہیں۔ تاکہ کانٹوں میں الجھنے سے بچ سکیں —

آپؐ نے فرمایا۔ بس سے ہی تقوٰے ہے۔

فواحش قبیحہ سے اجتناب تقوٰے کی مضبوطی ہے،

الشدرب العالمین نے فرمایا —

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الزمر : ۲۲)

”جس وقت گزرتے ہیں ساقہ بیودہ کے (یعنی ایسی جگہ سے جہاں

انسان کا دل اور نگاہ متاثر ہوتی ہے) گزرتے ہیں بزرگانہ۔“

یہ تقوٰے کے وہ خطوط ہیں، جنہیں حاصل کر کے

انسان کا دل حق القیوم کا مسکن اور عرشِ منظم بن جاتا ہے

**تقویٰ کی بلوغت**

یہ ہے — کہ مکر وہ امور سن کر روح اور دل میں ہیجان

پیدا ہو۔ بری مجلس میں بیٹھنے — اور مشکوک رزق کھانے سے

تقویٰ ایسے رخصت ہو جاتا ہے — جیسے کہ سورج کے طلوع

سے رات کی تاریکی — اس کو صیقل اور روشن کرنے کیلئے



## اللہ کا ذکر

خفی و حبلی، گویا سونے پہ سہاگہ ہے  
حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

ذُكِرَ اللّٰهُ اَنْبِیُّیْ

”یعنی اللہ کا ذکر میرا مونس ہے“

(اللہ اپنے جس بندے سے اپنے دینِ اسلام کا کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ پہلے اس کے دل کو تقویٰ سے متصف فرماتے ہیں۔ کوئی بھی مومن تقویٰ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ دولتِ نظیہ ہے۔ جس کے سامنے دنیاوی جاہ و جلال ایک مٹی کے ڈھیلے سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے۔

## عنورِ فرمائیں

علم افضل و اکرم ہے۔ مگر — جب کوئی عالم نہ ہونے کے باوجود تقویٰ اختیار کر لیتا ہے، ایک ان پڑھ انسان کے دل پہ ایسے ایسے مشکوفات کا درد ہوتا ہے۔ جو علم کے منتهی پر بھی کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ

تقویٰ کے مضبوط قلعہ میں

رہنے والے متقی ہمیشہ دلوں کے حکمران رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ

سلف صالحین

اور اقیانوس نے نگاہوں سے کایا پلٹ دیں — اور یہ مقام



صرف تقویٰ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

کل عبادات کا ماخذ اور حاصل تقویٰ ہے

فرشتہ

جس دن سے پیدا کیا گیا — اپنے مقام و مرتبہ میں وہی ہے

جو پہلے دن تھا — غور فرمائیں — جبرائیل ابنِ جب

سے پیدا کئے گئے — جبرائیل ہی ہیں، اور جبرائیل ہی رہینگے

کہ وڑوں اربوں سال کی عبادت کے باوجود وہی ہیں — جو

ازل کے روز تھے — لیکن

انسان تقویٰ کی بدولت ترقی کرتا رہتا ہے — نبوت

کے سوا ہر مقام حاصل کر سکتا ہے !

تقویٰ

انسان کا وہ وسیلہ ہے، جس سے کہ ہر قسم کے کمالات دینی ہوں

یا دنیوی — حاصل ہوتے ہیں،

تقویٰ دقایہ سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے پرہیزگاری

بچنا — اپنی حفاظت کرنا — اپنے آپ کو ہر برائی سے بچائے

رکھنا — یعنی کھلے لفظوں میں — ہر برائی سے بچنا — اور

نیکی کی طرف رواں دواں رہنا — (اللہ رحیم و کریم نے اپنی

کتاب قرآن مجید کا تبارک فرماتے ہوئے سب سے پہلے

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ فرمایا۔



کہ یہ کتاب متقین کے لئے ہدایت کی راہ دکھاتی ہے۔ تقویٰ  
 رشد و ہدایت کا پہلا ذریعہ ہے۔ اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہ  
 ہر نیکی اور ہر خوبی کی ابتدا ہے۔ جس نے اس سے منہ موڑا۔  
 گمراہی کے کنوئیں میں گرا۔ اس میں ایک بار گر کر نکلنا مشکل ہے۔  
 جو شخص ذرا ذرا سے معاملہ میں احتیاط کرنے والا ہو، کیونکہ کسی بڑے  
 معاملہ کی برائی میں پڑ سکتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی برائیوں سے  
 بچنے والا حقیقتاً بڑی برائیوں سے اللہ کے فضل و کرم سے بچا  
 رہتا ہے۔

### انسان سے

ہر قول و فعل میں اتنا محتاط ہو۔ کہ کوئی بھی برائی اس کے  
 پاس نہ پھٹک سکے۔ (اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ  
 عزت والا وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہو۔  
 جس سے طوح کر ڈے پھل واسے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا  
 جاتا ہے۔ اُسی طرح برے اقوال و افعال کی جڑیں اکھاڑ دینا  
 ضروری ہیں۔

### امیر تقویٰ

بے حیائیوں اور برائیوں کے ایک جری شکر کے مقابلہ میں صفِ آرا  
 ہوا۔ ایک طرف تقویٰ۔ اور۔ دوسری طرف ردائے زمین  
 کے تمام شیاطین و جنات اپنی پوری قوت کے ساتھ



میدان میں اترے۔ بڑے بڑے عتیار و مکار سالار اُن کے  
 ہمراہ تھے۔ اور وہ ایسے ایسے ہتھیاروں سے لیس تھے جو  
 امیر تقویٰ نے پہلے کبھی دیکھے بھی نہ تھے۔ بعض ایسے  
 بھی تھے۔ جو بھیس بدل کر تقویٰ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔  
 تاکہ امیر تقویٰ کو۔ جیسے بھی ممکن ہو سکے۔ دھوکا دے  
 سکیں۔ اس سے جنگ

سے پھپھیدہ اور کوئی جنگ نہیں۔ توبہ توبہ۔ کیسے  
 کیسے و سادس و خطرات۔ اور کیسی کیسی افواہیں اقلیم قلبوت  
 کے اندر شیطان کے چھپے ہوئے لشکر نے پھیلائیں۔ و سادس و  
 خطرات سے امیر تقویٰ کے حملے کو ناکام بنانے کے لئے کیا کیا  
 حربے استعمال کئے۔ سراب و فریب کے ایسے ایسے حبال  
 پھیلائے۔ جسے دیکھ کر بندہ اللہ ہی کی مدد اور توفیق سے  
 بچ سکتا ہے۔ ایسے ایسے حملے کئے۔ جس سے بچنا۔ انسانی  
 استطاعت سے بعید ہے۔

### کوئی انسانے

کبھی اپنے تئیں اس کے حملوں سے نہیں بچا سکتا۔ مگر۔

### اللہ کی مدد سے

جو اس کے حملوں سے بچا۔ اللہ کا بچا یا ہوا بچا۔ ورنہ  
 بیچ و سلامت اس میدان سے بچ نکلنے کی کوئی امید ہی نہ تھی،



## شیطان

جب اپنے پورے ہتھیار برت چکا۔ اور اللہ کی مدد و توفیق سے اس کا ہر حملہ۔ جو بھی اس نے کیا۔ پوری طرح پسپا کر دیا گیا۔ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

## اتنی لمبی جنگ

اس تسلیم کی تاریخ میں کہیں کسی نے نہیں لڑی۔ اس میدان میں بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ طوالت کے لحاظ سے یہ جنگ بڑی جنگوں میں شمار کی جاتی ہے۔

## شیطانے

نے جب دیکھا۔ کہ اس کا کوئی مسد کار گر نہیں ہوا۔ جتنے بھی ہتھیار وہ رکھتا تھا۔ سب استعمال کر چکا۔ لیکن سب کے سب بے کار ثابت ہوئے۔ ہاتھوں ہاتھ لڑنے کے لئے گنہم گنہم ہو گیا۔ اور۔ یہ اس کا آخری حربہ تھا! جب اس نے استعمال کیا۔ اور۔

اللہ کی نصرت سے یہ حملہ بھی ناکام بنا دیا گیا

## اقلیم قلیبوت

کی اس خوفناک تاریخی جنگ میں۔ دونوں لشکروں کے یہ جنگ جو ایک دوسرے سے لڑے۔ اور۔ اس طرح ایک نے دوسرے کو ہرایا :۔



- ایمانے نے شرک کو  
 - حیا نے فواحش کو  
 - صدق نے کذب کو  
 - اخلاص نے ریا کو  
 - وفا نے جفا کو  
 - قناعت نے حرص کو  
 - سخاوت نے بخل کو  
 - سلوک نے فتنہ کو  
 - صبر نے شکوہ کو  
 - تسلیم نے تکرار کو  
 - محبت نے فناء کو  
 - حلال نے حرام کو  
 - امانت نے خیانت کو  
 - عدل نے ظلم کو  
 - یقین نے شک کو  
 - حلم نے عنود کو  
 - عجز نے تکبر کو - اور  
 - توبہ نے گناہ کو  
 - مٹا دیا - ہر ادا دیا!



اللہ رب العالمین نے فرمایا :

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ○  
بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے

التوبہ : ۷

○

اللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ○  
اللہ متقیوں کا دوست ہے ۔

الحجاشیہ : ۱۹

○

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا  
”اس دن ہم متقیوں کو رحمان کی طرف (بطور) مہمان جمع کریں گے“

○

وَ اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○  
اور اللہ سے ڈرو ۔ اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے

البقرہ : ۱۹۳

○

وَ اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○  
اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

الحجرات : ۱۲

○

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ  
بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ  
ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے (الحجرات)



فسرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حقیقی متقی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ان چیزوں کو نہ چھوڑے  
جن میں حرج نہیں، اس خوف سے کہ کہیں وہ حرج میں گرفتار نہ  
ہو جائے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۲ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)



ابن ابی حاتم میں ہے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں، جب کہ لوگ ایک  
میدان میں قیامت کے دن روک لئے جائیں گے، اس وقت پکارنے والا  
پکارے گا۔ کہ متقی کہاں ہیں؟ اس آواز پر وہ کھڑے ہوں گے، اور  
اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بازو میں لے لیگا۔ اور بے حجاب انہیں اپنے  
دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

ابو عقیق نے پوچھا۔ حضرت! متقی کون لوگ ہیں؟  
آپ نے فرمایا۔ جو لوگ شرک سے اور بت پرستی سے بچیں،  
اور اللہ کی خالص عبادت کریں۔ وہ اسی عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے  
جائیں گے (تفسیر ابن کثیر ص ۵۲)



حضرت عطیہ سعدیؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا۔ جب تک انسان برے کاموں کو برا سمجھ کر نہ چھوڑے، اس وقت تک  
پرہیزگاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا (ابن ماجہ شریف ص ۵۱۵)





# تقویٰ

کی بہترین تشریح تمثیل ہے

ایک (شخص) کے بندے نے ایک دن اپنی چادر کو دھویا جب  
سکھانے کے لئے دیوار پہ ڈالنے لگا۔ رک گیا۔ کہنے لگا۔  
یہ دیوار اس کی نہیں۔ مالک کی اجازت کے بغیر گیلی چادر کو  
سوکھی دیوار پہ ڈالنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ پھر اس نے  
گھاس پہ بچھنا چاہا۔ پھر رک گیا۔ کہ گیلی چادر کے نیچے سورج  
کی حرارت سے گھاس کی کونپلیں کھلا جائیں گی۔ پھر ایک  
درخت کی ٹہنی پہ ڈالنے لگا۔ پھر سوچا۔ درخت کے پتے  
کھلا جائیں گے۔ آخر کار بیچارے نے اپنے اوپر سے کراچا کو  
ٹھکایا۔ یہ تقویٰ کی ایک

## عُمدہ مثال

ہے۔ اس سے آپ اندازہ کریں۔ کہ تقویٰ سے میرے  
کس قدر احتیاط ضروری ہے !



## یہاں تک جو یہ

امرو نہی کے مابین جنگ لکھی گئی ہے  
اللہ کی توفیق و مدد سے بندہ نیکی پہ گزر رکھتا ہے



(اللہ جب چاہتے ہیں  
بندے پہ نیکی کے دروازے کھول دیتے ہیں  
جب تک  
اللہ کی طرف سے نیکی کے دروازے نہیں کھلتے  
بدی کے دروازے بند نہیں ہوتے

### حضرت یازید بسطامیؒ

کو معراج ہوا — آپ کے دل میں خیال آیا — آپ نے  
برسوں اپنے نفس سے کوریاضت کی بھٹی میں جلایا — اس قسم  
کی اور بہت سی باتیں آپ کے دل میں آئیں۔

### ندا آئی

کہ تو نے جو کچھ بھی کیا — میری توفیق و مدد  
میں سے کیا — اگر میری طرف سے قبولیت نہ  
ہوتی — اتنے کڑے مجاہدے کی آپ کبھی تاب  
نہ لے لیتے،

### (اللہ کو)

خوش کرنے کا سب سے سہل اور پسندیدہ ذریعہ یہ ہے  
کہ بندہ صدق دل سے یہ تسلیم کر لے — کہ  
اُس کا برائی سے بچنا اور نیکی کرنا —



اللہ ہی کی توفیق و مدد سے ہے۔!

اور یہی اس جلیل القدر کلمہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

کا مفہوم ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ  
یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے۔ جس میں سے معمولی قسم کی  
بیماری جنوں ہے

نیز فرمایا۔ کہ یہ کلمہ نقصان کی ستر قسموں کو دور کرتا ہے  
جن میں سے معمولی قسم افلاس ہے۔

یتر فرمایا۔ کہ کیا نہ بتاؤں ہیں تم کو ایک کلمہ۔ جو اتر ہے  
عرش کے نیچے سے۔ اور جنت کے خزانہ سے۔ جس وقت  
کتا ہے بندہ اس کو۔ فرماتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس  
کے جواب میں۔

اطاعت گزار ہو! بندہ میرا۔ یا نجات  
پائی میرے بندے نے۔ اور فرمانبردار  
ہو!۔ یا سپرد کردیے اس نے تمام کام  
اللہ کی طرف

(ابو ہریرہ / بیہقی)



اللہ کی قسم

جو مودی

اس جنگ میں

ہلاک ہوا

حقیقتاً ہلاک ہوا





حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص پر گذرے، جو  
 مٹی پر سوتا تھا۔ اور سر کے تلے اینٹ تھی۔ اور  
 چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی۔ اور ایک  
 کمسلی کا تہ بند باندھے تھا۔ آپ نے جناب  
 باری میں عرض کیا۔ کہ الہی!۔ تیرا یہ بندہ  
 دنیا میں ضائع ہے۔ حکم ہوا۔ کہ اے موسیٰ!  
 تجھ کو معلوم نہیں۔ کہ جب میں اپنے کسی  
 بندے کی طرف سارے منہ سے توجہ کرتا ہوں  
 تو اس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہوں:

(مذاق العارفین جلد ۴ صفحہ ۲۵۸)





فتے :- حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
اللہ کے مقتدر نبی تھے۔ لیکن پھر بھی اللہ کے فقیروں  
کے حال سے پوری طرح آگاہ نہ تھے۔

اللہ سے

اپنے فقیروں کے حال و مقام کا علیم و خبیر ہے

حضرت خواجہ سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

رشد اللہ سلطان البحر والبر

اور

حضرت سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ کے خلیفہ اور سلطان البرہیں

آپ حضور

طریقۃ الاسلام کے ہر سالک و مجذوب کے پرورشگر ہیں!

لیکن

اللہ کے بعض فقیر ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کا کہ۔

اللہ کے سوا کسی دوسرے کو کوئی مسلم نہیں ہوتا۔!



# اللہ تعالیٰ کی محبت

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت جس انسان سے کیا کرتا ہے، اس انسان کو بعض وقت معروفت کر دیا کرتا ہے، اور بعض وقت اپنی حکمت کے کسی پہلو میں اس کو اس دنیا میں غیر معروفت رکھ کر اپنی حکمت کی بعض مصلحتیں اس سے ظاہر کرایا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قبولیت جس انسان کے نفس سے ہو جاتی ہے، اس انسان کو کسی نہ کسی وقت اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اس محبت کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جس انسان کو اپنی محبت کا جوہر چھپانے کا حکم صادر کر دے۔ وہ انسان محبذوب ہو کر اپنے عشق کو دنیا کے کسی انسان پر ظاہر نہ ہونے دے۔

دینے اسلام نے

ولایت موسوی کا درجہ بہت بلند رکھا ہے

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام رشتہ اللہ سے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا علم سیکھنے کے لئے ان کے ہمراہ کسی سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت کچھ ایسے واقعات قدرتِ کاملہ نے



ظاہر کئے تھے، جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ کی نبوت و رسالت  
 ویسی صراحتوں سے نہ سمجھ سکی، جس کی حقیقت کو سیدنا حضرت خضر  
 علیہ السلام دشت اللہ نے اسی وقت سمجھ لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ  
 کی محبت تو ان دونوں نبیوں کی ہستیوں سے تھی، لیکن اللہ تعالیٰ  
 نے اپنی حکمت کا کوئی پہلو ایک نبی پر۔ اور اپنی حکمت کا دوسرا  
 پہلو دوسرے نبی پر ظاہر کر دیا تھا۔ جس سے حضرت موسیٰ  
 علیہ السلام کلیم اللہ اپنی نبوت کی رسالت کو اس قدر مکمل نہ سمجھتے  
 تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے اس پہلو کو مجھ پر کیوں اس  
 وقت ظاہر نہ کیا۔

### موسوی ولایت میں

کسی سالکِ طریقت کو کسی وقت اپنا نفس اپنی دنیاوی محبت  
 میں محبذوب کرنا پڑتا ہے، اور کسی وقت اس دنیا کی  
 محبت سے بیزار ہو کر توحیدِ ذاتی کی محبت کسی علیحدہ مقام  
 میں چھپ کر رہنے پڑتی ہے۔ اس وقت وہ سالکِ طریقت

### نبوت الرسالت مصطفویہ

کا ایک دشیدی محبوب ہوتا ہے

اور اپنے آپ کی ہستی کو عشقِ الہی میں فنا کر کے بنی الرسول المصطفیٰ

محَمَّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبت کے عشق میں دوبارہ داخل ہو کر اپنی زندگی کی ایسی بقاء



مکرر اسے کتر واضح ہو۔ کہ

طریقۃ التلویک میں

بندہ صرف اور صرف (اللہ) کا طالب ہے

(اللہ) کے طالب کا بھی طالب ہے

جو (اللہ) کا طالب ہے۔۔۔ وہ بندے کا طالب ہے،

اور۔۔۔ بندہ اس کا طالب ہے؛

جو (اللہ) کا طالب نہیں۔۔۔ بندے کا بھی طالب نہیں،

اور۔۔۔ بندہ بھی اس کا طالب نہیں،



بندے کا طالب صرف وہ ہو سکتا ہے۔۔۔ جو

(اللہ) جل شانہ وجل جلالہ کے سوا کسی اور شے کا طالب

نہ ہو۔۔۔ اور۔۔۔ بندہ بھی صرف اسی کا طالب ہو سکتا ہے

جو اللہ کا طالب ہو۔۔۔ (اللہ) کے سوا کسی اور شے

کا طالب نہ ہو !



(اللہ) کے طالب کی صرف ایک ہی پہچان ہے۔۔۔ اور

وہ یہ۔۔۔ کہ وہ اللہ کے بندے کو مل کر اس طرح

مسلّم ہو جاتا ہے۔۔۔ جس طرح اللہ سے مل کر کوئی

مسلّم ہو سکتا ہے !



## تشریح

اللہ کا جو طالب — کسی (اللہ کے بندے کو مل کر  
مطلبن نہیں ہوتا — اس کی طلب صادق نہیں ہوتی۔  
یا پھر وہ بندہ — جس کی خدمت میں یہ حاضر ہوا ہے،  
اللہ کا خالص بندہ نہیں ہوتا



اللہ کا طالب — جب کسی اللہ کے بندہ کی خدمت  
میں حاضر ہوتا ہے — گویا — اللہ کے حضور میں حاضر  
ہوتا ہے — اس وقت ان دونوں کے دلوں میں —  
ذات حق شانہ و حبل شانہ و حبل حبلانہ پوری طرح  
حبوہ گر ہوتی ہے — وہ ایک دوسرے سے اس طرح  
ملتے ہیں — کہ ایک بار مل کر پھر کبھی جدا نہیں ہوتے۔  
ہمیشہ ایک دوسرے سے ایسے ملے رہتے ہیں۔  
جیسے جسم میں حبان۔

دنیا۔ قبر۔ برزخ۔ حشر و نشر  
میں کسی بھی وقت جدا نہیں ہوتے



اور — ایسے صادق طالب روز روز — اور — گھر گھر



پیدا نہیں ہوا کرتے — کبھی کبھی — اور — کہیں کہیں  
پیدا ہوا کرتے ہیں !



(اللہ کا طالب صرف اللہ کا طالب ہوتا ہے — کسی حال و مقام  
سے کوئی واسطہ نہیں رکھ کرنا



(اللہ جب اپنے کسی بندہ کی طرف اپنے کمال بھٹ و کرم سے متوجہ  
ہوتے ہیں، اسے اپنی صفات سے مستصفیٰ فرما کر دنیا و مافیہا سے  
بے نیاز فرما دیتے ہیں —

جب تک دنیا کی حقیقت بندہ کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے وہ  
اس کا والہ و شیدار رہتا ہے — جو نہی دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو  
جاتا ہے — اس سے مستغفر ہو جاتا ہے — جب تک دنیا سے مستغفر  
نہیں ہوتا — ہمہ تن و من اللہ میں محو و منہک نہیں ہوتا —



بندہ کا اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اس کا دنیا سے  
مستغفر ہونا ضروری ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے — جب کہ وہ  
دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو !





# مَمْرُفَات

إِنَّ لِي حَرْفَتَيْنِ اثْنَتَيْنِ فَمَنْ  
أَحَبَّاهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ  
أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي  
الْفَقْرُ وَالْجِهَادُ

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :

میرے دو پیشے ہیں، جس نے ان کو پسند کیا، اس  
نے مجھ کو محبوب رکھا، اور جس نے ان سے بعض  
رکھا۔ اس نے مجھ سے بعض رکھا۔

ایک فقیری ہے۔ دوسرا جہاد

(مذاق العارفین جلد ۴ صفحہ ۲۵۸)





اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مُسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِيْ مُسْكِيْنًا

اے اللہ! مجھ کو مسکین (زندہ) رکھ اور مجھ کو

مسکین مار!

انس / ترمذی / ابوسعید / حاکم

مذاق العارفین - جلد ۴ صفحہ ۲۵۶



اَلتَّقِ اللّٰهَ فَقِيْرًا وَّلَا تَلْمِزْهُ غَنِيًّا

اللہ سے مل فقیر ہو کر اور نہ مل غنی ہو کر۔!

بلال / حاکم

مذاق العارفین - جلد ۴ صفحہ ۲۵۶



اگر کسی کو یہ پتہ چل جائے کہ اس کی

غیبت



کئے جانے کا اُسے کتنا ثواب دیا جاتا ہے

میشہ

اسی جستجو میں رہے، کہ

لوگ اُس کی غیبت کریں، اور

وہ آرام سے بیٹھا

اُس کا اتنا بڑا ثواب

حاصل کرتا رہے!

آدمی

جب بدی کر سکتا ہے۔ اُسی وقت نیکی بھی کر سکتا ہے

جب وہ

بدی کے لائق نہیں رہتا۔ نیکی کے بھی لائق نہیں رہتا!

یا حئی یا قیوم





## دو چیزوں

کو بند مارنا انسانی طاقت سے بعید ہے، بہت مشکل ہے

دل کو — اور

دریا کو — !

یا حتیٰ یاقینوم

دریا کو تو بند مارا بھی جاسکتا ہے، دل کو کبھی نہیں مارا جاسکتا

جب بھی

دل کو بند مارا — فقیر نے مارا — فقیر کے سوا کوئی دوسرا

دل کو بند نہ مار سکا



## چیزیں

آدمی کے لئے ہیں — آدمی چیزوں کے لئے نہیں

یہ درخت، یہ نہال — یہ دریا، یہ جبال —

یہ نہال (گہرائی) — یہ کمال (بلندی) —

یہ پرند، یہ چہرند — یہ درند، یہ خنزند —

یہ ستارے، یہ سیارے — یہ فلک، یہ ملک —

سب انسان کے لئے ہیں

اور



انسانے — صرت اور صرت (اللہ کے لئے ہے  
 (اللہ کرے — یہ (اللہ کا ہو جائے  
 آئین — یا حقی یا قیوم!



## سیخے دلے سے

پکی توبہ کر لیں — کہ دین اسلام کی —

## دعوة و تبلیغ

کے سلسلے میں جب بھی کہیں کسی کے پاس جانا ہو۔ کھانے  
 پکانے کا بوجھ کبھی کسی ایک آدمی پہ نہیں ڈالنا — اپنے کھانے  
 کے لئے پکا ہوا کھانا جانے والوں کے پاس ہو، جب بھوک  
 لگے — کھالیں — کسی کے بھی ہاں کبھی مہمان نہیں ہونا —

## دعا کی راہ

میں نکلے واسے راہی — اللہ کے سوا کسی اور کے کبھی  
 مہمان نہیں ہوا کرتے — جہاں بھی جاؤ — اپنے کھانے کا  
 سامان اپنے ساتھ لے جاؤ — جب ضرورت ہو پکاؤ اور کھاؤ!  
 اور — یہ ختم اسلام ہے۔

یا حقی یا قیوم





# طریقت الاسلام

— سلوک

— محبت

— ہمدردی — اور

— خیر خواہی

کا دوسرا نام یہ ہے۔

طریقت الاسلام میں

گلہ، اعتراض، نکتہ چینی، شکوہ شکایت قطعی حرام ہیں

اس لئے

کہ یہ سب تسلیم و رضا کی ضد ہیں۔

اور

تسلیم و رضا — اس منزل کا ابتدا کی اور ناگزیر مقام ہے

یا حمئے یا قیوم





## دَارُالاحْسَانِ

اسے دارالاحسانے کے حدود پر انوار سے داخل  
ہونے والے ہر مرد و عورت کا — نیک ہو یا بد — مومن  
ہو یا کافر — مکمل

ادب و اکرام —

— تعظیم و احترام

لازم ہے، واجب ہے۔ ضرر ہے

یارب! — یا حئی یا قیوم!

ہر کسی کا

ہر حال میں شرعی استقبال و اکرام ہو۔!

اور کسی کی بھی — اور کسی بھی قسم کی — کبھی بے ادبی و

بے حرمتی نہ ہو!

یا حئی یا قیوم

اور یہ ختم الکلام ہے!





# استقامت

ساری دنیا کے اسلام میں ایک چیز کہیں نہیں رہی۔

یہاں تک

کہ وہاں بھی نہیں۔ اور ان میں بھی نہیں۔

اور وہ ہے۔

علم پر عمل۔ اور عمل پر استقامت

طریقت الاسلام کے نامی گرامی مشائخ بھی اس کی چوٹی

پر نہ کھڑے ہو سکے۔

یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، یا حی یا قیوم یا ذوالجلال والاکرام!

تیرے اس دارالاحسان پر

تیرا سب سے بڑا احسان

استقامت ہو! یا حی یا قیوم۔ آمین

استقامت فی الدارين

تیرے اس دارالاحسان کے

تعلیم۔ استقامت



تلقینے۔ استقامت

تبلیغ۔ استقامت۔ اور

فیض استقامت ہو !

زندگی کی کامیابی کا دار و مدار استقامت پر ہے  
جب تک ہم میں استقامت نہ ہو۔ ہر شے رہی۔  
جب سے استقامت رخصت ہوئی۔ استقامت  
کے ساتھ ہر شے رخصت ہوئی۔

دولت بھی گئی عزت بھی گئی دنیا بھی گئی اور میں بھی گیا

دُعا کر

اللہ تیری کھوئی ہوئی چیز پھر سے عطا کرے، آمین !

تیرا

اس حال میں جینا بھی کوئی جینا ہے؟۔ یہ

کوئی زندگی نہیں۔۔۔ وہ زندگی تھی۔ اُسے

حاصل کر

پھر سے حاصل کر۔ جیسے بھی

کر سکے کر۔ اور

یہ ختم الکلام ہے !

یا محنتے یا قیوم !



# البرکت فی الحرکت

برکت ہے بیچ حرکت کے

اللہ کے لئے

گھر سے نکلنے میں برکت ہی برکت ہے !

مَا شَاءَ اللَّهُ

ہر ماہ

تین دن کے لئے (اللہ کی راہ میں ضرور نکلیں

(اللہ کے توکل پہ (اللہ کی راہ میں نکلیں

کسی بھی

شے کے پابند نہ ہوں !



# دفع بلیات

بند و جب

اللہ کے حبیب اقدس مولائے کریم، رؤف الرحیم  
حضور اقدس و اکمل جناب رسول اکرم و اہل اہلب و اطہر  
صلی اللہ علیہ وسلم  
کی شان بیان کرتا یہ

اللہ تبارک و تعالیٰ

اپنی عزت و عظمت اور اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی  
کی شان کے صدقے

اُس علاقے سے بلائیں اور وہاں میں مال دیتا ہے  
آپ کی شان کا ذکر اللہ کے مذاہب کی پوری روک ہے۔ ماشاء اللہ!  
جس علاقے میں آپ کی شان بیان کی جا رہی ہو  
اللہ کی غیرت گوارا نہیں کرتی۔

کہ اُس علاقے میں کوئی بلا و دہار نازل ہو؛  
یا تھتے یا قیوم!



حضرت قطب العالم شیخ العرب والعجم  
مولانا سیدنا الحاج الحافظ الشاہ

## محمد امداد اللہ صاحب

مہاجر مکی قدس سرہ العزیز  
نے اپنی کتاب

انوار الغیوب صفحہ ۳۹

میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر انوار کے کشف کا  
ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
کی صورتِ مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے اور۔  
دائیں طرف "یا اَحْمَدُ" اور بائیں طرف "یا مُحَمَّدُ" اور  
دل میں "یا رَسول اللہ"

ایک ہزار بار پڑھے۔ انشاء اللہ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی

انشاء اللہ



اسی طرح

آپ نے ارواح — اور ملائکہ کے

کشف کا طریقہ

بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ

سالک داہنے سُبُوح " اور بائیں طرف قُدُّوس

اور آسمان کی طرف " رَبِّ الْمَلَائِكَةِ " اور قلب پر

" وَالرُّوح "

کی ہزار بار ضرب لگائے

اور

مقصود کی طرف متوجہ ہو جائے، تو جس روح سے ملاقات

کرنی ہوگی، بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔ دس ہزار

ضربیں لگانے سے مقصود جلد حاصل ہوگا !

(افوار الغیوب صف ۳۸)



## اسی طرح

آپؐ نے آئندہ کے حالات سے باخبر کر دینے والے

## ذکر

کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا — کہ  
 داہنے ”یا اَحَدُ“ اور بائیں ”یا صَمَدُ“ اور سرِ شانے  
 کی طرف پھیر کر ”یا حَیُّ“ اور دل میں ”یا قَیُّوْمُ“ کے  
 ایک ہزار ضربیں لگائے، اور بلاؤں کے دور کرنے کیلئے  
 بھی اسی طرح ایک ہزار ضربیں لگانا محبتِ ربّ ہے

(انوار الغیوب : ۳۸)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ  
 رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○  
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ آمین

امروزِ سعید : یک شنبہ ۲۹ رذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۹ ہجری المقدّس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا نَسَا اللَّهُ لِقَوْلِهِ الْإِنشَاءِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دارالاحسان

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّتِهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَاعُوْذُ بِكَ



رہنمائے مسکین

مفت محمد رفیع علی لودھیانوی مدنی صاحب

المقام الثاویث لصحافت المقبول لمصطفین • دارالاحسان فیصل آباد  
الکستان



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اقابعد

جس سے اہتمام د امید سے دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے  
لئے بچوں کو سکول اور کالجوں میں بھیجا جاتا ہے، اس اہتمام سے —

دینی مدارس

میں نہیں بھیجا جاتا۔ دینی تعلیمات کی اتنی پرداہ ہی نہیں کی جاتی۔ والدین  
کے دلوں میں یہ حسرت الیقتین ہی نہیں ہوتا، کہ ان کے بچے دینی تعلیم  
حاصل کر چکنے کے بعد دنیاوی زندگی میں کامیاب ہوں گے،

ہو نہ ہا ربچوں کو

دنیاوی تعلیمات کے لئے سکولوں اور کالجوں میں بھیجا جاتا ہے،

اور معذور بچوں کو

جو دنیاوی علوم حاصل نہیں کر سکتے — یا حاصل کر چکنے کے بعد کسی اچھی  
جگہ ملازم نہیں ہو سکتے — دینی مدارس میں ایک بار بھیج کر پھر ان کی بات  
تک پوچھی نہیں جاتی۔ انہیں اللہ کے حوالے کر کے چھوڑ آتے ہیں،  
جس سے اہتمام، کوشش، شوق، جذبہ د امید سے سکولوں اور کالجوں  
میں بچوں کی پیردی کی جاتی ہے، — دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے



داے بچوں کی کبھی نہیں کی جاتی — یہی وجہ ہے، کہ اول تو وہ  
 بیچارے پوری دینی تعلیم حاصل ہی نہیں کر پاتے۔ برائے نام فارغ التحصیل  
 کی سند حاصل کر کے ساری عمر دین و دنیا کی کوششیں کا شکار بنے  
 رہتے ہیں۔ نہ پورے دیندار بنتے ہیں، نہ دنیا دار — ان کے اس  
 غیر تسلی بخش حال کو دیکھ کر دین کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق والدین کے  
 دلوں سے ختم ہو جاتا ہے۔

### یہ حقیقت کیہ

کہ ہم نے دین کے کاموں میں پوری کوشش کی ہی نہیں، ہمیں  
 دین سے پیدا ہونے والی برکات کا کیا پتہ ہو سکتا ہے؟  
 ہم نے لڑکوں کو بڑی تگ و دو سے ایم اے تک تعلیم دلوائی،  
 پورے سولہ سال بچے کی پیروی کی، ہزاروں روپے خرچ کئے،  
 پھر وہ ڈپٹی بنے، کمپتان بنے، انجینیر بنے —  
 جج بنے — اور — جہنمیل بنے

### اگر

اتنی ہی کوشش دینی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں پر  
 کی جاتی — بے شک وہ دُوحے بنتے — نظامی  
 بنتے — اور حبا محے بنتے! — کچھ نہ کچھ ضرور بنتے —

### دینے کی عیبت

یہ کبھی گوارا نہ کرتی — کہ ان سے کوئی کام نہ لیا جاتا۔؟



دینے ضرور ان کے قدر کرتا

اور — جس فیض کے مستحق ہوتے، عنایت فرماتا — کسی کو بھی اور  
کبھی محروم نہ رکھتا — دین اللہ کا ہے — کیا اللہ کی غیرت —  
گوارا کر سکتی ہے — کہ اس کا سچا دینے حاصل کرنے والوں کی  
کوئی بھی پرواہ نہ کرے : —

(اللہ سب سے بڑھ کر غیرت مند ہے،

اللہ کہتا ہے،

جو میری طرف ایک بالشت چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف  
گزر بھر چل کر آتا ہوں، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں  
دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں :

جب یہ حال ہے —

پھر کیونکہ اپنے دین کو حاصل کرنے والوں اور دین کی حمایت  
میں کھڑے ہونے والوں کی کوئی پرواہ نہ کرے گا۔

سچ پوچھو — تو اللہ کی حمایت ہے ہی دین کے لئے۔ (اللہ  
چونکہ متدردان ہے، کسی بھی کام میں محنت کرنے والوں کی محنت کو  
ضائع نہیں کرتا، — ورنہ اگر یہی محنت اس کے دین کے کاموں میں  
کی جاتی — ایسے ایسے انعامات سے سرفراز فرماتا — جس کا کہ ہمیں پتہ  
نہیں — یہ مبالغہ نہیں، حقیقت ہے — کہ —  
جتنے درجات ظاہری نظام میں ہیں، باطنی نظام میں اس سے



— کہیں زیادہ ہیں۔ —

— یہ محدود — وہ لامحدود

— یہ عارضی — وہ مستقل

— یہ فانی — وہ غیر فانی

— اسے کی میعاد چند روزہ — اُسے کی میعاد ابدِ آلود

— اسے کا حاصل قلیل — اُسے کا حاصل کثیر

— یہ بے اختیار — وہ مختار

— اسے کا عامل محزون و مغموم — اُسے کا سرور و خمور

— یہ ایک آپ جو — وہ بھر سیکراں

— یہ ایک کلی — وہ گلستان

— یہ دنیا کا نیاز مند — اور وہ بے نیاز کا۔

### عرضیکہ

کسی بھی طرح دنیا کا کوئی مقام دین کے کسی مقام کی برابری

نہیں کر سکتا — وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔



ایک صاحب نے سوال کیا،

کہ غیر ممالک میں تبلیغ کرنے والوں کے لئے انگریزی کا یا جس

ملک میں کہ انہوں نے تبلیغ کے لئے جانا ہو — اس ملک کی زبان سیکھنا

ضروری ہے؟ — بندہ نے عرض کیا کہ —



حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ — یا  
 دیگر ہزاروں صحابہ کرامؓ — جنہوں نے کہ عرب سے باہر نکل  
 کر دنیا میں دین پھیلایا — کب ان ملکوں کی زبانیں جلتے  
 تھے؟ — ان کا اخلاق و اخلاص فی الدین آنا بلند تھا،  
 کہ وہ جس بھی ملک میں چلے جاتے — کایا پلٹ دیتے،  
 لوگ ان کی حرکات و سکنات سے اس قدر متاثر ہوتے،  
 کہ بجائے اس کے، کہ وہ ان کی زبانیں سیکھتے — لوگ ان کی  
 زبان (یعنی عربی) سیکھنے پہ مجبور ہو جاتے، وہ سمجھتے کہ ان  
 سے ان لوگوں کی زبان سیکھیں، تاکہ جو یہ عمدہ پیغام بیکر  
 ہمارے دیس میں آئے ہیں، ہم انہیں پوری طرح سمجھ سکیں۔

— اگر آج بھی

ان کا صاحبزادہ ایمان ہیں نصیب ہو جائے، دہی گزرا ہوا دور  
 پھر سے لوٹ آئے — اور ضرور لوٹ آئے

بندہ دور کے مطابق نہیں ہوتا —

دور بندے کے مطابق ہوتا ہے !

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جس بھی بات  
 کو سرکارِ دو عالمؐ سے سُن لیتے تھے، تسلیم کر لیتے تھے، اس پہ عمل پیرا ہو جاتے  
 تھے — یہ دنیا کے کام ہوتے ہی رہتے ہیں — کبھی دنیا کے  
 کام بھی کسی نے ختم کئے؟ — کام کبھی ختم نہیں ہوتے — یہاں تک،



کہ آدمی ختم ہو جاتا ہے :

جس سے طرح دنیاوی کاموں کو کرنے کے لئے بندہ وقت نکال  
ہی لیتا ہے، اُسی سے طرح دین کے کاموں کے لئے بھی وقت  
نکالیں۔ جو اللہ کے لئے وقت نکالیں گے۔ اللہ ان کے  
گھر کے کاموں کا دکیل و کفیل ہو گا۔

اللہ سے بڑھ کر اور کون بندے کا محافظ و ناصر ہو سکتا ہے؟  
کیا اللہ کو پتہ نہیں کہ اس کا بندہ۔ یعنی آپ اس کی راہ میں  
نکلے ہوئے ہیں۔ اگر اپنے کوئی گاؤں کا چوہہ سدھی اپنے کسی  
نوکر کو اپنے کام کے لئے ہفتہ عشرہ کے لئے گاؤں سے باہر بھیجے، تو  
وہ بے شک اس کے گھر کا ذمہ دار و نگہ ان ہوتا ہے، اگرچہ اس  
کے قبضہٴ استبداد میں کوئی چیز نہیں۔ پھر بھی وہ حتی الامکان اس  
کے گھر والوں کی پوری نگہبانی کو اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کیا کسی آدمی کو یہ  
حسرات ہو سکتی ہے، کہ کسی گاؤں کے منبردار کے نوکر کے بال  
بچوں کو کسی قسم کی اذیت پہنچائے؟ جب کہ منبردار نے اپنے ملازم کو  
اپنے کسی کام کے لئے گاؤں سے باہر بھیج رکھا ہو۔

### اور دراصل

حق بات یہ ہے۔ کہ ہمیں اپنے رب کی ربوبیت کا قہور اس  
علم ہی نہیں۔ پورا تو کہاں۔ ورنہ اگر ہمیں رب کی ربوبیت  
کا علم ہوتا۔ ہمیں ان باتوں کی پرواہ تک نہ ہوتی۔ ہمیں



جو امید ہے، اسباب پہ ہے۔ مسبب الاسباب پہ نہیں  
اگر ہم اپنے رب کی ربوبیت پہ قوی امید ہوتی —  
ہمارا حال کہیں مختلف ہوتا —

ہم ہر بات جانتے ہیں — لیکن کسی بھی بات پہ پوری  
طرح عمل نہیں کرتے، کبھی کرتے ہیں — کبھی چھوڑ دیتے ہیں،  
کبھی کرتے ہیں، کبھی نہیں کرتے — جب چاہتے ہیں کرتے  
ہیں — جب چاہتے ہیں — نہیں کرتے۔

ہمارے اعمال میں

دو چیزیں نہیں

نہ اخلاص ہے — نہ تسلسل

جب تک کسی کو یہ دو خصلتیں نصیب نہیں ہوتیں، دین کے  
میدان میں بازی نہیں لے جاسکتا۔ ہم کسی بھی برائی کو قطعاً نہیں  
چھوڑتے — اور نہ ہی کسی نیکی کو پوری طرح اپناتے ہیں — یہ  
ہے ہماری کمی — جو ہر کسی میں ہر جگہ ہر وقت پائی جاتی ہے،  
کوئی بھی اس سے خالی نہیں

جب تک یہ کسی پوری کی پوری — پوری نہیں  
ہوتی، ہم صحیح الحال بندے نہیں بن سکتے،



ایک دوست نے کہا



کہ میں اکیلا آدمی ہوں، سارا دن دنیاوی کاموں سے فراغت نہیں پاتا۔ بندہ نے کہا۔ کہ جب تمہارے کسی رشتہ دار کی شادی ہوتی ہے، فوراً چلے جاتے ہو۔ اپنے گھر کے کاموں کو کسی کے سپرد کہ کے چار روز کے لئے شادی کے لئے چلے جاتے ہو۔ حالانکہ یہ کام شادی پہ جانے سے بدرجہا بہتر، ضروری اور نفع آور ہے،

یا اگر خدا نخواستہ بیمار چڑھ جائے، تو بعض اوقات ہفتہ سے بھی زیادہ بستر پہ لیٹے رہتے ہو، کوئی کام نہیں کر سکتے، اُس وقت گھر کے کام کون کرتا ہے؟

اسی طرح

ایک دن ان تمام کاموں کو اللہ کے حوالے کر کے قبر میں چلے جانا ہے، پھر ان کاموں کو کون کرے گا؟

ہمیں

اپنے رب پہ ایسی امید نہیں، جیسی کہ سبب پہ ہے۔ اور یہ شرک ہے، شرکِ عظیم۔

اور شاید ہی کوئی اس سے پاک ہو۔!



ایک صاحب نے

عذر پیش کیا۔ کہ وہ ان پڑھ ہے۔ دین کا علم نہیں جانتا،



## بندہ نے جواب دیا

کہ کوئی انسان یہ عذر پیش نہیں کر سکتا، کہ اسے برائی اور  
عبدائی کا کوئی علم نہیں۔ بندے کی اپنی ضمیر ہر عبدائی  
اور ہر برائی سے پوری طرح آگاہ ہے، جب بھی وہ کوئی کام  
کرنے لگتا ہے، اس کی ضمیر اس کی پوری راہنمائی کرتی  
ہے، کہ یہ کام جو تو کرنے لگا ہے۔ برائی کا کام ہے اسے  
مت کر۔ یا نیکی ہے۔ اسے ضرور کر۔ کرنا نہ کرنا  
اس کی مرضی پہ منحصر ہے۔ ضمیر ضرور ہر بندے کو عبدائی  
و برائی کی خبر دیتا ہے، ہر بندے کو پتہ ہے۔ سچ بولنا،  
نیکی۔ اور جھوٹ بولنا برائی ہے، اسی طرح ہر اچائی و  
برائی کا ہر بندے کو علم ہوتا ہے، اور کوئی بندہ یہ  
نہیں کہہ سکتا۔ کہ جو برائی اس نے کی۔ اسے یہ پتہ ہی  
نہیں تھا۔ کہ یہ برائی ہے۔

ہمیں ہمارے

مولائے کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ

بلغوا عنی ولوایہ

یعنی پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو،  
اسے کا یہ مطلب ہے۔ کہ دین کی جو ایک بات آپ کو آتی ہو



وہ دوسرے بجائی تک پہنچا دو — یہ مطلب ہرگز نہیں — کہ پہلے سارا  
دین سیکھو، پھر اس دین کی تبلیغ کرو — دین کے پورے علم  
کا بندہ کیونکر عالم ہو سکتا ہے! ساری عمر میں بھی نہیں ہو سکتا۔

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
کو ہماری کمی کی خبر تھی — یہی وجہ ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ہمیں وضاحت سے سنرایا۔ کہ

”پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو —“

یہ نہیں فرمایا — کہ پہلے سارے دین کا پورا علم حاصل کرو۔ پھر لوگوں  
کو اس کی تبلیغ کرو۔ کیا آپ کو دین سے کی کوئی بھی بات نہیں آتی؟  
آپ کو ایک نہیں، سینکڑوں باتیں آتی ہیں، — جو باتیں آتی  
ہیں، ان پہ عمل کریں — اور پھر انہیں بتائیں، یہ کافی ہیں،  
جو باتیں نہیں آتیں — انہیں سیکھتے بھی رہیں، جیسے جیسے  
سیکھتے جائیں — بتاتے جائیں۔



ایک صاحب نے سوال کیا

کہ جہاں بھی میں دین کی تبلیغ کے لئے گیا — مسجد میں  
داخل ہوتے ہی یہ سوال پوچھا گیا — کہ آپ کون سے فرقے سے  
تعلق رکھتے واسے ہیں؟

آئندہ کے لئے اس سے سوال کے جواب میں سب دوست



یہ کہا کریں —

کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب اسلام ہے۔ وہ اسلام۔ جو  
حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے لے کر آئے تھے۔ جو دین اللہ نے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم کو دے کر بھیجا ہے، وہی دین ہمارا ہے۔ دین  
اللہ کا ہے، بندے کو دین کے کسی حکم میں رد و بدل کی کیونکر  
جرات ہو سکتی ہے؟ ہماری جو بات دین کے خلاف ہو۔  
ہیں بتائی جائے، ہم جو بھی بات دین کے خلاف کہیں، روک  
دیں، ہم اسے کبھی برا نہیں منائیں گے، اگر دیے ہی آپ ہماری  
کسی بھی بات کو سنا پسند نہیں کرتے، اس کا تو کسی کے بھی  
پاس کوئی علاج نہیں، البتہ ہم یہ فرمائش ضرور کریں گے، کہ  
ہم آپ کے پاس اپنی طرف سے نہیں آئے، ہمیں ہمارے حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان — بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً  
نے لے کر آیا ہے، اور ہم نے آپ کے کسی بھی سلوک کو برا نہیں  
منانا۔ آپ کی ہر سخت و نرم کلام کو خندہ پیشانی سے سُن کر  
مسکرا دینا ہے، کبھی بھی برا نہیں منانا۔ ہمیں یہ حق الیقین  
ہے، کہ ہر ناروا سلوک ہماری کمی کی بدولت ہے، اور اپنی  
آغوش میں ایک رحمت لئے ہوئے ہے، اگر پھر بھی نہ سنیں۔  
تو ان سے یہ کہیں، کہ ہماری نہیں سنتے، تو اپنی ہی سنا دیں۔



یہاں تک پہنچ کر بے شک اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی،  
اور دلوں کی دوری دور ہو جائے گی۔ ماشاء اللہ



ایک صاحب نے یہ دریافت کیا  
کہ آپ کون سے مکتب سے فارغ التحصیل ہیں؟ — جب آئندہ  
کوئی صاحب ایسا سوال پوچھے، اس کے جواب میں کہیں، کہ —  
ہم کسی بھی مدرسے کے پڑھے ہوئے نہیں — نہ ہم عالم ہیں،  
نہ طالب علم، جو بات ہمیں ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
سے ہم تک پہنچی ہے، اس پر خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرتے  
ہیں، اور لوگوں کو بھی بتلاتے ہیں، اس سے زیادہ ہمیں کچھ نہیں آتا۔



ایک صاحب نے  
ایک مجلس میں بر ملا کہا — ”ہیں معلوم ہے کہ کیا پاکھنڈ بنا رکھا ہے۔“  
اگر پھر کوئی صاحب ایسے کہے، تو ہرگز برا نہ منائیں — بلکہ یوں  
جواب دیں، کہ اللہ ہی نے تو ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے، نہایت علم و  
حکمت سے میرے بندوں کو میری طرف بلاؤ۔ ہمارا پاکھنڈ علم و  
حکمت ہی پر مبنی ہے، ہیں یہ گمان ہے، کہ شاید یہ پاکھنڈ ہی  
ہماری اور آپ کی نجات کا موجب بنے، دنیا میں جو بھی کوئی پاکھنڈ  
کرتا ہے، اس کا مقصد اس پاکھنڈ کے ذریعے دنیا حاصل کرنا ہوتا ہے



## اللہ کا شکر و احسان یہ

کہ ہمیں اس پاکھنڈ کی تو توفیق عنایت فرمائی۔ لیکن  
اس کے ذریعہ کسی بھی قسم کی دنیا حاصل کرنے کی ترغیب نہ دلائی  
ہم اس پاکھنڈ کے ذریعے دنیا کی کوئی بھی چیز اور کسی سے بھی  
حاصل نہیں کرتے، آپ اس پاکھنڈ سے مستفیض ہوں !



## ایک صاحب نے عذر بیان کیا

کہ اس کے اپنے عمل اچھے نہیں، لوگوں کو اچھے اعمال کی تبلیغ  
کر سکتا ہے؟ بستہ نے عرض کیا — کہ آپ کا یہ احساس بید  
مستحسن ہے، آپ کو مبارک ہو، کہ آپ کو یہ احساس ہے، کہ آپ  
کے اعمال اچھے نہیں، اور یہ احساس بے شک اللہ کو پسند ہے،  
جب تم لوگوں کو برائی سے باز رہنے اور نیکی کرنے کی دعوت  
دو گے، تو اللہ سبحانہ یقیناً آپ کو بھی ایسی ہی توفیق عنایت فرما  
دیں گے۔ جب بار بار کسی برائی کو رد کرنے کی لوگوں کو دعوت  
دے گے، تو آج نہیں کل — کل نہیں پرسوں — ضرور خود  
بھی اس برائی سے رُک جاؤ گے۔ اسی طرح جس نیکی کو  
کرنے کی بار بار تلقین کر دے گے — خود بھی ضرور کرنے لگ  
جاؤ گے — ماشاء اللہ !





## لوگ عموماً

ہم سے یہ دریافت کرتے ہیں — کہ آیا ہم دیوبندی ہیں یا بریلوی؟  
جب بھی کوئی کسی دوست سے اس قسم کا سوال کرے — کھلے الفاظ  
میں یوں جواب دیں — کہ

ہم نہ دیوبندی ہیں، نہ بریلوی — صرف  
مسلمان ہیں !

کسی شخصیت یا کسی دینی درس گاہ کے خلاف کسی بھی قسم کی  
کوئی گستاخی نہیں کرتے، دین کا کام کرنے والی ہر شخصیت  
اور ہر درس گاہ کی کمال تعظیم و تکریم کرنے والے ہیں، ویسے  
نہ ہم میں سے کبھی کوئی دیوبند گیا ہے، نہ بریلی۔ اگر ہم کچھ  
ہیں، تو قادری ہیں، کلیری ہیں، نصیر پوری ہیں، سہارنپوری  
ہیں، ہمارا نصب العین اتحاد بین المسلمین ہے  
فرقہ دارانہ کشیدگی نہیں — ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو  
صرف ایک یہ پیغام سناتے نکلے ہیں، کہ مسلمان مسلمان  
کا بھائی ہے،

اللہ کرے

کرۃ ارض پہ بسنے والے تمام مسلمان بھائی

آپس میں متحد ہوں

یا علی یا قیوم! آمین



## ہم نے

کسی سے بھی — اور کوئی بھی ملت شکن بات کبھی نہیں  
کرتی — نہ ہی کسی سے ایسی بات سُنتی ہے، جس کے منہ  
میں جو آئے، کئے، البتہ ہم نے کبھی کچھ نہیں کہنا، نہ ہی کسی  
ایسی باتیں کرنے والے کا ساتھ دینا ہے،

## یہ ساری دُنیا

اللہ کا ملک ہے، ہم اپنے اللہ ہی کے حکم سے اللہ ہی کے  
ملک میں اللہ کے لئے اللہ کا پیغام لے کر اللہ کے بندوں  
کی طرف نکلے ہیں — اس سے زیادہ ہمیں کسی سے کیا دلچسپی  
ہو سکتی ہے؟

## تلقین

لوگوں کو یوں تلقین کیا کریں — کہ — انسان پہ جو بھی  
غم مصیبت آتی ہے، اس کے اپنے ہی گناہوں کی بدولت آتی ہے،  
وردنہ (لَا) رحیم و کریم اپنے کسی بندے کو مصیبت میں مبتلا نہیں  
فرماتے، بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں، جو سختی لاتے ہیں، —  
بعض ایسے ہوتے ہیں — جن کی بدولت اللہ اپنی  
لغمتوں کو چپین لیتے ہیں — بعض ایسے  
ہوتے ہیں — جو بند امت لاتے ہیں — بعض ایسے ہوتے  
ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ اپنی تقسیم روک لیتے ہیں۔ بعض ایسے



ہوتے ہیں۔ جن کے کرنے سے بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں، جو ہمتوں کو پھاڑ دیتے ہیں، بعض ایسے ہوتے ہیں، جس سے بلد فشاہ آجاتی ہے، بعض ایسے ہوتے ہیں، کہ جن سے دوست دشمن بن جاتے ہیں، — بعض ایسے ہوتے ہیں، جو اسیدوں کو منقطع کر دیتے ہیں، بعض ایسے ہوتے ہیں، جن کی بددلت دعاؤں کو واپس لوٹا دیا جاتا ہے، یعنی سے پھر اللہ ان کی دعائیں مقبول نہیں فرماتے — بعض ایسے ہوتے ہیں، جن کی بددلت (لشہ) بارش روک لیتے ہیں، — بعض ایسے ہوتے ہیں، جن کی بددلت ظلمت چھا جاتی ہے، — بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں، جو پردوں کو چاک کر دیتے ہیں

### مثلاً

بند سے جب بیجائی کے کاموں کو بے باکانہ شروع کر دیتے ہیں، دنیا میں عجیب و غریب قسم کی بیماریوں کا نزول ہوتا ہے بسندے جب اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا بند کر دیتے ہیں، اللہ ان پر رحمت کی بارش بند کر دیتے ہیں — بارش ہی کے لئے تو ہم لوگ دعائیں مانگتے ہیں — لیکن جس وجہ سے (لشہ) بارش نہیں برساتے، اس کا انسداد نہیں کرتے،

اسی طرح



ہر مصیبت و بلا — جس میں کہ بندے مبتلا ہیں۔  
اُن کے اپنے ہی گستاہوں کی بدولت ہے!

### جب بھی

کسی کو دین کی کوئی بات بتانے لگو — یوں کہو — یہ کلمہ  
اپنے اندر بے شک ایک عجیب تاثیر رکھتا ہے۔  
”کہ ایک بات تو سن لیجئے، کہ (اللہ) نے آپ کو کس لئے پیدا  
کیا ہے؟ اس بات کا جواب دے کر پھر جو کچھ بھی کہنا ہے،  
کہہ لینا۔ بے شک (اللہ) نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے  
پیدا کیا ہے۔ اور بندوں کے درجات عبادت ہی کی بدولت  
بلند ہوتے ہیں، اور یہ شرف انسان ہی کو حاصل ہے فرشتوں  
کو نہیں؟ — جیسے ایک بار پہلے میں لکھا جا چکا ہے کہ حضرت جبریل  
امین علیہ السلام شروع دن سے جبریل ہی ہیں، اور جبریل ہی رہیں  
گے، — یہ شرف انسان ہی کو حاصل ہے، آج گنہگار ہے۔ تو  
کل کو مسترب — یعنی — انسان جب گناہ سے توبہ کر  
کے (اللہ) کی یاد میں مشغول ہوتا ہے، بد سے نیک بن جاتا  
ہے، اور اس کا یہ مقام دم بدم بڑھتا رہتا ہے — حتیٰ کہ  
رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا

مقام محمود تک پہنچ جاتا ہے!



## خطبہ حجۃ الوداع

جب کسی محکمے کا کوئی ذمہ دار حاکم نقل مکانی کرتا ہے، تو جانے سے پہلے اپنی محکمانہ جہد و جہد کا پورا اجمالی نقشہ آنے والے کو سمجھا کر جاتا ہے، جب وہ رخصت ہونے لگتا ہے، اپنے کام کے متعلق پوری ہدایا دے کر جاتا ہے، کہ میرے بعد یہ کام کبھی نہیں کرنے، اور یہ ضروری کرنے ہیں، اور وہ ہدایات اس کے منصب کی پختہ ہوتی ہیں۔

اسی طرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

## خطبہ حجۃ الوداع

ساری اسلامی تعلیمات کا انچورڈیہ جب تک آپؐ نے اپنا آخری خطبہ نہیں پڑھا۔ اللہ نے بھی اپنی آخری آیت نازل نہیں فرمائی، آپؐ کا آخری خطبہ ہی دین کی تکمیل کا موجب ہے، اس سے خطبے کو فرما کر گویا دین و دنیا کی ہر بات بستلادی۔ حتیٰ کہ کوئی بھی بات باقی نہ رہی

آپ

اس خطبے کو غور سے پڑھیں۔ جوں جوں آپ اس پر غور کرتے



جائیں گے، نئی نئی باتیں حاصل ہوتی جائیں گی، اس پر چھو۔ تو  
یہ مختصر سا خطبہ اپنے اندر علم و حکمت کے چشمے لئے ہوئے ہے  
اس خطبہ کا

ہر مسلمان کے گھر میں اور ہر مسلمان کی جیب میں ہونا ضروری  
ہے، پہلے بھی یہ خطبہ کئی مرتبہ اس دارالاحسان سے لکھا  
جا چکا ہے، لیکن اس دفعہ اس انوکھے انداز سے لکھا جا رہا ہے  
کہ اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا۔

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان عرفات کو روانگی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے حضرت  
..... رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عربی نسل کے سفید رنگ کے  
گھوڑے پر زین کئی۔ پھر سردر کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ  
وسلم کی رکاب تمام کر گھوڑے پہ سوار کیا۔

### لیجئے

عروسِ مملکت کی سواری میدان عرفات کی طرف روانہ ہوئی

### میدان عرفات میں

ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظاریں حاضر تھے:-



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي لَا أَرَاكُمْ تَجْتَمِعُونَ فِي هَذِهِ الْمَجْلِسِ أَبَدًا  
لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں  
اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے  
نہیں ہو گے،

فت

حاضرین نے جب یہ سنا ہو گا، کہ — میں اور  
تم — پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے — تو  
کھرام چگیا ہو گا !

ہر کوئی دھاڑیں مارتا ہو گا !  
احقر فجر سے ان سطور کو رقم کرنے کے لئے بیٹھا ہے  
جب بھی لکھنے لگتا ہے۔ رُک جاتا ہے،  
اُس روز کے منظر کی تاب یہ دل نہیں لا  
سکتا۔ کاغذ بیچارہ کیونکر لا سکتا ہے؟

اس اعلان کو سنکر

پہاڑوں کے جگر شق ہوئے،

پھولوں کے منہ فق ہوئے۔



چشموں نے خون اگلا  
 بلبلوں کے ننھے سے دل اس خطبہ فراق کی  
 تاب نہ لاتے ہوئے بیتاب ہو گئے،

قمریاد سے بلک بلک کر رونے لگیں  
 حلی کا حبر گھائل ہوا۔

نرگس نے گردن جھکا دی

درندے دم بخود ہوئے

حبانوروں میں پھیل مح گئی۔

ریت کے ذروں کی رنگت بدل گئی

سبزہ کسدا گیا

ہوائیں سے رک گئیں

پھاڑ رز نے لگے

دریاؤں نے شور مچایا

کل کائنات کی آنکھیں اشکبار ہوئیں،

ہر کوئی آپ کی جدائی کے تصور میں بے مل کی طرح ٹوٹا!

(اور)

ہر سوسنا ٹاچھا گیا



پھر فرمایا :

إِنِّي رَمَاءُكُمْ وَ أَمْوَالُكُمْ  
وَ أَعْرَاضُكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ  
كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي  
بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ  
هَذَا وَ سَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ  
فَيَسْئَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ  
أَلَا فَلَ تَوَجِعُوا بَعْدِي  
مَنْ لَا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ  
رِقَابَ بَعْضٍ

”لوگو! تمہارے خون اور تمہارے  
مال اور تمہاری حرمتیں ایک دوسرے پر  
ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے  
دن اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت  
کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب  
اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، اور  
وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت  
سوال فرمائے گا۔ خیردار! میرے بعد گمراہ  
نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں  
کاٹنے لگو۔“

فَتَ : مسلمان کا مسلمان کو قتل کرنا۔ اس کا مال غصب کرنا  
اس کی عزت پر ہاتھ ڈالنا۔ قطعی حرام کیا گیا۔ یہی تین باتیں  
ساری دنیا میں فساد کا موجب ہیں۔ قتل کی تمام وارداتیں تقریباً  
ان دو ہی باتوں کی بدولت ہوتی ہیں۔

— عورتوں کی عصمت پر ہاتھ ڈالنا

اور

مالے کا ناجائز غصب



پھر فرمایا :

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ  
الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيْ  
مَوْضُوعٍ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ  
مَوْضُوعَةٌ

لوگو! (خبردار رہو) جاہلیت کی ہر ایک  
بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا  
ہوں، اور جاہلیت کے قتلوں کے  
تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔

وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ  
مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ  
ابْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا  
فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هَذِلُ

اور بے شک پہلا خون جو میرے  
خاندان کا ہے، یعنی ابن ربیعہ ابن حارث  
کا خون، جو بنی سعد میں دودھ پیتا  
تھا۔ اور ہزیل نے اُسے مار ڈالا تھا۔  
میں (اُسے) چھوڑتا ہوں!

فت : یعنی تمام وہ باتیں جن کا کہ دین میں کوئی جواز نہیں داخل  
فی الجہل ہیں۔ جہالت کی جن باتوں کو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اپنے قدموں تلے روند ڈالا ہے، ہم بھی روند ڈالیں، جہالت کی جو  
باتیں پامال کی جا چکی ہیں، ہماری دنیا میں کسی بھی شکل میں کبھی نہ ابھریں،  
نہی ہم انہیں ابھرنے دیں، یہی دنا کا تقاضا ہے۔

خون کا بدلہ معاف کر دینا بڑی جوامردی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ابن ربیعہ کا خون معاف فرما کر ہمیں ہدایت فرمائی کہ کسی کا کسی سے انتقام لینا  
کوئی جوامردی ہے؟ البتہ کسی کا کسی کو معاف کر دینا بیشک جوامردی ہے  
اور یہی اصل بدلہ ہے جو دلوں کو جیت لیتا ہے۔



پھر فرمایا :

وَرَبَا الْحَبَالِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ  
وَأَدَلُّ رَبًّا أَضْعَفُ رَبًّا فَا رَبًّا  
عَبَّاسٍ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ  
فَنَاتَتْهُ مَوْضُوعٌ كَلَّةٌ

”اور اپنے خاندان کا پہلا سود جو میں  
مٹاتا ہوں۔ وہ عباس بن عبد  
المطلب کا سود ہے۔ وہ سارے کا  
سارا چھوڑ دیا گیا ہے۔“

فت : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سود کے بہتر  
گناہ ہیں۔ جن میں سے کمترین درجہ کا گناہ یہ ہے۔ جیسے کہ کوئی اپنی  
ماں سے جماع کرے۔ اس سے دُور رہیں۔ نہ سود لیں، نہ دیں۔  
نہ لینے دینے میں آئیں۔ نہ کھائیں۔ نہ ہی سود کے محرمین۔

نیز فرمایا

کہ سود کا ایک درہم، جس کو آدمی ماں بوجھ کر کھائے  
چھبیس زنا سے زیادہ گناہ رکھتا ہے۔

نیز فرمایا

جو گوشت مالِ حرام سے پیدا ہو۔ وہ دوزخ ہی  
کے لائق ہے۔

نیز آپ نے

سود خور پر۔ سود دینے والے پر۔ اور۔  
سود کا کاغذ لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے





## پھر فرمایا :

فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النَّسَاءِ فَإِنَّكُم مِّنْهُنَّ  
أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانٍ اللَّهُ  
وَاسْتَعْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ  
بِكَلِمَةٍ اللَّهُ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ  
أَن لَّا يُوْطِئَنَّ فُرُشَكُمْ  
أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ فَإِنْ  
فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاصْرِیْوهُنَّ  
مَنْزِلًا غَيْرَ مَبْرُوحٍ وَلَهُنَّ  
عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ  
بِالْمَعْرُوفِ

”لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ  
سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اللہ کے نام کی  
ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا  
ہے۔ اور اللہ کے کلام سے تم نے ان  
کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا  
حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے  
بستر پر کسی غیر کو کہ اس کا آنا تم کو  
ناگوار ہو۔ نہ آنے دیں۔ لیکن اگر  
وہ ایسا نہ کریں، تو ان کو ایسی مبرا د  
جو نمودار نہ ہو۔ اور عورتوں کا حق  
تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح  
کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔“

فت : یعنی عورتوں کو بلا وجہ کالی گلوچ دینے اور مار پیٹ  
کرنے سے منع فرمایا ہے، عورت کی سب سے بڑی خوبی اس کی  
حیا ہے۔ جسے یہ حاصل ہو، اسے محض زبان درازی یا گھڑیلو کار دبار  
میں سستی کی بدولت کبھی زود کو ب نہیں کرنا۔ حیا دار عورت گھر کی رانی  
ہوتی ہے، بات بات پہ برا بھلا کہنا گھر کے ماحول کو پر اگندہ کرنا ہے۔  
کائنات کی ہر شے میں اللہ کا نور حبوہ گر ہے۔ جو نور کلاب



کے اس ٹمکتے ہوئے پھول میں جلوہ گر ہے۔ گھاس  
کے اس سوکھے ہوئے تنکے میں بھی ہے۔

حتیٰ کہ

کائنات کی کوئی بھی شے ایسی نہیں۔

جس میں

اللہ کا نور جلوہ گر نہ ہو!

نور کی جو تجلی عورت میں جلوہ گر ہے

کسی اور مخلوق میں نہیں،

اسی نور کی تجلی کی بدولت

جوشش عورت کی ذات میں پائی جاتی ہے،

وہ بھی کسی اور مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔ اور یہ

سب اس لئے ہے۔ کہ

عورت اللہ کی مظہر ہے،

اور ہر شے کا خالق اگرچہ (اللہ) ہے،۔ اس کی مظہر ہاں ہے، اور

کوئی بھی مخلوق ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوئی

اور نہ ہی ہو سکتی ہے



## حب عورت کا یہ درجہ ہے

اس پہ ایک جامع خطبہ ضروری تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ عورتوں کی ساری زندگی کو کفالت کرتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مرسل علیہم السلام ماں ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ عورت ہر نبی دلی کی ماں ہے اور واجب الاحترام

عورت کی تخلیق آدم کی پہلی سے ہوئی۔ پہلی میڑھی ہوتی ہے۔ کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح عورت کی تلخ کلامی۔ کج اخلاقی کا معاملہ ہے۔ اور اس پہ درگزر ضروری ہے



پھر فرمایا :

وَقَدْ تَرَكْتُمْ مَا  
لَنْ تَنْفَعُوا بَعْدَهُ إِنْ  
اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابُ اللَّهِ

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے (وہ چیز) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

فت : قرآن کریم کے جملہ حلال و حرام اور اوامر و نواہی کو جانتا سیکھنا حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔





پھر فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ  
بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ  
أَلَا فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَ  
صَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا  
شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ  
أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا  
أَنْفُسُكُمْ وَتَحْجُّوا  
بَيْتَ رَبِّكُمْ وَأَطِيعُوا  
وَلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا  
جَنَّةَ رَبِّكُمْ

”لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے  
اور نہ کوئی تمہارے بعد امت،  
(جدید پیدا ہونے والی) ہے خوب  
سن لو۔ کہ اپنے پروردگار کی  
عبادت کرو۔ اور چھ گناہ نماز ادا  
کرو۔ اور (سال میں) ایک مہینہ  
رمضان کے روزے رکھو۔ اور  
مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوشدلی کے  
ساتھ دیا کرو۔ اور بیت اللہ کا حج  
بجلاؤ۔ اور اپنے ادبیار کے امور و  
احکام کی اطاعت کرو۔ (جس  
کی جزا یہ ہے کہ) تم پروردگار  
کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“



پھر فرمایا

وَأَنْتُمْ تَسْلُونَنِي فَمَا  
أَنْتُمْ قَائِلُونَ

”لوگو! قیامت کے دن تم سے میری  
بابت بھی دریافت کیا جائے گا:  
مجھے ذرا بتاؤ۔ کہ تم کیا جواب



دو گے ”



قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ  
بَلَغْتَ وَادَّيْتُ وَنَصَحْتَ

سب نے کہا۔ ہم اس بات کی  
شہادت دیتے ہیں۔ کہ آپؐ نے رسالت  
و نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپؐ نے ہم  
کو کھرے کھوٹے کی بابت اچھی  
طرح بت دیا !



جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا  
تو صحابہ کرامؓ نے یک زبان ہو کر عرض کیا،  
”بَلَّغْتُ بَلَّغْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ“

اور

ان کے فلک شکاف مغروں سے

عرفات کی ساری فضا گونج اُٹھی،





پھر فرمایا :

فَقَالَ يَا صُبْعِ السَّابَةِ  
يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَ  
يُنْكَتُهَا إِلَى النَّاسِ اللَّهُمَّ  
اشْهَدُ - اللَّهُمَّ اشْهَدُ  
اللَّهُمَّ اشْهَدُ

(اس وقت انبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)  
نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا  
آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے، پھر  
لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (کہ)  
اے اللہ! سن لے (میرے بندے  
کیا کہہ رہے ہیں؟) اے اللہ! گواہ  
رہنا (کہ یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں  
اے اللہ! شاہد رہ!) (کہ یہ سب  
کیا صاف اقرار کر رہے ہیں)



پھر فرمایا :

أَلَا يَسْبِغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ  
فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبْلَغُهُ  
أَنْ يَكُونَ أَدْعَى لَهُ مِنْ  
بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ

دیکھو! جو لوگ موجود ہیں، وہ ان  
لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں پہنچاتے  
رہو۔ (تبلیغ کرتے رہو) ممکن ہے  
کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ  
تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت  
کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے





حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نبی اس  
خطبے کو حتم فرمایا۔ اُسی وقت اُس جبکہ اللہ  
رب العالمین نے دین اسلام کی تکمیل کا اعلان  
فرمادیا۔ اور وہیں حیرمیل امین علیہ  
السلام یہ آیت کریمہ لیکر نازل ہوئے :

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ  
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ  
دِينًا

” یعنی آج کے دن میں نے کامل کر دیا ہے تمہارے دین کو  
تمہارے لئے، اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور میں  
نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا۔“

اس کے بعد

صیٹی میں تتر ادنٹ قربان کئے گئے۔ سرسٹھ ادنٹ حضور اقدس  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اور تئیس حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ نے — پھر

مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ اور کعبہ کے طواف سے فارغ  
ہو کر مدینہ منورہ کو واپس ہوئے۔



مدینہ منورہ کی راہ میں ختمِ عندیوں کے مقام پہ ایک اور

### تاریخی خطبہ

پڑھا۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے راستہ میں مولائے  
علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف چند شکایات کیں کہ انہوں  
نے یمن میں مال غنیمت کی تقسیم میں یہ کیا اور وہ کیا دیا۔  
یہ شکایت بے بنیاد اور بریدہؓ کی کم علمی کی بدولت تھیں۔  
آپؐ دماں رُکے — اور

### ایک اور خطبہ

دیا۔ جس میں اہلبیت کے فضائل کا اظہار فرمایا۔  
پھر آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مولائے علی  
کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا :

**مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيَ مَوْلَاهُ**

یعنی جس کا میں مولا ہوں، علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔ !  
یہ سن کر علیؑ کی شان کی پوری وضاحت فرمادی۔

اگر کوئی اس خطبے پہ غور فرمائے

اس کی شرح صدر ہو جائے، اگرچہ کسی بھی مکتبہ فکر کا مفکر ہو

مولا سے مراد

کار سازی فرمانے والا ہے۔ — ہمدرد، ہنگامہ و مددگار۔ ماثلاً



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کی شان میں کیا خوب  
 فرمایا — یعنی جو کوئی مجھ کو اپنا مولا سمجھتا ہے۔  
 میرے عٹلی کو بھی اپنا مولا سمجھے۔ جیسے میری  
 تقظیم و تکریم کرتا ہے۔ میرے عٹلی کی بھی کرے۔

اس لئے

کہ جس کا میں مولا ہوں — میرے عٹلی بھی اس کے مولا ہیں !  
 حضوت عمر فاروق رضی اللہ عنہ  
 نے یہ خطبہ سن کر حضرت عٹلیؓ کرم اللہ وجہہ کو اس کمال  
 شرف کی مبارک دی۔  
 حضرت برویدؓ ۵۰۰ سال پہلے آپؐ کی خدمت میں حاضر رہے۔  
 حتیٰ کہ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم جب خیمہ عند یوں میں قیام پذیر ہوئے  
 دغم غدیر ایک مقام کا نام ہے۔ جو مکہ اور مدینہ  
 کے درمیان واقع ہے) تو —

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا،  
 کیا تم کو یہ معلوم ہے، کہ مومنوں کے نزدیک میں ان کی



جانوں سے زیادہ عزیز و بہتر ہوں، لوگوں نے عرض کیا،  
ہاں! — پھر آپ نے فرمایا —

”اے اللہ! جس شخص کا میں دوست ہوں، علی کرم  
اللہ وجہہ اس کا دوست ہے، اے اللہ — تو اس  
شخص کو دوست رکھ، جو علی (کرم اللہ وجہہ) کو دوست  
رکھے، اور اس شخص کو اپنا دشمن خیال کر، جو علیؑ  
سے دشمنی رکھے۔“

### اس واقعہ کے بعد

علیؑ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، عمرؓ  
نے ان سے کہا — ابو طالب کے بیٹے! — خوش رہو تم صبح  
اور شام، ہر وقت ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے  
دوست اور محبوب ہو! (احمد)

### نیز فرمایا

”میں حکمت کا گھر ہوں، اور علیؑ حکمت کے گھر  
کا دروازہ ہے!“ (ترمذی)



نیز

حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولائے علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔

”میرے اور تیرے سوا کسی شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کے اندر آئے۔“ (یعنی اس مسجد کے اندر سے گزرے)  
(ترمذی عن ابوسعید)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے اندر تمام لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو بند کرادیا مگر علیؑ کا دروازہ مسجد کی طرف باقی رکھا،



نیز فرمایا

کہ علیؑ سے منافق محبت نہیں رکھتا، اور مومن علیؑ سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔



(احمد / ترمذی - عن ام سلمہ)

نیز فرمایا

جس شخص نے عٹلی کو بُرا بھلا کہا - گویا  
مجھ کو بُرا کہا -

نیز فرمایا

عٹلی مجھ سے اور میں عٹلی سے ہوں،  
میری جانب سے کوئی عہد نہ کرے، اور نہ کوئی معاہدہ  
کرے - مگو ہیں خود - یا میری جانب سے عٹلی،  
(احمد / ترمذی / عن حبشی بن عبادہ)



## خطبہ حجۃ الوداع

میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب شیع رسالت کے پروانے  
(حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ) موجود تھے۔ جوں جوں  
آپ خطبہ فرماتے جاتے تھے، حاضرین کی رگوں میں جوش کی لہریں  
روڑتی ہاتی تھیں۔ یہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

نظرِ کامل ہی کا فیض تھا



جب آپ اس خطبے سے فارغ ہوئے اور فرمایا —

کہ جو اس میدان میں حاضر ہیں۔ میرے اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں، جو یہاں حاضر نہیں — پھر ان احکام کو ہمیشہ لوگوں تک پہنچاتے رہنا۔

اس پہ وہ اتنے متاثر ہوئے کہ

رہیں سے اپنی سواریوں کی ٹکیلیں کھینچ لیں۔ جس جس طرف دوستیوں کے منہ تھے، اُسی طرف کو ایڑیاں لگا دیں۔ اتنی بھی مہلت نہ دی، کہ وہ اپنی سواریوں کے منہ کو کسی خاص سمت کی طرف موڑیں۔ جس سے طرف منہ کئے کھڑی تھیں، اُسی طرف کو چل پڑے۔ اور — ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرامؓ میں سے چند ہزار صحابہ کرامؓ کی قبریں جنت البقیع میں ہیں۔ باقی سب مہاجر الی اللہ ہو کہ جہاں جہاں کسی کا مقام تھا۔ (اللہ کے دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے شہادت کی موت مرے۔ اور وہیں دفن ہوئے۔)

(اللہ سبحانہ)

ہمیں بھی اسی ذوق و شوق سے دین کی راہ میں چلنے اور کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے — آمین !

یا حیُّ یا قیُّوم !



# صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

یہ آپ کی نظر ہی کا فیض تھا،

کہ آپ کے صحابہ کرام ہمہ تن و من آپ کے ارشادات سنتے اور ان پر عمل کرنے ہی کو اپنی زندگی کی منزل سمجھتے — آپس میں ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتے، آپ کی محبت کی بدولت ایک دوسرے پہ جان تک قربان کر دیتے — جو چیز اپنے لئے پسند کرتے، اپنے بھائی کے لئے بھی کرتے — ایک دوسرے کے پورے ہمدرد اور غمگسار ہوتے — اگر کسی کو کسی تکلیف میں پاتے، ملول ہو جاتے — اس کے درد میں پورے شریک ہوتے، جس بھی مدد کے قابل ہوتے، کبھی گریز نہ کرتے، ایک دوسرے سے کبھی حسد نہ کرتے، نہ ہی کسی کے خلاف کینہ دل میں رکھتے، فراغت کے وقت سچے دل سے ایک دوسرے کو ملنے کے لئے گھروں سے نکلتے — اور ایک دوسرے سے ایسے ملتے، کہ اللہ ان کے اخلاق پہ راضی ہو کر ان سب کو غموں سے نبات بخش دیتے، بعض دفعہ اور اکثر ایسے ہوتا — کہ وہ بھولے بجائے ان پڑھ لیکھنے راستبازی و اخلاص کے محبت



اگر کسی کام کو کرنے کا دل میں ارادہ رکھتے، اللہ کا امر "کُن" ان کے ارادوں میں شامل ہو جاتا۔ انہیں اپنے کسی بھی کام کی تکمیل کے لئے کسی خاص حیلہ اور تدبیر کے اہتمام سے واسطہ نہ رہتا، جب ان کے دل میں کسی بات کے کرنے کا خیال پیدا ہوتا، (اللہ) اسی وقت اور اسی طرح کر دیتے۔ ان کے عمل میں اتنا احلاص تھا۔ کہ ان کی سیدھی سادی عبادت اللہ کو مستقر پسند ہوتی۔ کہ اس کی بدولت جو دعا کرتے، قبول ہو جاتی، نہ کسی نے کبھی کوئی چیلہ کشی کی۔ نہ کبھی جلالی و جمالی کی خبر رکھی، نہ کبھی یہ کہتے، کہ بڑا گوشت نہیں کھانا۔ فلاں ورد پرٹھنے کے وقت انڈا نہیں کھانا۔ مچھلی نہیں کھانی، دودھ نہیں پینا۔ اس قسم کے کسی بھی پرہیز کی کوئی خبر نہ رکھتے۔ اگر کچھ رکھتے، تو (اللہ) رکھتے۔ مثلاً

بخاری شریف کی پہلی جلد کے پہلے باب میں ایک حدیث "رج" ہے۔ کہ صحابہؓ کی ایک جماعت کہیں جا رہی تھی۔ راہ میں کسی آدمی کے پاس سے گزر ہوا۔ جسے کسی نہریلے سانپ نے کاٹا ہوا تھا۔ ایک صحابیؓ نے اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اور وہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔ اس نے ہدیہ کے طور پر اسے ایک بکری دی، جسے اسؓ نے گھر پہنچ کر ذبح کر کے کھایا۔ لوگوں نے اس کی شکایت کی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ



علیہ وسلم نے اُسے بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر اس گوشت  
میں سے بچا ہوا ہے، تو ہمیں بھی دیں۔ ہم بھی کھائیں گے۔  
اس سے کسی ٹل کے ذریعے اجرت لینا جائز ہوئی۔ پھر آپ  
نے پوچھا۔ "تو نے کیا پڑھا تھا؟" اس نے عرض کی۔ کہ  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے سات بار سورہ فاتحہ  
پڑھ کر اس پر دم کیا تھا۔!

### حسنود کے صحابہ کرامؓ

میں جو برکت تھی، وہ آپ کی محبت اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور  
خیر خواہی کی بدولت تھی۔ جو آج ہم میں نہیں۔ نہ ہیں اپنے کسی دوست  
سے محبت ہے، نہ ہی ایک دوسرے سے ہمدردی۔ سارا دن  
ایک دوسرے پر سچے جھوٹے الزامات لگاتے رہتے ہیں، بات بات پر  
ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہماری ایک دوسرے پر نکتہ چینی  
ہی ہماری ناکامی کا باعث ہے۔

### یہ یاد رکھ لیں

جب تک ہم اپنی اس کمی کو دور نہیں کرتے، ہم میں کبھی کوئی بات  
پہلوں کی سی نہیں آسکتی۔ اسی حال میں ساری عمر گزرے گی  
اور زندگی کی کسی بھی لذت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ ہر کسی  
کے گلے میں دو توبرے بٹکے ہوتے ہیں۔ ایک میں اس کی اپنی  
اور دوسرے میں ساری دنیا کی خامیاں بھری ہوتی ہیں۔



## ہم نے

جب بھی اور جو بھی تنقید کرنی ہے، اپنے ہی احوال پہ کرنی ہے،  
اپنے ہی ضمیر کو کوسنا۔ اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔ اس  
کمی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ ہماری اپنی ہی رُوئی سے  
بنوے چلتے نہیں جاتے، کسی کے ہم نے کیا چلتے ہیں۔ اور کیوں چلتے  
ہیں۔ (اللہ کے وہ نیک بندے نہایت ہی سادہ لوح تھے، ان میں  
بعض ایسے بھی تھے، جو تین اور سات کی جمع بھی نہیں جانتے تھے،  
کہ دونوں مل کر کتنے ہوتے ہیں؟ (اللہ کو ان کی یہ سادگی ایسی  
پسند تھی۔ کہ ان کی آسانی کے لئے اللہ نے قرآن کریم (بقراءت) میں  
تین اور سات کی جمع دستِ بتلاوی۔

## اُسے زمانے میں

درس گاہیں نہ تھیں۔ اور انہیں نحو میر کی خبر تک نہ تھی۔ اللہ  
نے ان کو سارے جہان کی جہانیاں بخشی ہوئی تھیں۔ جس بھی  
جہان میں جاتے جہانیاں بن کر جاتے، کسی بھی ملک میں  
یہاں تک کہ دشمن کے ملک میں بھی ان کی کبھی سبکی نہ ہوتی  
اور جاہت و تمکنت ان کے آگے پیچھے جاتی۔ جب بھی کہیں  
اسلام کی مانندگی

کرتے، رین کا بول بالا کر دیتے۔ کسی سے بھی خوف نہ  
کھاتے۔ حیات و ممات سے بے پرواہ ہو



کہ ہر حق بات کو بر ملا کہہ دیتے۔

دشمن کے نزعے میں گھر کر بھی کسی بزدلی کا مظاہرہ نہ کرتے، ایک بار بے خوفی کا لبادہ اوڑھ کر پھر کبھی نہ اتارتے۔ اقل تو کسی سلطان کے در پر کبھی جاتے ہی نہ۔ اگر کہیں چلے بھی جاتے۔ جس بھی کام کے لئے جاتے۔ کروا کر آتے۔ سلطان پر سکتہ طاری ہو جاتا۔ انکار کی جرات ہی نہ ہوتی۔ دیے اگر کہیں کسی جگہ اسلحہ کے لئے اپنی جان دینی پڑتی، منہ کھیتے زندگی کی بازی لگا دیتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

## صحابہ کرامؓ

کے ایسے ایسے دلچسپ و دلآویز واقعات ہیں۔ اگر انہیں لکھا جائے۔ کبھی ختم نہ ہوں!



## آخر میں

ہماری ہستی کی پستی کی وجہ معلوم ہو ہی گئی — اور

وہ یہ ہے

بندہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ  
پڑھ کر حصارِ دینِ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے  
جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے

### حصارِ میں سے

جب کوئی چیز محصور کر دی جاتی ہے، پھر وہ اس کو بچاؤ  
نہیں سکتی، اگر اس سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو جائے  
تو اس کو باغی، مجرم اور قابلِ تعزیر گردانا جاتا ہے

### حصار کے اندر

رہنے کا مقصد یہ ہے، کہ وہ اپنی تمام ضروریات اسی حصار  
کے اندرونی ذرائع سے پوری کرے — اور

حصارِ دینِ اسلام چونکہ اللہ کا حصار ہے

(اور اللہ بہت بڑا ہے،

سب سے بڑا — اس لئے اس کا حصار بھی اتنا ہی  
وسیع ہے، کائنات کی ہر چیز اس حصار میں موجود ہے



اور — اس میں داخل ہو جانے والا آدمی دنیا و مافیہا سے  
بے نیاز ہو کر حجب اللہ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنا  
شروع کرتا ہے — تو

ہر چیز اُس کی ہو جاتی ہے

پھر کیا وجہ ہے

کہ ہم اس حصار سے نکل کر دوسروں کے محتاج ہو گئے ہیں؟  
— دوسروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں  
— مار کھاتے ہیں

— بیت المقدس چھناتے ہیں،

— عزتیں گنواتے ہیں، عصمتیں لٹواتے ہیں۔ جائدادیں

تباہ کر دیتے ہیں، انسان مروا دیتے ہیں، اور — پھر

جا کر اغیار کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں — اور

محرّم لوٹ آتے ہیں

بارشیں رک جاتی ہیں

آندھیاں آتی ہیں

طوفان تباہی مچاتے ہیں

دشمن کے خوف اور اپنی بربادی کے بادل سر پر مست لگاتے ہیں!



اس سب کچھ کے باوجود

ہم

ہوش میں نہیں آتے

وہ اللہ

جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کر سکتا ہے !  
حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں تڑا سکتا ہے،  
حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھری کے بچے سے بچا سکتا ہے،  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی صیہونیت سے نجات دلا کر اُس کو غلبہ  
بھی عطا کر سکتا ہے !

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پتھر ڈرے میں یرقہ کی پاکبازی کی گواہی دلا سکتا ہے

وہ (اللہ

ہماری مشکلات کو حل نہیں کر سکتا؟ — کر سکتا ہے ! پھر  
کرتا کیوں نہیں؟ — اس لئے — کہ

ہم اس کا نام تو لیتے ہیں۔ لیکن اس کے کہنے پر چلتے نہیں !

ہم اس کے سب سے پیارے شغل کو نہیں اپناتے۔ وہ تو نبی

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتا ہے، ہم نہیں کرتے، وہ

اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتا ہے، ہم رخنہ

نکالتے ہیں، انبیاء علیہم السلام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

نام کے صدقہ میں اللہ سے خطا معاف کراتے رہا — ہم



وسیلہ کی حیثیت کے ہی قائل نہیں،

(اللہ کی قسم اگر

اللہ کے اس پیارے اور محبوب شغل کو اپنائیں۔۔۔ یعنی نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار۔ الفت، محبت اور عشق میں سرشار ہو  
جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر چلنے کو تیار ہو جائیں، تو سب  
دوسروں سے بے نیاز ہو جائیں، اور۔۔۔

کائنات کی ہر چیز پہ محنت ادا ہو جائیں

(اللہ تعالیٰ

اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرتا ہے۔ ہم بھی کریں۔ اللہ  
کرے، ہم بھی کریں۔ اب بھی کریں۔ تب بھی کریں۔ ہمیشہ کریں،  
سدا کہیں۔ یہاں کریں، وہاں کریں، ہر جا کریں، اللہ آسمان پہ  
کرتا ہے، ہم زمین پہ کریں۔ اتنا کریں، اتنا کریں، اس حد تک کریں  
کہ زمین کی گہرائیاں۔ فضا کی پہنائیاں، اور آسمان کی بلندیاں  
ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گونج اٹھیں، شیاطین کو پناہ نہ ملے، بلاؤں  
کو جگہ ہی نہ ملے، سکون ہو جائے آرام ہو جائے، ہر سزا کو بکور رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے جھنڈے گر جائیں۔ آمین! یا حییٰ یا قیوم۔ ثم آمین!

یا حییٰ یا قیوم۔ یا اللہ! یا رحمن! یا رحیم، یا حییٰ یا قیوم

یا ذوالجلال والاکرام۔ آمین۔ یا حییٰ یا قیوم !!!



۱۹۴۴  
اللہ نے

ہمیں سب امتوں میں سے خیر امت — یعنی ایک چنی ہوئی امت کہہ کر پکارا ہے — یعنی وہ امت جسے ہر قسم کی خیر سے نوازا گیا ہے۔ لیکن — جو بے ستدری ہماری آج ہو رہی ہے — کسی بھی زمانے میں، اور دنیا کے کسی بھی بازار میں کبھی نہیں ہوئی — ہمارے کوئی قیمت نہیں رہے —

کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ

کیوں؟ — آپ کی یہ بیستدری کیوں ہو رہی ہے — کسی دن تو تو علوں کے برابر تھلا کھڑا تھا، آج ستیری کسی بھی بازار میں کوئی مانگ نہیں دے اس لئے — اور صرف اس لئے

کہ تیرے دل میں اللہ کے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں رہی — یہ دل اپنے محبوب کی محبت سے خالی ہو گئے ہیں جس جوہر کی بدولت یہ گوہر تھا۔ وہ نہ رہا — اس میں نہ وہ سوز ہے۔ نہ گداز، نہ تپش ہے۔ نہ تڑپ — یہی وجہ ہے — کہ اب یہ کبھی اُن کی یاد میں نہیں رویا — اس کی آنکھوں سے کبھی فراق کے آنسو نہیں بہے، یہ انیس رسولؐ کے تو



اللہ نے

ہمیں سب امتوں میں سے خیر امت — یعنی ایک چنی ہوئی امت کہہ کر پکارا ہے — یعنی وہ امت جسے ہر قسم کی خیر سے نوازا گیا ہے۔ لیکن — جو بے ستدری ہماری آج ہو رہی ہے، — کسی بھی زمانے میں، اور دنیا کے کسی بھی بازار میں کبھی نہیں ہوئی — ہماری کوئی قیمت نہیں رہی —

کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ

کیوں؟ — آپ کی یہ بیستدری کیوں ہو رہی ہے؟ — کسی دن تو تو عللوں کے برابر ٹلا کھوتا تھا، آج تیری کسی بھی بازار میں کوئی مانگ نہیں رہی اس لئے — اور صرف اس لئے

کہ تیرے دل میں اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں رہی — یہ دل اپنے محبوب کی محبت سے خالی ہو گئے ہیں جس جوہر کی بدولت یہ گوہر تھا۔ وہ نہ رہا — اس میں نہ وہ سوز ہے — نہ گداز، نہ تپش ہے۔ نہ تڑپ — یہی وجہ ہے — کہ اب یہ کبھی اُن کی یاد میں نہیں رویا — اس کی آنکھوں سے کبھی فراق کے آنسو نہیں بہے، یہ انیس رسولؐ تو



مانتا ہے، محبوب نہیں مانتا — یہ اس کی ایک حالت ہے۔ جس پہ درگزر ممکن تھا۔

### لیکن

اس نے اسی پہ اکتفا نہیں کیا — اس حد سے گزر کر انکی شان پہ نکتہ چیں بنا۔ اور یہ نکتہ چینی ہی ہماری کم نصیبی کا موجب ہے، ہماری بیفقداری آپ کی بے قدری کی بدولت ہے،

### جب تک

آپ کی محبت ہمارے دلوں میں جلوہ گر رہی — آپ کی محبت ہی کی بدولت ساری دنیا ہم سے محبت کرتی تھی — (اللہ نے ہمیں اپنی مخلوق پہ رعب بخشا ہوا تھا۔ جو اب ہم میں نہیں — اب آپ کا نام کیوں ہمارے وردِ زبان نہیں؟ — خود بخود کیوں دل سے نہیں نکل رہا، آپ ہی کے ذکر کی بدولت

نہیم ہستی میں رونق تھی — جب سے وہ نہ رہا — رونق نہ رہی۔ آپ کی یاد — آپ کی محبت — (اللہ کے عذاب کی پوری روک ہے، آپ کی محبت ہی کی بدولت عنفلت کے پردے پاک ہوتے ہیں — اور سب دل آپ ہی سے فضا پا کر زندہ ہوا کرتے ہیں !



## لوگ اکثر

یہ شکایت کیا کرتے ہیں۔ کہ ان کا دل یکسو نہیں۔ ہر جگہ ہے،  
اور نہ ہی انہیں کسی بھی عبادت میں کوئی سرور آتا ہے۔ ان سب  
کا صرف ایک ہی جواب یہ ہے۔ کہ

### ہمارے دلوں میں

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں۔ یہ کسی  
کوئی محسوس کی نہیں بنیادی ہے، جب تک یہ کمی دور  
نہیں ہوتی، دل کی دنیا پھر سے اور کبھی محسوس نہیں ہوتی۔  
جب تک آپؐ کی محبت ہمارے دلوں کی جان بنی رہی، دل  
زندہ رہے، اور —

دل کی زندگی ہی اصل زندگی ہے،



### دنیا میں

جب بھی کوئی بلا نازل ہوئی — ہر کسی نے آپؐ ہی کے وسیلے سے  
اس سے نجات مانگی، یہاں تک — کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء  
علیہم السلام میں سے جب بھی کوئی کسی معاملے میں آزمایا گیا۔  
آپؐ ہی کے نام کی برکت سے اس آزمائش سے نکلا۔

آپؐ کا ذکر

اللہ کو ہر ذکر سے پسند ہے



دنیا میں کوئی بھی محب ایسا نہیں

جو اپنے محبوب کا نام سن کر خوش نہ ہو، اور ہر کسی کو  
راضی کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں۔ کہ اس کے  
سامنے اس کے محبوب کی تعریف کی جائے۔

میدے نے

ایک جنگل میں ایک اللہ کے بندے کو یہ کہتے سنا۔ کہ۔  
”اے محبت کے پیدا کرنے والے تو محبت کو پیدا کر کے ضرور  
ردیا ہو گا۔ جب بھی کوئی کسی کی محبت میں محو ہوا۔ کسی نہ کسی  
امداد میں ضرور ردیا۔ اور جب بھی محب نے کسی سے  
اپنے محبوب کا کوئی ذکر سنا۔ اسے آفرین کہی، اور کہنے والے  
کو انعام بخشا، فریاد سنی، سوال پورا کیا، جو مانگا، سو دیا۔“

اور

یہ ہم گنہگاروں کی محبت کا حال ہے، کیا اللہ اپنے حبیب کے محبتوں  
کو اپنے شریک مان کر دوزخ میں ڈال دیں گے، تو پھر جنت کس کو دیں گے  
آپ نے صرف محبت کا لفظ سنا ہے، محبت کی حقیقت سے واقف نہیں،  
بادشاہو! آپ کی محبت ہی کے نور کی بدولت ظلمت کا نور ہوا  
کرتی ہے، آپ کی محبت زندگی کا وہ حاصل ہے، جسے کبھی زوال نہیں

جسے آپ کی محبت عطا ہوئی

اُسے ہر شے عطا ہوئی



## ہر محبوب

اپنے محبوب کا ذکر خیر سُن کر راضی ہوتا ہے، محبت کی  
ساری تاریخ میں کوئی بھی ایسی داستان نہیں، جب کہ کسی محبوب  
نے کسی سے اپنے محبوب کی تحریف سن کر اُسے خلعتِ درختی ہو،  
حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے حبیب ہیں

پھر آپ کی شانِ دسیرت کے ذکر خیر سے بہتر  
اللہ کو راضی کرنے کا اور کب طریق ہو سکتا ہے۔!

جس نے بھی

اللہ کے حبیب سے وفا کی، اللہ راضی ہوا

آپ کی سیرت ہی کا غمخوار

اس دہر میں گمانے اور سُنانیکے، بالاقا ہے،

کسی کا آپ کی آبرو پہ جان واردینا

شجاعت کی اصل، عبادت کی اصل اور شہادت کی اصل ہے

زہے قسمت

یہ حبانے اللہ کے لئے، اور آپ کے لئے قربان ہو۔ آمین!

اللہ کی راہ آپ کی راہ۔ اور۔ آپ کی راہ

اللہ کی راہ ہے۔ اسی طرح جب ہم اللہ

کے لئے کہتے ہیں۔ گویا آپ کیلئے کہتے ہیں



اور جب

آپ کے لئے کہتے ہیں۔ گویا اللہ کے لئے کہتے ہیں !

یہ بزم کو نین

آپ ہی کے لئے آراستہ ہوئی، اور آپ ہی کے لئے قائم ہے

آپ کا عاشق

گنہگار ہو سکتا ہے، خطا کار ہو سکتا ہے، مشرک نہیں ہو سکتا !

جس سے خوش نصیب یہ آپ کی محبت غالب آجاتی ہے۔

پھر اس پہ کوئی اور شے کبھی غالب نہیں آ سکتی !

آپ کی محبت کا مغلوب

آپ کی محبت کے نور کی برکت اور اللہ کے فضل و

کرم سے ہر شے پہ غالب ہوتا ہے ! کیا اللہ

اپنے حبیب کو محبوب رکھنے والوں کو صرف اس جرم میں

کہ انہوں نے اس کے حبیب کو کیوں محبوب رکھا

دوزخ میں بھیج دیں گے۔ تو

پھر جنت کس کو دیں گے !

آپ اس پہ عنور کریں،

کہ — کیا وہ جنت بھی کوئی جنت ہے — جو —

اللہ کے حبیب کے محبوبوں پہ بسند ہو !



ہم سب کچھ کر چکے۔ ہم سے ہر شے ہو چکی۔ اب  
 تیری دنیا میں تیرے بندے تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی۔  
 شان کے بیان میں مصروف ہوں : یا حی یا قیوم !  
 یہی وقت کی پکار — اور — اسی میں ہماری خوش بختی ہے  
 جس سے بھی دہکتی ہوئی آگ پہ آپ کا نام بیا گیا۔ گلزار بن گئی  
 جس سے بھی بکلا کیلے آپ کے نام کی عزت و حرمت کی بدولت  
 نلنے کی دعا کی — وہیں ٹل گئی !

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی  
 انسانی زندگی کا حاصل و کمال ہے



امروز سعید : دو شنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۰ ہجری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دارُ الاحسان

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّتِهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
وَأَعُوْذُ بِكَ



تبلیغی مرکز — دارُ الاحسان

خانم محمد پرکاش علی روڈ حیات آباد

المقام النجاف لصحافت المقبول المصطفین • دارُ الاحسان فیصل آباد



# دعوة وتبليغ الاسلام

مرکز

امیر جماعت

نائب امیر جماعت

علاقہ



یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا حقی یا قیوم

یا ذا الجلال والاکرام

تیرے دین اسلام کی

دعوت و تبلیغ

کا

یہ مرکز

قیامت تک قائم و آباد رہے، آمین!

یا حقی یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام — آمین!



یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا حیّ یا قیوم

یا ذا الجلال والاکرام

تیرے دین اسلام کی

دعوة و تبلیغ

کے

اس مرکز

سے تیرے دین اسلام کی دعوة و تبلیغ

ہمیشہ جاری رہے

یا حیّ یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام۔ آمین!



## امیر جماعت کے خطاب

آپ اللہ کا شکر کیا کریں، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اپنے لطف و کرم سے اپنے دین اسلام کی

دعوة و تبلیغ

کے لئے اپنے بندوں میں سے چنا ہوا ہے۔ آپ کے دل و دماغ میں یہ خیال جلوہ گر رہے، کہ آپ اللہ کے دین

اسلام کے مبلغ

ہیں۔ لہذا آپ کے سر

قول و فعل

میں قرآن کریم و سنت مطہرہ کی اتباع پائی جائے، آپ کا کوئی بھی قول اور

آپ کا کوئی بھی فعل اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم، اور

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو، آپ کے ہر قول و فعل میں

اخلاص، راستبازی اور ہر کسی کیلئے ایک نمونہ پایا جائے، آپ کا اخلاق بلند

پسندیدہ اور ہر جا مقبول ہو، آپ کی ہر شے فطری ہو، نہ کہ مبتدئی،

اور آپ کا ظاہر۔ باطن کے عین مطابق ہو۔ !

یا حیّ یا قیوم۔ یا ذا الجلال والاكرام۔

امین



اپنی راہنمائی کیلئے یہ کتابیں دی جاتی ہیں :

۱۔ کتاب العمل بالسُّنَّة جلد اول تا ششم

۲۔ دعوة وتبلیغ الاسلام

رسالہ شمار



آپ کے لئے دُعا کی

کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو عمر بھر کے لئے اپنے دین اسلام کی

دعوة و تبلیغ

کے لئے مقبول فرمائے، آمین!

آپ کو اعلیٰ درجہ کا اور پسندیدہ اخلاق جو کہ ایک صحیح، سچے اور کامیاب مبلغ کے لئے ضروری ہے۔ — نہایت فرمائے — آمین!

آپ کے نفس کو

رذائل و خباثت سے مزکی و مطہر فرما کر آپ کو تین عمدہ اور ضروری صفات سے متصف فرمائے۔ آمین! اور وہ یہ ہیں

متمل مزاجی، استقامت، اور — توکل

یعنی

ہر معاملہ میں ہر کسی سے نہایت متمل مزاجی سے پیش آئیں،

دین اسلام کی دعوة و تبلیغ



کاجو کام آپ شروع کر رہے ہیں۔ اسے نہایت عزم و استقلال  
سے مگر بھر نبھائیں۔ کسی بھی حال میں اور کبھی ترک نہ کریں۔  
(اللہ کرے)

یہ جذبہ — یہ شوق — دن بہ دن بڑھے — اور  
دم بہ دم چڑھے — یا حتیٰ یا قیوم ! آمین !

## بالآخر

آپ کے دل میں ہر وقت اور ہر حال میں — یہ  
حق الیقین

ہو — کہ دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام  
دنیا کے سارے کاموں سے (اللہ کے  
کاں سب سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول ہے)  
نیز

یہ کہ — (اللہ کے کام اللہ ہی کے توکل پہ چلا کرتے ہیں  
اللہ کے کاموں کو بھی مہربان کبھی کوئی بند کر سکتا ہے؟  
یا کسی کے بند کرنے سے بند ہو سکتے ہیں؟

(اللہ کی عنیوت

کبھی یہ گوارا کر سکتی ہے، کہ

جس کام کا وہ خود حکم دے — کہ



وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ  
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضروری ہے، جو لوگوں کو خیر کی  
طرف بلائے، اور اچھی بات کا حکم دے، اور بری بات سے  
روکے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(آل عمران: ۱۰۴)



كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ  
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
۔ (مسلمانو!) تم بہتر امت ہو، جو لوگوں کو (سمجھانے کے لئے) نکالی  
گئی ہے۔ تم اچھی بات کا حکم دیتے ہو، اور بری بات سے روکتے  
ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو! (آل عمران: ۱۱۰)

تو پھر

جو بندہ اپنے رب کا یہ حکم سن کر نیکی پھیلانے۔ اور  
برائی کو مٹانے کی جدوجہد میں مصروف ہو۔ اور  
ناکام رہے۔ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

جب آپ

(ﷺ) کے لئے۔ اللہ کی راہ میں۔ (اللہ کے



بندوں کو  
 اللہ کے دین اسلام کے احکام سناتے نکلے  
 تو کبھی ناکام نہ پھرو گے  
 جب آپ اللہ کے دین اسلام کی حمایت میں کھڑے ہونگے

اللہ  
 آپ کی حمایت میں کھڑا ہوگا۔ ماشاء اللہ

اللہ  
 آپ کو اپنی راہ میں چلنے کی پوری توفیق بخشے۔ آمین!  
 یا حتی یا قتیوم



## ہمارا مدعا

دین ہے	درس گاہیں نہیں
تبلیغ ہے	نام و نمود نہیں
اصلاح ہے	ہیری مریہی نہیں
معیار ہے	اعداد و شمار نہیں





ہمارا نصب العین

فرقہ دارانہ کشیدگی نہیں —

اتحاد بین المسلمین ہے

تفحیک نہیں — اکرامِ مسلم ہے



ہمارا مذهب

رات کو — حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا

اوردن کو — حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے

(اللہ سبحانہ سے یوں دُعا کیا کریں

کہ اللہ اپنے لطف و کرم سے ہم سب کو —

حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سی

حیا

اور



۱۹۹۲  
حضرت اسد اللہ غالب مولائے علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کا

## فقر حیدری

عنایت فرمائے، آمین

یا حقی یا قیوم



## ہمارا طریقہ

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع ہے

اور

ہم نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر کوئی قدم

نہیں رکھنا، اور کبھی نہیں رکھنا

یا حقی یا قیوم



## ہماری ملت

ملتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حنیفہ ہے



# ہمارا کام

(زندگی کے آخری دم تک)

اللہ کے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ ہے

یعنی

اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم و توفیق سے

اللہ رب العالمین کے بندوں کا

اللہ رحمن و رحیم کے بندوں کی طرف

اللہ مالک الملک کے ملک میں

اللہ غنی المغنی کے لئے

اللہ قاضی الحاجات کے توکل پہ

اللہ جلّ شانہ کے دین اسلام کو پہنچانے۔

اور

عملی نمونہ دیکر سمجھانے کیلئے جانا

اور

کسی سے کسی بھی قسم کا کوئی عوضانہ نہ لینا، اور



جہاں تک ممکن ہو۔ وہی بات کہنا۔ جس پہ کہ۔  
کنے والے کا اپنا عمل ہو



## ہمارا شععار

امیری نہیں۔ فقیری ہے

ذلت نہیں۔ خودداری ہے

ہمارا مسلک۔ اللہ کے دینِ اسلام کی۔

دعوة و تبلیغ ہے:

کسی محلہ، بستی، گاؤں، قصبہ، شہر اور ملک

کی سیاست و امارت سے ہیں کسی بھی قسم کی کوئی

دلچسپی نہیں، اور نہ ہی کوئی واسطہ و سروکار ہے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ!

## ہمارا رہنا

مسافروں کی طرح ہے:

اور۔ مسافر کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا



مگر — پہنا ہوا لباس  
اور — ضروریات کی ایک چھوٹی سی بگھی  
جسے کہ وہ آسانی سے اپنے ہمراہ اٹھا سکے،  
اس سے زیادہ سامان

کوئی مسافر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا؛  
واضح ہو

کہ کائنات کی ہر شے ہمارے لئے — اور — ہم  
اللہ کے لئے ہیں  
یعنی

اللہ نے جو بھی چیز پیدا کی، ہمارے لئے کی — اور  
ہمیں — اپنے لئے

حیثیہ سے بندوں کے لئے ہیں  
اور — بندے — اللہ کے لئے

اسی طرح  
ہمارا کھانا — پینا — پہنتا — ساواہ اور  
ہر قسم کے تکلفات سے پاک ہے

اللہ

جو ہمیں روزی دیتا ہے — کھا کر شکر کرتے ہیں  
حلوہ ہو، یا نانِ جو



فاخرہ لباس اور مرغین غذاؤں سے

ہیں اس کے لطف و کرم سے

کوئی رغبت نہیں

جیسے ملا۔ پہنا۔ اور۔ جیسے ملا کھایا

تنہ کی زمینت۔ اگر من اخلاق سے مرتن نہیں

دنیا کے کسی بھی بازار میں کوئی قیمت نہیں پاتی؛

اور۔ من کی زمینت۔ ماشاء اللہ

فلاح دارین کا موجب یہ

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَتِّي يَأْتِيَوْمُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ  
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ آمِينَ

امروز سید : جمعۃ المبارک ۷ صفر المظفر ۱۳۹۰ ہجری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

دارالاحسان

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّتِهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْيَوْمَ  
وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ



صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مفت محمد رفیع عثمانی صاحب مدنی مدظلہ العالی

المقام الثانی لاصحاب المقبول المصطفین • دارالاحسان بیروت



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُشْتَمِلِيْنَ  
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ  
اَمَّا بَعْدُ

ہر عمل کا دار و مدار نیت پر موقوف ہوتا ہے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں  
ایک آدمی نے مسجد نبوی کے دروازے کے آگے کلمہ (کھڑا)  
گاڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی مسجد میں نماز کے لئے  
آیا۔ اس نے اس کلمے کو اکھاڑ ڈالا۔ یہ واقعہ حضور سرور کائنات  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے دونوں شخصوں کو بلوایا۔

پہلے سے پوچھا۔ "تو نے کس نیت سے مسجد کے دروازے کے  
آگے کلمہ گاڑا تھا؟"

اُس نے جواب دیا۔ "میں نے سوچا تھا۔ کہ جو سوار مسجد میں نماز  
کے لئے آئے، وہ اپنی سواری کو اس کلمے سے باندھ دے"  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تو نے بہت اچھا کیا!"  
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔ "کہ تو  
نے کیوں اس کلمے کو اکھاڑا؟"

اُس نے جواب دیا۔ "کلمے کو دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا



کہ اسلام کے کسی مخالف نے کھٹے کو مسجد کے سامنے شاید مل  
لئے گاڑا ہے، کہ نماز کے لئے آئو اسے کھٹے سے الجھ کر گر پڑیں،  
اس لئے میں نے اس کو اکھاڑ دیا۔

اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
”تم نے بھی اچھا کیا“



ان تبلیغی رسائل سے

ہم راولی مدعا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
اور آپ کے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین  
کی شان و سیرت بیان کرنا ہے  
ہماری

تمام تربیافت۔ علم اور شکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ  
وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ  
علیہم اجمعین کی شان و سیرت بیان کرنے کیلئے وقف ہے



## اور ہم نے

دنیا کے کرنے کو نے اور گوشے گوشے میں اپنے مولے  
 کریم، رؤف و رحیم روحی غذا حضرت محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ  
 کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان و سیرت کو  
 پورے ادب و احترام و تعظیم و تکریم کے ساتھ مسدہ ترین  
 الفاظ میں — جو بھی ہمیں آتے ہیں — نہایت فصاحت و  
 بلاغت کے ساتھ احباب کرنا ہے

یہ مبالغہ نہیں حقیقت یہ ہے

کہ — ہماری ہر تحریر و تقریر، اور —

ہماری ہر سوچ و فکر و خیال صرف اللہ — اور اللہ  
 کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم — اور — آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین  
 اور — جملہ بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی —  
 شان و سیرت و ذکر و مناقب اور صلح  
 کے لئے وقف اور مخصوص ہے

ہم



ادب کا عمامہ اوڑھ کر پا برہمنہ ان کے  
حضور میں حاضر ہوئیں۔ ذرا بھی گستاخی  
روا نہیں رکھتے۔ ہمارا مقصد تعریف و  
تحسین ہے۔ تنقیص نہیں۔ یعنی بڑھانا  
ہے۔ گھٹانا نہیں، ان سب کا ذکر خیر  
ہماری زندگی کا محبوب ترین مشغلہ ہے



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور  
مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین روشنی کے مینار  
اور دین اسلام کے صحیح خدام تھے، ان سب کی تسلینی  
جدوجہد اللہ ہی کے لیے تھی کوئی اور غرض و غایت نہ تھی  
ہم ان سب کے حضور میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور  
اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسی توفیق تو نے انہیں بخش تھی  
ہمیں بھی بخش یا حی یا قیوم آمین آمین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین  
کے زمانہ مبارک میں دین نیا نیا تھا۔ کتابت و طباعت



کا زمانہ ہی نہ تھا۔ لوگ ہرن کی کھالوں، پتھروں اور  
کھجور کے پتوں پر قرآنی آیات لکھا کرتے تھے۔ آج کی  
طرح برقی پریس کا زمانہ نہ تھا۔ کہ صبح کسی مضمون کو شائع  
کرنے کا ارادہ کیا۔ تو شام تک لکھو کھیا صفات چھپوا کر  
تقسیم کر دے

### وہ زمکاں

بہت مشکل تھا۔ اگر لوگوں کو پتہ چلتا، کہ فلاں جگہ کوئی آدمی  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتا ہے۔ تو بے شمار  
صعوبتیں برداشت کر کے اس کے پاس پہنچتے۔ اور اس کے  
حضور میں حاضر ہو کر یہ عرض کرتے، کہ وہ حدیث جاننے کے  
لئے آئے ہیں۔ وہ صحابیؓ ان سے پوچھتے۔ کہ کیا وہ  
صرف ان سے حدیث پوچھنے آئے ہیں؟ — وہ جواب دیتے  
کہ ان کے سفر کا مدعا صرف حدیث جاننا ہے، اور کسی بھی  
قسم کی دنیاوی غرض و غایت نہیں  
یہ سُن کر وہ صحابیؓ انہیں گلے سے لگاتے، سر آنکھوں پر  
بٹھاتے۔ اور پھر حدیث بیان کرتے۔

### اسکا

اس حقیقت کو کسی طرح بھی نہیں جھٹلایا جاسکتا  
کہ اس دور میں قرآن اور چند احادیث کے علاوہ تحریری سرمایہ



ہرگز نہ تھا۔ تفصیلی علوم تفسیر، فقہ، تشریحات  
کے علاوہ تفصیلات اور حواشی آج ہیں ہر زبان میں ہر جگہ  
دستیاب ہیں، جو اس وقت نہیں تھے۔

اور  
باجود ان سہولتوں کے نہ ہونے کے  
صحابہؓ نے  
جو نبی کوئی حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان گوہر بار سے سنا  
فوراً اس کے مطابق عمل کر دکھایا

## اور آج ہم

اتنی سہولتیں حاصل ہونے کے باوجود — جبکہ بے شمار تفسیر  
مثلاً

تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن عباس، تفسیر ترحمان  
القرآن، تفسیر قرطبی، تفسیر نعیمی، تفسیر میان  
القرآن، تفسیر المنار، تفسیر مرتضوی، تفسیر  
خازن، مدارک، معالم التنزیل، روح البیان  
روح المعانی، —  
احادیث ہیں —

بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف



ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، مسوط  
 امام مالک، مشکوٰۃ شریف، دارمی، رزین، بیہقی، ابن ابی شیبہ  
 مستدرک حاکم — فقہ مسیرے —

فتاویٰ، منیۃ المصلیٰ، کنز الدقائق، شرح  
 وقایہ، ہدایہ، دُرِّ مختار  
 جیسی ان گنت کتابیں میسر ہیں

## عمل سے دور رکھیں

اس سے دقتے

پچاس سے زائد قسم کے علوم دینیہ اور فنونِ اسلامیہ  
 دنیا میں مروج و موجود ہیں، جن میں سے بعض کے نام  
 یہ ہیں : —

- |                    |             |
|--------------------|-------------|
| ○ علم تفسیر        | ○ علم حدیث  |
| ○ علم عقائد و کلام | ○ علم فقہ   |
| ○ علم سلوک و تصوف  | ○ علم اذکار |
| ○ علم اوقاف        | ○ علم تاریخ |
| ○ علم مکیہ         | ○ علم مناقب |
| ○ علم جعفر         | ○ علم تفسیر |
| ○ علم ادب          | ○ علم نحو   |



- علم صرف
- علم عروض
- علم مثلث
- علم نوگارثم
- علم ہیئت
- علم ریاضی
- علم نجوم
- علم فلسفہ
- علم لغت
- علم فیجات
- علم جبر و مقابله
- علم ارثما طبعی
- علم هندسہ
- علم توقيت
- علم منطق
- علم تجوید

### ○ علم تعبیر

ان سے میں سے چند ایک کے سوائے باقی تمام علوم و در صحابہ کے بعد وجود میں آئے، اور ترویج و اشاعت تو ان سب کی بعد میں ہوئی۔

جس سے طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے سب رسولوں کے سردار ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تمام سابقہ امتوں میں سے چنے ہوئے ہیں، اللہ نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ساری مخلوق میں سے چنے ہوئے احباب و اصحاب عنایت فرمائے تھے جس شان کے سردار تھے، اسی معیار کے خدام عنایت فرمائے تھے، آپ نبوت کے بدر التمام اور آپ کے صحابہ کرام شہاب ثاقب۔ جو ہمیشہ شیطان پہ ٹوٹے، اور شیطان نے سر جان سے مار



کھائی۔ کسی نے ان کی کیا ریس کرنی ہے،

ہم ابن الکتاب ہیں — وہ — اُمُّ الکتاب تھے،  
 انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دُوب کر توحید کی راہ پائی ہوئی  
 تھی — انہیں اپنے حضور کے ارشاد پہ کتنا کامل ایمان تھا — کہ  
 جب یہ سنا کہ جو شخص رات کو ایک بار سورہ واقع پڑھے، تو اُسے کبھی فاقہ  
 نہ ہوگا۔ تو ابن مسعودؓ نے صبح اپنا باغ صدقہ کر دیا۔ کس — سورہ واقع  
 کی تلاوت مجھے کافی ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کمال — علم پر کامل و مکمل عمل تھا،  
 آج کے اکثر عالم، مفسر اور محدث نظری طور پر عالم، مفسر یا محدث ہیں، اور  
 عمل سے عاری ہیں، یہی وجہ ہے، کہ آج کی تقریروں اور وعظوں میں وہ اثر  
 نہیں، لوگ درس قرآن سالہا سال باقاعدہ سنتے ہیں، لیکن جب وہ دنیاوی  
 امور کی طرف لوٹتے ہیں، تو کمر بھی توڑتے ہیں، جھوٹ بھی بولتے ہیں۔  
 سود بھی کھاتے ہیں — وعدہ خلافی تو معمولی بات سمجھتے ہیں

ایک شخص نے

ایک بار فخریہ بیان کیا — کہ وہ سولہ سال سے بلاناغہ  
 اور باقاعدہ درس قرآن سنتا ہے، — لیکن معاملات  
 میں وہ معمولی درجہ کا دنیا دار ہے —

اُس کے علم نے اسے کچھ نفع نہ دیا — !





## قرآن حکیم

ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں کی تعدادیں چھپے، اور  
بہت کم ہدیہ پر تقسیم ہو۔ یا۔ قرآن کریم سونے  
کے تاروں سے لکھا جائے، اور گھر گھر موجود ہو۔  
شیطان کو اس کی پرواہ نہیں۔

### لیکن

جب کوئی مومن قرآن کریم کی ایک آیت کو پڑھ کر اللہ  
تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہماری تادم اٹھائے، تو شیطان  
کے دل پر چھری چل جاتی ہے، اور وہ اپنی تمام شیطانی  
قوتوں کے ساتھ اس مومن مسلمان کو بہکانے پر آمادہ  
ہو جاتا ہے، اور تمام قوت صرف کر دیتا ہے۔

### اس کے مطلب یہ ہے۔

کہ موجودہ زمانے کی طرح دین کی اس طرح  
وسیع نشر و اشاعت نہیں تھی۔ پھر بھی اُن کا  
زمانہ عمل کا بہترین زمانہ تھا۔

جو بات ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیتے، فوراً  
مان لیتے، اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جاتے۔ کوئی تنقید نہ کرتے



کسی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تقصیر نہ کرتے  
ان کی جانیں — مال، اوقات سب کچھ دین کے لئے وقف  
تھا — اور دین کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرتے

### جب

ان سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا — کھر  
کا سارا مال حاضر کر دیتے — کچھ بھی باقی نہ رکھتے — اور  
اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات  
کو اپنے لئے کافی خیال کرتے — جس بات سے روکے  
جاتے — فوراً رک جاتے، کبھی اصرار نہ کرتے —  
انصاف کے لئے بیٹھتے، توجہ کر دیتے، اپنے پرانے  
میں کوئی تمیز ردانہ رکھتے —  
حبیب ایسی، کہ فرشتے بھی شرماتے —  
جس سے میدان میں ڈٹ جاتے، بازی لے جاتے — کبھی  
پیچھے نہ ہٹتے —

### انہی خصائل

کی بدولت — اللہ نے انہیں حکمرانی بخشی ہوئی تھی —  
وہ دنیا میں جہان بینی کرنے آئے تھے، جہان بینی کر گئے  
اُنہی کی ہر شے سادہ، آسان اور — اتفاقاً محبت  
اور اخلاص کی بنیادوں پر قائم تھی —



آپسے میں ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے۔ اور اپنے  
بھائی کو اپنے سے افضل سمجھ کر کبھی اس کی شان میں  
کسی بھی قسم کی ہتک نہ کرتے، ذرا سی توہین بھی  
گوارا نہ کرتے۔

اگر کسی کو کسی بات پر اختلاف ہو بھی جاتا۔ تو نہایت  
ادب و احترام سے اسے اس غلطی سے مطلع فرماتے۔

### ہم میں

اُن کی کوئی بات بھی نہ رہی ہے  
کوئی ٹوٹا کارواں سے کوئی بدگماں حرم سے  
کہ میرا کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی  
وہ دلنواز — اپنی دل نوازی کی بددلت خدا کی  
ساری خدائی کے دلوں میں بس گئے۔

### اور

ہمارے اس کمی کی بددلت  
ہمارے بھرے میلے بچھڑنے لگے — اور  
ہمیں اس زبیاں کا احسان تک نہ ہوا۔

### اے ہم نشین!

بندہ اپنے مولا کے کریم، رؤف و رحیم، سرورِ کائنات



رسالت مآب حضرت

محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم

اور آپ کے تمام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور

آئمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے جملہ متلذین

حقی ہوں یا شافعی — مالکی ہوں یا حنبلی۔

اور جملہ مشائخ عظام

قادری ہوں یا چشتی — نقشبندی ہوں یا سہروردی

کے حضور میں

ہدیہ تبریک و عقیدت پیش کرتا ہے

اور گستاخی تو ہم نے کرنی ہی نہیں۔

اگر

ہماری کم علمی کی بدولت

کوئی جملہ — جس میں ذرا سا بھی نقص کا



احتمال ہو۔ ہم سے سرزد ہو۔ تو ہم  
 اللہ سبحانہ کے حضور میں اپنی غلطی  
 کا اعتراف کرتے ہیں۔ نادم ہوتے ہیں  
 اور توبہ کرتے ہیں۔ ہمیشہ استغفار  
 کرتے ہیں، اور اللہ سے عرض کرتے ہیں  
 کہ

ہم سے درگزر فرمائے

امین!



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

جتنا علم رکھتے تھے، اس پر پورا عمل کرتے تھے

ہم

مرن علم رکھتے ہیں۔ عملے نہیں رکھتے





ایک صاحب نے

مجلس صفی الرشدہ کی تشریح طلب کی،

سیئے۔۔۔ مجلس صفی الرشدہ ہے۔۔۔ کہ۔

ہم چند دوست اس دار الاحسان میں نہایت ذوق و شوق سے جمع ہو کر ایک حلقہ کی شکل میں ادب و احترام سے دوزانو ہو کر بیٹھتے ہیں۔ ہم میں سے ایک صاحب کھڑا ہو کر مجلس صفی الرشدہ کا مختصر تعارف کرتا ہے۔

کہ آج ہم فلاں بزرگ کی یاد تازہ کرنے اور انہیں حُسنِ راجِ تحسین پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، مثلاً حضرت پیرانِ پیر دستگیر عوث اعظم قطب ربانی عوثِ صمدانی۔

سید الشیخ عبد القادر جیلانی

محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی کل کی مجلس ہی کو لے لیجئے۔۔۔ ان کا ذکر خیر ہوا۔  
آپ محی الدین تھے۔ دین کو زندہ کرنے والے



بچپن میں آپ ایک دفعہ گاہیں چرانے گئے۔ تو ہاتھ سے مذا آئی۔ کہ میں نے مجھ کو گاہیں چرانے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ تم کو دنیا کی راہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے! یعنی کہ گاہیں چرانا آپ کا کام نہیں۔ یہ معمولی کام ہے اور معمولی قسم کے لوگ اسے کر سکتے ہیں! اللہ نے آپ کو دینِ اسلام کو زندہ کرنے کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے۔

### آپ کے

اخلاق و کردار اور شان و سیرت کا ذکر ہوا۔ جس سے حاضرین بچہ متاثر ہوئے۔ دلوں میں ذوق گد گد آنے لگا آپ کا ذکر خیر سن کر بدن کے انگ انگ میں شوق کی لہریں دوڑنے لگیں۔ سوئی ہوئی امنگیں جاگ اٹھیں۔ جیسے کہ کوئی خواب سے بیدار ہو کر اپنی منزل پہ گامزن ہونے کی تیاری کیا کرتا ہے۔

### کہ

اللہ کرے، کہ ہم گنہگار بھی اسی طرح دنیا میں اپنی زندگی بسر کریں۔ تاکہ صلاح پائیں۔ آمین!۔ ہماری یہ زندگی قابلِ رشک نہیں۔ معمولی ہے۔ اور اس میں پریشانی کے سوا اور کوئی کیفیت نہیں۔ اگرچہ بادشاہ اپنی پس خوردہ شراب اپنے محبوب کے سوا کسی دوسرے



کو نہیں دیا کرتا۔ پھر بھی

ہم تیرے حضور میں یا حی یا قیوم! سچی  
اور پکی توبہ کرتے ہیں۔ کہ ہمارے گناہوں  
سے درگزر فرما کر بخش دے۔ آمین!

ہمارے جن گناہوں کی بدولت ہمیں  
تیری راہ میں چلنے کی توفیق نہیں مل  
رہی۔ بخش دے۔ جو لطف و کرم تو نے  
ہماری سرکار کو عنایت فرمایا تھا۔ اُس کی  
برکت سے اور اس کا کوئی چھوٹا سا حصہ  
ہمیں بھی عنایت فرما۔ جو دنیا سے  
مُنظر اور دین کی طرف راغب کر دے آمین!

جُوں جُوں

ہم ان کا کوئی ذکر خیر کرتے اور سنتے جانتے تھے۔ ساتھ  
ساتھ اسی اور دیسی ہی توفیق کی اپنے لئے دعائیں مانگتے  
جاتے تھے۔

یا اللہ

جس طرح تیری رحمت نے ان کو نوازا ہے، ہم گنہگاروں  
کو بھی نوازدے (یا اللہ تیرے ہاں کسی بھی چیز کی کمی  
نہیں۔ یہ کاتبِ تحریر بھی نیک نجت اور پاس ہو جائے آمین!)



ہم سب یارب! تیری رحمت و توفیق کے محتاج ہیں۔  
 ہمارے سینوں میں جذبہ پوری آب و تاب سے مجسزن  
 ہے۔ شوق ہیں کردار پہ اکسار ملے۔ لیکن — تیری  
 توفیق کے بغیر کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتے،  
 یا اللہ! تو ہمارے حال پہ ترس کھا کر ہمیں ہر نیک کام  
 کی توفیق مرحمت فرما — آمین :

### پھر ہم سب

نے اس بات پہ بھی بڑا غور کیا — کہ آپؐ کو اس دنیا سے تشریف  
 لے گئے آٹھ سو سے زیادہ برس ہو گئے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ صدیاں  
 گزرنے کے بعد بھی آپؐ کی یاد، آپؐ کی عزت اور آپؐ کی محبت  
 اسی طرح ہمارے دلوں میں جلوہ گر ہے، جیسی کہ آپؐ کے حلقہ ارادت  
 کے احباب کے دلوں میں تھی — اور کسی بھی زمانہ میں آپؐ کی  
 یاد لوگوں کے دلوں سے نہ اترے گی۔

آپؐ اللہ کے فقیر تھے۔ سرچشمہ سلطانی۔ اور تمام بادشاہ  
 آپؐ کے در کے جھکاری تھے — ہم نے آپؐ کو — ان  
 آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن نامعلوم — کیوں  
 شب و روز — ہمہ وقت ہمارے تصور میں رہتے ہیں —  
 اس سے معلوم ہوا، کہ اس حقیقت کو کوئی دانشور نہیں جھٹلا



سکتا۔ کہ آپؐ اللہ کے ملک میں حقیقتاً زندہ ہیں۔ اگرچہ  
صورتاً نہیں۔ — اللہ نے آپؐ کو حیاتِ جاودانی بخشی ہے  
یہ صرف اس لئے ہے کہ

آپؐ نے اپنی ساری زندگی (اللہ کے لئے) اللہ کی  
راہ میں گزاری — اور کسی بھی دنیاوی کام میں ضرورت  
سے زیادہ بالکل حصہ نہیں لیا۔

اس قسم کی

راز و نیاز کی بے شمار باتیں اور بھی ہوئیں، جنہیں تفصیلاً  
لکھنا کافی دیر طلب ہے۔ سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے،

اس کے بعد

قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔ اور بے شمار کلماتِ طیبات کا  
نیاز مستدانہ ہدیہ تبریک آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا،  
نہ ہم نے ڈھول بجائے، نہ ہمیں حال آئے۔ نہ ہم نے گانے گائے  
نہ ہم نے فتلا بازیاں لگائیں۔

اللہ ہی نے تو ہمیں حکم دیا —

کہ میرے بندوں کو حکمت سے میری طرف بلاؤ۔ گویا  
یہ طریقہ اللہ ہی کے حکم کے ماتحت جاری ہے۔ کہ  
میرے بندوں کو علم و حکمت سے مل کر بلائیں،  
بس



ہماری مجلس صفی الرشیدہ میں شریک ہونا  
حکمت ہی پہ مبنی ہے۔ ورنہ اتنے بندے  
کیونکر کسی جگہ پہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔



## ایک صاحب نے

حکمت کی تشریح پوچھی — حکمت ایک وسیع المعانی  
لفظ ہے۔ اس کی ایک تشریح یہ بھی ہے — کہ

### مبلغ کا انداز

لہجہ، طرزِ گفتگو اتنا دلچسپ، دل آویز، دل توازا، فصیح  
لیکن مختصراً، کہ سامعین کے دلوں میں اثر جائے، اور  
تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہ رہے، اور کوئی بھی اس کے  
اثر سے محفوظ نہ رہے۔

آپ نے بہ نہیں سنا۔ کہ لوگ اکثر یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ  
فلاں نے فلاں کو ہاتھ پر چڑھا لیا۔ یا انگلی لگایا ہے  
یا۔۔۔ وہ اس کی کیل میں آگیا ہے۔ جو وہ کہتا ہے کرتا ہے  
اور ہر وقت اس کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے۔ جیسے کہ کسی  
جوگی نے سر میں راکھ ڈال دی ہوتی ہے۔ یہ مشہور پنجابی  
عمادہ ہے۔ جن کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ آدمی اس



کے دام میں پھنس گیا ہے۔ اس کی تلقین کا اس کے دل پہ  
ایسا اثر ہوا ہے۔ کہ سارا دن اسی کے گُن کا مار رہتا ہے  
یا فلاں فلاں پہ لٹو ہو گیا ہے۔

بعینہ

کامیاب مبلغ وہ ہے۔

جو جسے بھی دین کی طرف بلائے، وہ دین کا گردیدہ ہو جائے  
جس دنیا دار کو دین کی تبلیغ کرے، وہ فوراً دیندار ہو جائے  
دنیا سے دل اچاٹ اور دین پہ فریفتہ ہو جائے۔ یا حی یا قیوم!



(اللہ) اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم  
کے احکامات وارشادات اس طرح اتنے دلاویز اور مؤثر  
انداز سے سنانا۔ کہ سننے والے پہ سحر بھونکا جائے،  
اور وہ دنیا و مافیہا کی تمام فکروں سے بے نیاز ہو کر

(اللہ) کی راہ

میں نکل کھڑا ہو۔ اور پھر اسے دنیا کا کوئی لالچ، کوئی خوف  
اور کوئی طاقت اس راستے سے نہ روک سکے۔ اور یہی

تبلیغ کا کمال

ہے۔ گویا — مبلغ نے اسے انگلی دکالیا۔ اور باقی  
سب سے توڑ کر اللہ سے جوڑ دیا — یا پھر وہ مبلغ کے ہتھ



چڑھ گیا۔ اور سب سے منہ موڑ کر اللہ کے کلی توکل پر۔ اللہ  
کے واسطے۔ اللہ کی راہ پہ چل پڑا۔ اب اسے کوئی روک  
نہیں سکتا۔ کوئی ٹوک نہیں سکتا۔ چاہے شیطان اس کی راہ میں  
کتنے ہی روڑے اٹکائے۔ وہ

### اللہ کی محبت

کے نشے میں مخمور ان روڑوں کو پھولوں کی پتیوں کی طرح  
نرم دنازک سمجھتا ہوا چلا جاتا ہے۔

### تبلیغ

نام ہے حکمت اور احسن طریق سے اللہ  
کی طرف بلانے کا

### مبلغ

اس طرح عمل کی دعوت دے، کہ سننے والا  
نوراً اس کو قبول کر لے۔ لبیک کہے اور ہمیشہ  
ہمیشہ کے لئے اس پر قائم رہے۔ جس  
طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر  
آواز پر صحابہ کرامؓ حبان و مال کی قربانی  
کے لئے بصد شوق تیار ہو جاتے تھے، اور  
اپنا سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
کے قدموں میں لا ڈالتے تھے۔



## حضرت ابوبکر صدیقؓ

تے پہلے ہی روز تبلیغ دین اس اشتیاق سے کی، کہ شام تک چار پانچ دلوں کو موڑ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدس میں پیش کر دیا۔ جو حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، اور اسلام کے ایسے شیدائی بنے، کہ مرتے دم تک اس پر نہ صرف قائم رہے، بلکہ اس کی تبلیغ میں کوشاں رہے،

## تبلیغ

عشقِ رسولؐ، فکرِ رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ  
کا دوسرا نام یہ،

## جس طرح

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے — حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر تمام مال اللہ ہی راہ میں دین کی قربانی کے لئے حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈال دیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ نے اپنی کسبی کے باوجود دعوتِ اسلام قبول کرتے ہوئے جو اعلان کیا تھا — کہ دل و جان سے آپؐ کا ساتھ



دوں گا۔ اس کو پورا کر دکھایا۔

حضرت سعدؓ نے غزوہ بدر سے پہلے مشاورت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ جہاد ان الفاظ میں قبول کی تھی —

”اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں، تو ہم بحرِ ظلمات میں بھی کودنے کو تیار ہیں!“

## تبلیغ

اس دلچسپ انداز سے کی جائے، کہ سامعین کا دل موہ لے اور وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے بسر و چشم اٹھ کھڑے ہوں۔ اور اس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں۔ سامعین کے دل پہ مبلغ کی آواز ایسا اثر کرے کہ وہ اسی کا ہو کر رہ جائے۔ جس طرح پنجابی کی ضرب المثل ہے — ”سنتھاں تے پایا لے!“

یا اردو میں یوں۔ کہ

”اس کے اشاروں پہ ناچ رہا ہے!“

## تبلیغ

ایسے دل آویز طریقے سے کی جائے، کہ سننے والے یہی سمجھیں



کہ یہ ہمارے ہی دل کی آواز ہے۔ اور ہماری زندگی کا  
یہی مدعا ہے۔ اسی میں ہمارے اللہ اور رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا ہے، اور وہ اس  
اعلیٰ و ارفع مقصد

کو اپنی زندگی کا اور حنا بکھونا بنا لیں۔ اور ساری زندگی  
اسی میں صرف کر دیں

اور

ایسی تبلیغ کوئی جوئے شیر نہیں

اور۔ اگر ہو بھی۔ تو جذبہ، خلوص اور استقلال  
کے سامنے کونسی مشکل مشکل رہ جاتی ہے؟۔ ہر مشکل  
آسان ہو جاتی ہے۔ اس کی

ایک مثال

مشتے نمونہ از خردارے کے مصداق نوٹ کی جاتی ہے،

ایک صحابیؓ

نے فضائل جہاد سنائے، اور ایسے منحصانہ اور پرتاثر الفاظ  
میں سنائے، کہ اسی وقت ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پوچھنے  
لگا۔ "جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ سچ ہے؟"



صحابی نے فرمایا — ہاں! میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی فرماتے سنا ہے!

اُس نے تلوار میان سے باہر نکال لی۔ اور اپنے دستوں کی طرف گیا۔ کہ لیجئے — میرا آخری سلام ہے۔  
میں اللہ کی راہ میں جا رہا ہوں۔ اور واپس نہیں لوٹوں گا۔ اسی کے پاس چلا جاؤں گا!

بے پھر کیا تھا — تھوڑی دیر میں وہ میدانِ جنگ میں تھا۔ اور اتنے جوش سے لڑا۔ اتنے خروش سے لڑا کہ بڑھتا ہی گیا۔ حتیٰ کہ — شہید ہو گیا۔

## عزیزانے!

ایک انیمی اگر کسی شخص کو اپنے جہان سے میں پھانس لیتا ہے، وہ شخص ہمیشہ کے لئے اس کا ہو جاتا ہے۔ کبھی نہیں ہٹتا —

## کیا آپ کی تبلیغ میں

اتنا اثر بھی نہیں؟ — اس میں کوئی خوبی ہے جو آپ میں نہیں۔ وہ کوئی مافوق الفطرت قوت ہے جو اس میں ہے، اور آپ میں نہیں —

وہ خلوص ہے اور اپنے ساتھی بنانے کا شوق!



## آدم برسر مطلب

بندے کا کام اللہ کے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ ہے۔ اس لئے بندوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔ بندے جمع ہوئے، تبلیغ شروع ہوئی، کہ

## لوگو!

یہاں سدا نہیں رہنا۔ اور نہ ہی دوبارہ لوٹ کر آنا ہے۔  
لوگو! اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔  
لوگو! اللہ سے ڈرو! اور اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اور

## اللہ کا یہ پیغام

پوری سرگرمی سے سنایا گیا

مہمان کی خاطر مدارات میزبان پر فرض ہے۔ پھر  
حاضرین کی مہمان نوازی کی۔ ایک سادہ سادہ ستر خوان  
بچھا۔ اور اس پر معمولی کھانا چنا گیا، جو ہم سب  
نے (اللہ) کا برکت والا نام سے کرکھا یا۔ اور شکر  
کر کے مجلس برخاست کی۔ پھر  
دُعا کی

یا اللہ! یہ مجلس کیا ہی خوب ہو، جو روز



ہوں — ہمیں ایسی مجالس میں شرکت  
 کی ضرورت توفیق ملے۔ آمین !  
 تیرے بندوں کا ذکرِ خیر تیرے بندوں  
 کی زبان پر قیامت تک جاری و ساری  
 رہے۔ یا حیّ یا قیوم - آمین !

گویا

یہ مجلس صفی الرشیدہ  
 دین اسلام کو تروتازگی پہنچانے کا بیج  
 مؤثر ذریعہ ہے





# نو باتیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔

- ۱۔ کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈروں
  - ۲۔ کسی پر مہربان ہوں یا کسی کے خلاف غصہ میں ہوں۔ دونوں حالتوں میں انصاف ہی کی بات کہوں
  - ۳۔ چاہے امیر ہوں یا فقیر، راستی و اعتدال پر قائم رہوں
  - ۴۔ جو مجھ سے کٹے، میں اُس سے جڑوں
  - ۵۔ جو مجھے محروم کرے میں اُسے دوں
  - ۶۔ جو مجھ پر زیادتی کرے میں اُسے معاف کر دوں
  - ۷۔ میری خاموشی غور و فکر کی خاموشی ہو
  - ۸۔ میری نگاہ، عبرت کی نگاہ ہو
  - ۹۔ میری گفتگو، ذکر الہی کی گفتگو ہو۔ اور —
- نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں۔

امروز سعید، پنجشنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۹۰، بحری المقدس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دار الاحسان

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزِّهِ بِعَدَدِ  
كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ  
وَأَعِزِّهِ



تعارف در تعلیم اسلام صفویہ صحابہ دارالاحسان

مکتبہ تحریک شریعت علی روڈ میاں پور علی گڑھ

المقام الثانی تصانیف المصطفیٰ دارالاحسان



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ط  
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ؕ

امتابعد

## زکوٰۃ کے صحیح مصارف

یا اللہ! تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے —  
کہ زکوٰۃ مالوں کا دھوون ہے، اس کی مثال اس طرح ہے  
جیسے کہ کوئی اپنے مہمان کو طرح طرح کی شستریوں میں کھانا کھلائے  
اور مہمان اس کھانے کو شوق سے جی بھر کر کھائے، کھانا ختم ہونے  
کے بعد برتنوں کو صاف کیا جائے، تو اس بچے کھچے کھانے کو کوئی بھی  
قبول نہیں کرتا۔ ماسوائے اس آدمی کے، کہ جس کی بھوک سے جان نکلی  
جارہی ہو — گویا — زکوٰۃ اسی طرح مالوں کا دھوون ہے  
جس طرح کہ کھانوں کا دھوون — جس کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

اللہا

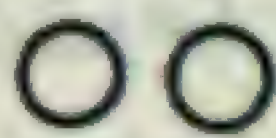
ہم تیرے حضور میں ہمیشہ یہی دعا کرتے ہیں، کہ ہماری غیرت  
یہ قبول ہی نہیں کرتی، کہ تیری کتاب قرآن کریم کو  
حفظ کرنے والے مسلمان قوم کے نو نہال بچوں کو — جو  
دنیاوی علوم پہ تیری کتاب کو ترجیح دے کر تیرے اس  
دارالاحسان میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں،



امیروں کے مالوں کا دھوون یعنی زکوٰۃ کا مال کھلایا  
جائے۔ اے اللہ! تو نے ہمیں ایمان بخشا ہے۔ اور  
غیرت بخشی ہے۔ ہم تیری عزت و عظمت والی بارگاہِ رب  
ذوالجلال والا کرام ہیں

یہ دعا کرتے ہیں

کہ تو ان نو نہال بچوں کے لئے طیب رزق مخصوص فرما!  
یا اللہ! تیرے خزانے بھر پور اور تو کریم بے مثال ہے۔  
اپنے کرم سے ان نیک بچوں کو طیب رزق نصیب فرما!  
یا حیُّ یا قیُّوم! — آمین!



کسی اور کا تو مجھے پتہ نہیں، البتہ تیرے اس فقیہ کا یہ مدرسہ

تعلیم الاسلام صفویہ صمدانیہ

تیرے سوا کسی دوسرے کا اور کسی بھی معاملہ میں سرگزشتہ نہیں!  
صفویہ کا مطلب ہے چنا ہوا، برگزیدہ، اور صمدانیہ کا  
مطلب ہے۔ جو تیرے سوا کسی کا بھی اور کسی بھی معاملہ میں  
ہرگز محتاج نہ ہو۔ جس کا ہر معاملہ — چھوٹا ہو یا بڑا — تیرے  
ہی حوالے ہو۔ اور تیرے ہی سپرد ہو۔ جس کے ہر معاملے کا



قاضی الامور اور ہر حاجت کا قاضی الحاجات تُو ہے۔

یا حنیٰ یا قیوم:

جو تیرے سوا اپنی کوئی حاجت کسی سے کبھی بیان کرے۔ جسے  
تیری ربوبیت پر حق الیقین ہو۔ کہ ساری خدائی کا پائے والا تو ہے  
تیرے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں، جو کسی کی بندہ بددی کرے، مگر تیرے  
حکم سے۔ جب تک تیرا حکم نہیں ملتا۔ تیری خدائی میں کسی کو بھی اور  
کبھی کسی امر پر کوئی تدرت و تعرت نہیں ہوتی۔

### ہمارے مدرسے

زکوٰۃ پر چلتے ہیں۔ یا صدقات و خیرات پر۔ یہی وجہ ہے کہ کسی  
بھی مدرسہ نے پھر کوئی دُوحیئے پیدا نہیں کیا۔ یہی  
ہماری خانقاہوں کا رونا ہے۔

### ہمارے درزقے

اس میار کے نہیں، جیسے کہ ہونے چاہئیں۔ ایک مدت گزری  
ہماری خانقاہوں سے پھر کوئی حبا آھئے بن کر نہ نکلا۔ اور نہ  
نظا آھئے بن کر۔ ہم میں تقویٰ کی کوئی بھی بات نہیں ہائی  
ہاتی۔ اگرچہ ہم شب و روز تقویٰ کا درس دیتے ہیں۔ ہر سال  
ہر شہر میں سینکڑوں طلباء کو فارغ التحصیل ہونگی اسناد ملتا ہوتی ہیں،  
اور دستارِ فضیلت پہنائی جاتی ہیں۔ ہزاروں سند یافتوں میں سے



گنتی کے چند اصحاب ہوتے ہیں جو کسی درس گاہ کی معلمی کر سکتے ہوں۔ جن کا اخلاق، چلن، عادت، فطرت، خصلت مقبول الفطرت ہو، جو استاد کی سند پر بیٹھ کر درس دے سکتے ہیں جن کے دلوں میں دین کی اشاعت کا سچا اور پکا جذبہ ہوتا ہے۔ جو سند پر بیٹھ کر شکر کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے انہیں اپنے دین کی اشاعت کے لئے اُسے مقبول فرمایا ہے، اور جان توڑ کر درس و تدریس کو اللہ کا کام سمجھ کر پوری سرگرمی سے انجام دیتے ہیں۔ جن کا تعلیم کے سوا کوئی اور مطالبہ نہیں ہوتا۔ جو سادہ لباس اور معمولی کھانے پر اکتفا کرتے ہیں جو زیب و زینت اور آسائش و استراحت سے بے نیاز ہیں۔ جن کو اپنے رب پر پورا اعتماد ہو، کہ رب ہی اس کا پالنا رہا ہے۔ جس کی زندگی کا مفہوم صرف ضروریات تک ہی محدود ہو۔

## زکوٰۃ کے مال

سے پہلے ہوئے بچے میں یہ حصال پیدا نہیں ہو سکتے

### فتویٰ کچھ بھی کہے

ہماری غیرت گوارا کی سی نہیں سکتی، کہ تاجر کے مال کا دھوون تیری اس درس گاہ کے بچوں کو کھلایا جائے۔ !

م

تیری عزت و عظمت والی بارگاہ میں یہ پکا وعدہ کرتے ہیں۔ کہ۔



ہم نے اس دارالاحسان میں  
 کسی کی بھی زکوٰۃ کا کبھی کوئی مال آنے نہیں دینا۔ اور تو۔  
 اس پر اسے میرے رب! خوش ہو کہ تیرے ایک مابہر بندے  
 نے ایک عمدہ وعدہ کیا ہے، بندہ یتیری مخلوق کا دال  
 ہے۔ میرے امیر دوست مجھ کو مطلع کریں۔ کہ ان کے  
 پاس زکوٰۃ کا کتنا مال موجود ہے۔ بندہ شب و روز زکوٰۃ  
 کے صحیح مستحق لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ زکوٰۃ کا مال  
 بندے نے اس

## دارالاحسان

میں داخل نہیں ہونے دینا  
 ہمارا کام یتیم و مسکین کی امیر کو اطلاع دینا ہے۔ کہ یہ تیرے  
 مال کی زکوٰۃ کے صحیح مستحق ہیں۔ — ہم  
 انبیائے کرام کے وارثوں  
 کے لئے وہ چیز جائز نہیں ہو سکتی جو ان کے لئے جائز نہ تھی۔ !

## المختصر

تیرا مدرسہ۔ جس میں تیری کتاب قرآن کریم کی درس و تدریس  
 جاری ہو۔ زکوٰۃ کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اور جو مدرسہ زکوٰۃ کا محتاج  
 ہو۔ — ہم اس کے متہتم نہیں



ہم نے کبھی بھی تیری کتاب قرآن کریم کی درس گاہ میں مالوں کے  
دھوون کی روزی یعنی زکوٰۃ نہیں کھانی۔

فتیر ایہ رزق امیروں کے مالوں کا دھوون۔ تیری محتاج و نادار  
مخلوق کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں۔ پس کیونکہ ہم یتیم و بیوہ کے مال کے  
تزدیک جاسکتے ہیں

یا حنی یا یتیم!

یہ فطرت کی صدا میری نہیں، تیری ہے، اور تو اسے قبول فرما! یا حنی یا یتیم!  
دینے کی کوئی بھی شے تیرے سوا کسی اور کی کیونکہ محتاج ہو سکتی ہے۔  
ہر کوئی دین کا محتاج ہے، دین کسی کا محتاج نہیں، دین تیرا ہے، اور پھر  
تیرے سوا کیونکہ یہ کسی کا محتاج ہو سکتا ہے یا رب! یا حنی یا یتیم!

اور

اسی طرح ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی۔ کہ قربانی کا گوشت تو لوگ  
کھائیں، اور کھالیں ہم — تو بہ تو بہ — ہم کسی ایسے مدرسے  
کے ہنتم نہیں — جو قربانی کی کھالوں پہ چلتا ہو — اور  
ہمارے اس مدرسے

تَعْلِیْمُ الْاِسْلَامِ صَفْوِیۃً صَدِیْقَہً

میں نہ ہم زکوٰۃ مستبول کرتے ہیں —

نہ ستر بانی کی کھالیں!



## اطباءے روحانی

کابہ قدیم نسخہ ہے۔ کہ اکل حلال ایمانی قوت کے لئے بنیادی اور تریاتی حیثیت رکھتا ہے۔ خون، رگ و ریشہ، پٹھے، گوشت۔ موزیکہ انسانی جسم کا ہر حصہ جس میں دل و دماغ، آنکھ و کان، ہاتھ پاؤں سب شامل ہیں رزق سے ہی پرورش پاتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ اگر رزق حلال ہوگا تو طبیعت میں استقلال، آنکھ میں حیا، ہاتھ میں سخا اور پاؤں میں ثبات ہوگا۔ — پروان کا دار و مدار رزق پر ہے — باز کو جب بھوک لگتی ہے، تو کسی سوکھی شہنی پر سے پروان کرتا ہوا کبوتر پھپھکتا ہے اس کی شاہرگ کے تازہ خون سے اپنی پیاس بجھاتا اور کلیجے سے ناشتہ کرتا ہے، بس اسی رزق سے اس کی پروان بلند سے بلند تر ہے۔ باز بھوکا مر جائے لیکن مردار کبھی نہیں کھاتا کہ — شکار مردہ سزاوار شاہ باز نہیں! شہباز کی پروان طیب رزق سے ہے۔ اس کا جوش انیری تجسس اس رزق ہی کی بدولت ہے۔ اس کے برعکس — کوئے کو لے یچنے — قد و قامت میں باز کے لگ بھگ ہوتا ہے، لیکن نہایت زیرک، بزدل، ذلیل اور کمینہ — کیونکہ اس کی خوراک ہر شے ہے، مرغوب غذا گندگی ہے اسی گندگی کی بدولت یہ نکمّا ہے

موتی ہر پرندے کی خوراک نہیں، سمیرغ ہی موتی کھاتا ہے اور اسے ہضم کرتا ہے، دوسرے جانور موتی کھا تو سکتے ہیں لیکن ہضم نہیں کر سکتے۔ جسے قوم نے بھی رزق حلال کی قدروں کو چھوڑا۔ بلندی سے گری اور



ذیل دُعا ہوئی۔ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہم تک پورے تسلسل کے ساتھ اور بڑی شرح و بسط سے رزق حلال کی اہمیت کو واضح کیا۔

ہماری موجودہ طریقت ریسرچ کی محتاج ہے  
کیا کبھی آپ نے اس پہ بھی غور کیا  
کہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے جیب تھے  
اور

یہ دنیا ان ہی کے لئے معرض وجود میں آئی  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سپہ سالار تھے  
جن میں دنیا جہان کی ساری خوبیاں موجود تھیں  
تاریخ گواہی دے

کہ مال غنیمت کے انبار لگ جاتے۔ لیکن  
سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دونوں وقت کھانا نہیں کھایا،  
اور۔ پیٹ بھر کر تو کبھی بھی نہیں کھایا۔  
بسا اوقات پورا پورا مہینہ گزر جاتا  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چولے میں آگ تک نہ جلتی

حالانکہ

ایک سے ایک بڑھ کر آپ کے ہزاروں صحابہ کرامؓ آپ کے پڑوس مبارک میں  
بستے تھے، یہ سب کچھ کس لئے۔ کہ امت پر رزق حلال کی اہمیت واضح ہو



جائے۔ یعنی یہ کہ —

”رزقِ حلال کا ایک ایک ذرہ حرام طریق سے حاصل کی ہوئی روزی کے ڈھیروں سے ایٹم کی طرح زیادہ توانائی رکھتا ہے ! کیا آپ نے یہ بھی کبھی سوچا !

کہ عرب جیسے ملک میں جہاں کے لوگوں کا گزارا اونٹ اور بھڑ بکریوں کے ریوڑوں پر تھا — کوثر کے ساقی اور کل کائنات کے قاسم الخیرات الحسنہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ پینے کے لئے کیا پورا عرب ایک بکری بھی پیش نہ کر سکا ! آپ کل کائنات کی تخلیق کا باعث ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت مرغوب تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باورچی خانے میں اکثر سکھایا ہوا گوشت ہی پکتا۔ یہ سب کیا مہمت — اور — کیوں مہمت !

بس — اُمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے، کہ کوئی ساممول کھانا اگر رزقِ حلال سے ہو۔ تو وہ ہر تکلف کھانوں سے بہت زیادہ مفوی ہوتا ہے۔ آپ کے صحابہ کرامؓ

حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ زہری

بن عوام۔ عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، —

ابو عبیدہ بن الجراح رضوان اللہ علیہم اجمعین عسیٰ عظیم المرتبت شخصیتیں



آپ کے صحابی تھے، باوجود صاحبِ قوت ہونے کے اسوۂ حسنہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رزقِ حلال کھانے میں سب کے سب آپ کے نقشِ قدم پر چلے۔ آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ مومنوں سے رہتے، اس لئے کہ — علم و حکمت، عشق و رقت، فائدہ اور رزقِ حلال میں ہے — سیری میں نہیں۔

ایک دفعہ عید کے دن آپ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نوگھروں (امہات المومنینؓ) میں سے کسی میں بھی آگ نہیں چلی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے کہ — ”آج میرا فخر مکمل ہو گیا!“

جب تک ہم میں کھانے پینے کی احتیاط باقی رہی، ہم باقی رہے، اور جب سے یہ احتیاط منقطع ہوئی اور ہمیں حلال و حرام کی تیز نہ رہی، یعنی جہاں سے جو چیز بھی ملی، بغیر تحقیق کے قبول کر لی۔ تو — ع —

ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا

## زکوٰۃ اور صدقات

جو بیواؤں اور یتیموں کا حق ہے — کسی نہ کسی چیلے بہانے (قانون میں جائز کر کے) ہم نے کھائے۔ قربانی کا گوشت لوگوں نے کھایا۔ اور کھالیں ہم نے کھائیں —

مُسرغ قد و قامت میں باز سے سہ گنا — اور

بھیڑ بھیڑیے سے دگنی بھاری ہوتی ہے — لیکن



انہیں دیکھ کر جان ہوا ہو جاتی ہے ۔

## اکلِ حلال

کی برکت تھی ۔ کہ شاہانِ مغلیہ میں سے اورنگزیب کو محی الدین عالمگیر بنا دیا ۔ آپ اپنا ذاتی خرچ خانہ شاہی سے نہیں لیتے تھے ۔ بلکہ جو وقت سلطنت کے کاموں سے بچتا ۔ جو عموماً رات ہی کے اوقات ہوتے ، اس میں کلام پاک کی کتابت کرتے ۔ اور نوپیاں سیتے ، اور صرف اس کٹائی سے کھاتے جس کا نتیجہ آج فتاویٰ عالمگیری کی شکل میں موجود ہے ۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے بلخ کی حکومت چھوڑی تو اکلِ حلال کا ہمیشہ بہت اہتمام کیا ۔ سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے ، حتیٰ کہ مریدوں کی خدمت بھی جنابِ خود فرماتے ۔ کسی وقت بھی بیکار نہ رہتے ۔ جس کا ادنیٰ ترین کرشمہ وہ تاریخی واقعہ ہے ۔ جبکہ آپؒ کی سوئی کو دجلہ کی مچلیوں نے فوراً لاکر پیش کر دیا ۔ — چنگیز خاں اور اس کی اولاد نے عالمِ اسلام کو تہ و بالا کر دیا ۔ اور مسلمانوں کو تہ و تیغ کرنے سے بھی حیب ظالموں کی طبیعت ظلم سے سیر نہ ہوئی ۔ تو آبادیوں کو حکم دیا ۔ کہ شکر کے ساتھ وسطِ ایشیا کے سفر کریں ایک ایسے ہی بزرگ صحرا میں گذر رہے تھے ۔ کہ نماز کا وقت ہو گیا ۔ آپؒ نے اذان دی ۔ تا تازی شہزادے نے آواز سنی ۔ اور اس کے کانوں میں حلاوت گھل گئی ۔ آپ کو بلوایا ۔ جو شہزادہ ولی عہد سلطنت تھا ۔ نے آپ کو دیکھ کر سوال کئے ۔ جن میں سے آخری سوال یہ تھا ، کہ بتائیے یہ کتے بہتر ہیں یا تم ؟ — آپ کا جواب تھا ۔ کہ اگر میں اپنے مالک کے احکام بجالاؤں ، تو میں بہتر ہوں ورنہ



یہ کتا مجھ سے ہزار درجے بہتر ہے۔ اکل حلال پر پرورش پانے والی زبان سے نکلے ہوئے اس کلمہ کا یہ اثر ہوا۔ کہ شہزادہ مسلمان ہو گیا۔ اور کہا۔ کہ جب میں تخت نشین ہو جاؤں، تو میرے پاس آنا۔ بزرگ فوت ہو گئے۔ اور اپنے بیٹے کو یہی وصیت کر گئے۔ جب یہ شہزادہ سلطان بنا۔ اور آپ کو اطلاع ہوئی۔ تو وہ تاتاری سلطان کے پاس پہنچے۔ اور اسے اس کا وعدہ یاد دلایا۔ سلطان نے اپنے امراء اور وزراء کو بلایا اور کہا۔ کہ یہ شخص اسلام پیش کرتا ہے۔ اور اس کی باتیں دل میں اتارنے والی ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ آپ سب لوگ مسلمان ہو جائیں۔ امیر الامراء نے کہا۔ کہ عالیجاہ! اس طرح نہیں، بلکہ تاتاری شاہی پہلوان کے ساتھ یہ مسلمان ایک مقررہ دن پر کشتی لڑے اور اس دن پوری قوم موجود ہو۔ اگر شاہی پہلوان (جو بہت شہ زور پہلوان تھا) اسے پچھاڑ دے، تو ہم اپنے آبائی مذہب پر رہیں گے۔ اور اگر یہ پچھاڑ دے۔ تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ بزرگ کھال اور ہڈیوں کا ڈھانچہ تھے۔ سلطان نے اس بات کی مخالفت کی۔ لیکن امراء اس بات پر اڑ گئے۔ بادشاہ جانتا تھا۔ کہ ناتوان کمزور جان شاہی پہلوان کے دھکے کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے وہ اس کی مخالفت کرتا رہا۔ بزرگ نے فرمایا۔ مجھے منظور ہے! چنانچہ دن مقرر کیا گیا۔ تمام تاتاری مع امراء کے حاضر ہو گئے۔ جب جنگل کے لئے میدان میں شاہی پہلوان اترا۔ تو فوجی بینڈ بجا۔ آپ بھی کپڑے اتار لے گونا باندھ کر میدان میں آ گئے



لوگ سمجھتے تھے۔ کہ یہ ناتوان انسان چند لمحوں کا مہمان ہے۔ لیکن  
 قدرت کو اکل حلال کی ایسی قوت کا اظہار منظور تھا۔ چنانچہ جب آپ  
 نزدیک آئے۔ تو آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اس زور  
 کا تھپڑ شاہی پہلوان کو رسید کیا۔ کہ وہ چاروں شانے چت گرا اور  
 گرتے ہی صبح پردازہ کر گئی۔ بس سے پھر کیا تھا۔ آن کی آن میں  
 سب تاتاری مسلمان ہو گئے۔

ہے بیاں یورش تاتار کے افسانے سے  
 پاسباں مل گئے کبھے کو صمغ خانے سے  
 اسلامی تاریخ ایسے گھماے رنگازنگ سے بھر دی پڑی ہے۔

### ایک فقیر

حضرت زبیر الدین عطارد صبح کے وقت اپنی عطاری کی  
 دوکان کو سجا رہے تھے۔ ایک اللہ کا بیجا ہوا فقیر حاضر ہوا۔  
 سوال کیا — شَیْبَانُ اللہ — اللہ کے نام پر کوئی شے  
 دو۔ آپ نے بالکل کوئی پرواہ نہیں کی۔ بدستور دوکان کی  
 سجادٹ میں لگے رہے۔ اس فقیر نے پھر وہی سوال کیا۔  
 آپ نے پھر کوئی پرواہ نہیں کی۔ تیسری دفعہ پھر سوال کیا  
 پھر بھی آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس فقیر نے ان سے  
 کہا — کہ

میرے نے تین مرتبہ اللہ کے نام پر



سوال کیا۔ تو نے کوئی پرواہ نہیں کی۔  
مجھے حیرانی ہے۔ کہ تو کیسے مرے گا؟  
حضرت عطارؒ نے فرمایا۔ ”جیسے تو  
مرے گا! اُسے فقیر نے عطار سے کہا  
”کیا تجھے میری طرح مرنا آتا ہے؟“  
اُس نے کہا۔ ”ہاں!“

اُس فقیر نے پیالہ زمیں پر دکھا۔ اور  
بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ اور  
اللہ کو حبان دے دی

عطارؒ نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ بے حد متاثر ہوا۔ اسی  
وقت سارے شہر میں منادی کرا دی۔ کہ۔۔ جو چاہے  
اس کی دکان بوٹ لے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری  
دکان لٹ گئی۔ اور آپؒ ترک وطن کر کے تیسل برس  
مکے میں دوزانو بیٹھے اپنے اندر کے بولنے والے پرندوں  
کی بولیوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ اور پھر ایک مشہور کتاب  
لکھی۔ ”لسان الطیر“۔ جو دنیا کے طریقت  
کی ایک اہم تصنیف ہے۔ آپ کا بدن سوکھ کر کاسٹا بن گیا  
چہرے کی رنگت اتر گئی۔ پیٹ سکر کر اندر جا لگا۔ صرف  
دو چیزیں باقی رہیں۔



## آنکھیں اور۔۔۔ دل

آپ کے کی تیس سالہ فاتہ مستی وہ رنگ لائی۔ کہ آپ کی  
کلام نے بے شک بے شمار گم کردہ راہوں کو پھر سے ان کی  
منازل دکھلائیں۔

انہوں نے جو کچھ لکھا۔ اپنا حال لکھا  
ہماری طرح پہلے ہی دن نہیں لکھا۔  
منزل پہ پہنچ کر اپنی راہ کی صحیح داستان  
لکھی۔ کہ کس کس طرح وہ کہاں کہاں سے گزرے



وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْإِسْلَامُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ سُبْحَانَ  
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ آمِينَ

امروز سید : شنبہ : یکم ربیع الثانی ۱۳۹۰ ہجری المقدر



# فہرست مکتوبات منارِ احسان

## جلد چہارم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	شمار
۱۵۰۳	فُتْمِ اللَّیْلِ فُتْمُ فَنَانُذَر	۵۳	۱
۱۵۳۵	الفقر فخری و الفقر مینی	۵۲	۲
۱۵۴۹	علم و فقر	۵۵	۳
۱۵۵۹	علامت فقر کی سان ہے	۵۶	۴
۱۵۷۷	مراقبہ ما بعد الموت	۵۷	۵
۱۶۱۱	ربوبیت	۵۸	۶
۱۶۴۱	جرى الله عنا محمدًا ما هو امله	۵۹	۷
۱۶۷۱	سبیل الرشاد	۶۰	۸
۱۷۰۱	نگاہ	۶۱	۹
۱۷۳۱	قلب	۶۲	۱۰
۱۷۶۳	اقتراء کتابک	۶۳	۱۱



سفر	مناجات	نمبر	تاریخ
۱۷۹۵	جماد اکبراً	۶۴	۱۲
۱۸۹۷	رہنمائے مبتغین	۶۵	۱۳
۱۹۵۱	نبیغی مراکز دارالاحسان	۶۶	۱۴
۱۹۶۷	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۶۷	۱۵
۱۹۹۷	تعارف مدرسہ تعلیم الاسلام صفویہ محمدانیدارالاحسان	۶۸	۱۶



